ماہنامہ

جہد حق

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

HRCP

Monthly JUHD-E-HAQ - November 2017 - Registered No. CPL-13

جلد نمبر 24......شمارہ نمبر 11......نومبر 2017

16 اکتوبر 2017 کو جنرل اسمبلی میں انسانی حقوق کونسل کے انتخابات

پاکستان اقوام متحدہ کی انسانی حقوق کونسل کا ممبر منتخب

سموگ: سانس اور آنکھوں کی بیماریوں کے علاوہ ٹریفک حادثات کا بھی باعث

19 اکتوبر، کوئٹہ: 'مذہبی مقامات کا تحفظ' پر مشاورت منعقد کی گئی

17 اکتوبر، کراچی: ایچ آر سی پی نے 'مذہبی مقامات کا تحفظ' کے عنوان سے ایک مشاورتی تقریب کا اہتمام کیا

فہرست

ایچ آر سی پی کی طرف جاری کردہ پریس ریلیزیں 3
نجات کا کوئی مختصر راستہ نہیں ہے 6
قائداعظم، 11 اگست 1947ء کی تقریر 7
ہیں تلخ بہت بندہ مزدور کے اوقات 8
استنبول میں ڈی ایٹ سربراہ اجلاس 9
خواتین کے کارناموں کو ذرائع ابلاغ میں نہ سراہا جانا باعث افسوس ہے 10
باچا خان، اہل پنجاب اور ضیاء الحق 11
بچے سکول سے کیوں بھاگتے ہیں 13
تلوروں پر پاکستان میں کیا کھیل کھیلا جارہا ہے؟ 14
ایک سچے صحافی کی موت 22
مذہب، سیاست اور اقتدار 23
عورتیں 24
تعلیم 29
بچے 30
کاروکاری، کہہ کر مارڈالا/جنسی تشدد کے واقعات 32
قومی اداروں میں غیر مسلموں کی شمولیت 42
اے عظیم سازشی تیرا شکریہ 43
گلگت بلتستان کی نئی حیثیت کا تعین ضروری ہے 44
مذہب ذاتی معاملہ ہے 45
خودکشی کے واقعات 46
اقدام خودکشی 51

عوام میں پائی جانے والی شدید مایوسی کا نوٹس لیا جائے: ایچ آر سی پی

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے کہا ہے کہ ملک میں ناقص نظم ونسق اور عوام کے حقوق سے لاتعلقی نے لوگوں میں شدید غم وغصے اور احساس محرومی کو جنم دیا ہے جس پر فوری توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

اتوار کو اپنی انتظامی کونسل کے اجلاس کے اختتام پر، کمیشن نے کہا: ''لوگ تمام ریاستی اداروں سے شدید مایوس ہیں جو کہ ایچ آر سی پی کے لیے تشویش کا باعث ہے۔ ہمارے خیال میں اس صورتحال سے ہر فرد کی آنکھیں کھل جانی چاہئیں۔ نظم ونسق میں شدید خامیاں اور سرکاری مالیاتی وسائل کے اخراجات کرنے کے حوالے سے ناقص ترجیحات کو بہتر کرنے کی بھی اشد ضرورت ہے۔ ملک میں پھیلے انتشار کی ذمہ داری ان لوگوں پر عائد ہوتی ہے جن کے اقدامات سے سویلین حکمرانی کو نقصان پہنچا اور غیر جمہوری قوتوں کے کردار کو اور زیادہ وسعت ملی۔ اس صورتحال سے پاکستان کے کئی مسائل سے توجہ ہٹ رہی ہے جو دن بدن زیادہ سنگین صورت اختیار کرتے جارہے ہیں۔

''جبری گمشدگیوں کا رجحان عام ہوگیا ہے۔ عدالتی اور انکوائری کمیشن کی کوششیں ناقص اور غیر موثر ثابت ہوئی ہیں۔ پارلیمانی کمیٹی اور ہائی کورٹس میں خصوصی بینچ قائم کئے جائیں تاکہ یہ ثابت ہو کہ اس مسئلے کو اتنی ہی فوری اور سنجیدہ توجہ دی گئی ہے جتنی اسے دی جانی چاہیے تھی۔ انکوائری کمیشن برائے جبری گمشدگان کی کئی برس قبل مکمل ہونے والی رپورٹ کو ابھی تک پبلک نہیں کیا گیا۔ اسے فوری طور پر جاری کیا جائے اور اس کی سفارشات پر عملدرآمد کیا جائے۔

اپنی شفافیت ثابت کرنے کے لیے حکومت پاکستان کو چاہیے کہ وہ اقوام متحدہ کے خصوصی رپورٹیئر، خاص طور پر اظہار رائے کی آزادی کے خصوصی رپوٹیئر اور ورکنگ گروپ برائے جبری گمشدگی کو دورہ پاکستان کی دعوت دے۔

''یہ ایک کھلی حقیقت یہ ہے کہ بعض اداروں اور افراد کو جوابدہی سے مکمل استثناء حاصل ہے جبکہ بعض مخصوص افراد کو ہر قدم پر نشانہ بنایا گیا ہے۔ ایچ آر سی پی کا مطالبہ ہے کہ سب کا بلا امتیاز احتساب ہو اور اس حوالے سے تمام قانونی تقاضوں کی پیروی کی جائے۔

''مذہبی انتہا پسندوں کو مرکزی دھارے میں لانے کی حالیہ کوششیں شدید تشویش کا باعث ہیں۔ مزید برآں، اس سے مجموعی طور پر پورے معاشرے میں شدت پسند خیالات پروان چڑھ رہے ہیں۔

''تضحیک مذہب قانون کے ناجائز استعمال کا سلسلہ جاری وساری ہے اور اس کے نتائج سب کے سامنے ہیں۔ ریاست کو چاہیے کہ وہ شہریوں کو اس قانون کے ناجائز استعمال سے تحفظ فراہم کرنے کی ذمہ داری سے صرف نظر نہ کرے۔

''ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عقیدے کی بنیاد پر تشدد، دھمکیوں اور امتیازی سلوک کا خاتمہ حکام کی ترجیحات کا حصہ نہیں۔ تھرپارکر میں مذہب کی جبری تبدیلی کے متعدد واقعات بھی تشویش کا باعث ہیں، جہاں حالیہ برسوں میں مذہبی مدرسوں کی تعداد میں بہت زیادہ اضافہ ہوا ہے۔

''سول سوسائٹی اور صحافیوں کے لیے حالات تیزی سے ناسازگار ہورہے ہیں۔ کئی بلاواسطہ اور بالواسطہ کارروائیاں کی گئیں ہیں جن کا مقصد سول سوسائٹی کی تنظیموں کے کام میں مشکلات پیدا کرنا ہے۔ ان کے لیے خوف کی فضا قائم کی گئی ہے۔ سول سوسائٹی کے کارکنوں کو جبری گمشدہ کرنے سے لے کر ان کی کردارکشی کی مہمیں چلانے تک، ہر غیر قانونی اقدام کیا گیا ہے تاکہ سول سوسائٹی کو خیالات کے آزادانہ اظہار سے روکا جاسکے۔ اظہار رائے کی آزادی کا گلا گھونٹنے کے لیے سائبر کرائم قانون ایک اضافی آلے کے طور پر استعمال کیا جارہا ہے۔

''کئی فوجی آپریشنوں اور دہشت گردوں پر فتح پانے کے دعوؤں کے باوجود، لوگوں کو وفاق کے زیر انتظام علاقوں (فاٹا) تک آزادانہ رسائی حاصل نہیں۔ بنوں۔ میران شاہ شاہراہ پر ہر اتوار کو کرفیو کا نفاذ لوگوں کو پہنچنے والی تکلیف کی ایک واضح مثال ہے۔

''اندرون ملک نقل مکانی کے بڑے چیلنجز سے نبٹنے کے لیے باضابطہ انتظامات کا مکمل فقدان ہے۔ اندرون ملک نقل مکانی کرنے والے افراد (آئی ڈی پیز) نقل مکانی کے تمام مراحل کے دوران زیادہ تر اپنے ہی رحم وکرم پر رہے ہیں۔ ان کی رہائش اور روزگار کے بندوبست میں مزید تاخیر نہ کی جائے۔ آئی ڈی پیز کو عارضی طور پر نقل مکانی کرنے والے افراد (ٹی ڈی پیز) قرار دینے سے ہی مسائل حل نہیں ہوجائیں گے۔

پاکستان کو درپیش سنگین معاشی بحران تقاضہ کرتا ہے کہ انتظامیہ، پارلیمان، عدلیہ اور فوج سمیت تمام اداروں کو نمود ونمائش ترک کرنی چاہیے اور کم از کم کچھ برسوں کے لیے بہت زیادہ کفایت شعاری برتنی چاہیے اور اپنے اخراجات میں نمایاں کمی کرنی چاہیے۔

''چین۔ پاکستان معاشی راہداری سے منسلک شدید خدشات ابھی بھی ازالہ طلب ہیں۔ شفافیت کو یقینی بنانے کے علاوہ، اراضی کے حصول کے طریقہ کار اور معاوضے کے حوالے سے سامنے آنے والی شکایات پر بھی توجہ دی جائے۔ غیر ملکیوں کو اراضی فروخت کرنے کے طریقہ کار پر بھی نظر ثانی کی جائے۔ سی پیک کے نفاذ کی منصوبہ سازی میں انسانی حقوق اور قانون کی حکمرانی کا خاص خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ 08 اکتوبر 2017]

سزائے موت کے خاتمے کے حوالے سے ریاست پر عائد ذمہ داریوں کو پورا کیا جائے

10 اکتوبر کو سزائے موت کے خلاف عالمی دن کے موقع پر پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے حکومت پر زور دیا ہے کہ وہ ایسے حفاظتی اقدامات کرے جس سے اس بات کو یقینی بنایا جا سکے کہ ایسی سزاؤں کے از سر نو آغاز سے پاکستان ان ذمہ داریوں کی خلاف ورزی کا مرتکب نہ ہو جس کا اس نے عہد کر رکھا ہے۔

اپنے ایک اخباری بیان میں کمیشن نے کہا: ''سزائے موت کے خلاف عالمی دن کے موقع پر ایچ آر سی پی حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ ان مسائل کا جائزہ لے دسمبر 2014 میں سزائے موت کی معطلی کے خاتمے کے نتیجے میں پیدا ہوئے تھے''۔

''سزائے موت کے نتیجے میں پیدا ہونے والے چیلنجوں سے نمٹنے کے علاوہ ایسے مقدمات میں حفاظتی اقدامات متعارف کرائے جانے چاہئیں جن میں ملزم یا ملزمہ کی ذہنی کیفیت یا اس کی عمر مشکوک ہو''۔

مزید برآں موت کی سزا پانے والے افراد کے سزائے موت سے متاثر ہونے کا براہ راست تعلق اُن کے سماجی اور معاشی حالات سے ہے۔ اس سال سزائے موت کے خلاف عالمی دن غربت اور سزائے موت کے درمیان تعلق کو اجاگر کر رہا ہے۔

''اگرچہ ایچ آر سی پی حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ سزائے موت کے خاتمے کی جانب پہلا قدم اٹھاتے ہوئے سزائے موت کو معطل کیا جائے، تاہم اس کا یہ مطالبہ بھی ہے کہ ان نئے مسائل کے فوری حل کے لیے انفرادی مقدمات میں سول سوسائٹی کی جانب سے کی جانے والی اپیلوں کے جواب میں آخری وقت میں کارروائی کرنے پر اکتفا نہ کیا جائے بلکہ ان مسائل کے حل کے لیے سوچ سمجھ کر ایک موثر پالیسی بنانے کی ضرورت ہے''۔

[پریس ریلیز۔لاہور۔10 اکتوبر 2017]

رکن پارلیمان کی عوامی فورم پر نفرت انگیز تقریر قابل مذمت ہے: ایچ آر سی پی

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے حکمران جماعت سے تعلق رکھنے والے ایک رکن پارلیمان کی قومی اسمبلی میں کی گئی تقریر پر غم و غصے کا اظہار کیا ہے، جس میں ایک مذہبی اقلیتی گروہ کو اشتعال انگیز گفتگو کا نشانہ بنایا گیا اور ان کے خلاف امتیازی اقدامات کا مطالبہ کیا گیا تھا۔

جمعرات کو کمیشن کی جانب سے جاری کردہ ایک بیان میں کہا گیا، ''ایچ آر سی پی عوامی فورم پر پاکستان کے مذہبی اقلیتی گروہ کو نشانہ بنانے اور ان کے خلاف امتیازی رویے کے مطالبے کی شدید مذمت کرتا ہے۔ رکن پارلیمان نے 10 اکتوبر 2017ء کو قومی اسمبلی میں احمدیوں کو اپنی اشتعال انگیز گفتگو کا نشانہ بنایا تھا۔ احمدیہ برادری پہلے ہی پاکستان کا سب سے ستم زدہ مذہبی اقلیتی گروہ ہے۔ شہریوں کے خلاف اس انداز سے امتیازی سلوک، نفرت اور انہیں دیوار سے لگانے جیسے اقدامات کی وکالت کے لیے قومی اسمبلی جیسے ایوان کا استعمال اور زیادہ افسوسناک بات ہے۔

حکمران جماعت سے تعلق رکھنے والے رکن پارلیمان نے احمدی برادری پر پاکستان کے مفادات کے خلاف کام کرنے کا الزام عائد کیا ہے اور انہیں ملک، اس کے آئین اور نظریے کے خلاف خطرہ قرار دیا ہے۔ انہوں نے دیگر مطالبات کے علاوہ یہ مطالبہ بھی کیا کہ احمدیوں کی مسلح افواج اور ایٹمی توانائی کمیشن پاکستان جیسے قومی اداروں میں بھرتی پر پابندی عائد ہونی چاہیے۔ ان کا یہ بھی کہنا تھا کہ انہیں قائداعظم یونیورسٹی کے شعبہ طبیعات کا نام نوبل ایوارڈ یافتہ ڈاکٹر عبدالسلام کے نام پر رکھنا بھی قبول نہیں کیونکہ وہ احمدی تھے۔

یہ ملک میں ایک انتہائی مایوس کن رجحان ہے جہاں مذہبی اقلیتی گروہوں کے خلاف امتیازی سلوک کے مظاہرے عام دیکھے جاسکتے ہیں۔ اگر سیاسی جماعتوں کے اراکین کو عوامی فورم پر اس طرح ناروادار اور سیاسی اعتبار سے غلط آراء کے اظہار کی آزادی ہو اور ان کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی جائے تو یہ بات انتہائی مشکلات میں گھری پاکستانی جمہوریت کے لیے بھی نیک شگون نہیں ہے۔ یہ افسوسناک امر ہے کہ کسی بھی سیاسی جماعت یا اُس وقت موجود رکن پارلیمان نے مذکورہ رکن پارلیمان کی مذمت نہیں کی جب وہ تقریر کر رہے تھے۔

پاکستان کی انسانی حقوق سے متعلقہ قومی و عالمی ذمہ داریاں اپنے شہریوں کے انسانی حقوق کی تضحیک کی اجازت نہیں دیتیں خواہ ان کا تعلق کسی بھی مذہب، ذات یا عقیدے سے ہو۔

حکومت کو یقینی بنانا ہوگا کہ اس قسم کی نفرت انگیز تقریر کی اعلیٰ سطحی تحقیقات ہوں اور اس کی مذمت کی جائے۔ ایسا کرنا اس لیے بھی ضروری ہے کیونکہ اس سے لوگوں کو پیغام ملے گا کہ اس قسم کی کارروائیاں کرنے والے لوگ سزا سے بچ نہیں سکتے۔

[پریس ریلیز۔لاہور۔12 اکتوبر 2017]

285 ترک اساتذہ اور ان کے خاندان جبری وطن واپسی اور ایذارسانی کے خطرے سے دوچار ہیں

لاہور، پیرس، 26 اکتوبر، 2017: عالمی وفاق برائے انسانی حقوق (ایف آئی ڈی ایچ) اور اس کی رکن تنظیم پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا ہے کہ 285 ترک شہریوں کو جبری وطن واپسی، غیر قانونی حراست اور انسانی حقوق کی دیگر خلاف ورزیوں سے تحفظ فراہم کیا جائے۔

ایف آئی ڈی ایچ کے صدر دمیترس کرسٹو پالس نے کہا ''پاکستانی حکومت نے ایک ترک خاندان کو ملک بدر کر کے خطرے کی گھنٹی بجادی ہے۔ پاکستانی حکومت دیگر **285** افراد کے تحفظ کو یقینی بنائے جو ترکی کے حوالے کیے جانے کے خطرے سے دوچار ہیں اور حکومت کو چاہیے کہ وہ اپنی عالمی ذمہ داریوں سے انحراف کا سلسلہ بھی ترک کرے۔

پاک۔ترک سکولوں کے ساتھ وابستہ 285 ترک شہری اور ان کے خاندان نومبر 2016 سے جبری وطن واپسی کے خطرے سے دوچار ہیں۔ 285 افراد کو اب پاکستانی پولیس اور انٹیلیجنس ایجنسیوں کے چھاپوں کا خوف بھی لاحق ہے۔ اگر انہیں ترکی بھیجا جاتا ہے تو وہاں پہنچتے ہی انہیں غیر قانونی گرفتاری، عدالتی ایذا دہی اور گرفتاری کا نشانہ بنائے جانے کا قوی امکان ہے۔ انہیں حراست کے دوران ایذا رسانی اور بدسلوکی کی دیگر شکلوں کا سامنا بھی کرنا پڑسکتا ہے۔ اُنہیں اس قسم کے سلوک کا سامنا اس لیے کرنا پڑسکتا ہے کیونکہ جولائی 2016 میں ترکی میں ناکام فوجی بغاوت کے بعد ترکی کی حکومت ترکی میں اساتذہ، صحافیوں، ماہرین

تعلیم اور انسانی حقوق کے کارکنوں کے ساتھ انتہائی سخت کارروائی کر رہی ہے۔ ’ترکی ملیشیا‘ میانمر اور سعودی عرب سے پاک۔ ترک سکولوں کے ساتھ وابستہ اساتذہ کی جبری وطن واپسی کروانے میں پہلے ہی کامیاب ہو چکا ہے۔

27 ستمبر 2017 کو پاکستان میں پاک ۔ترک سکولوں کے سابق سربراہ مسعود کچماز کو اُن کے بیوی اور دو بچوں سمیت اغوا کیا گیا۔ 14 اکتوبر 2017 کو کچماز خاندان کو ترک پولیس اہلکاروں کے حوالے کیا گیا اور اُنہیں حکومت کے بھیجے گئے ایک جہاز میں سوار کر کے زبردستی وطن واپس کر دیا گیا۔ یہ جبری وطن واپسی وزیر خارجہ پاکستان کے دورہ امریکہ کے دوران اکتوبر 2017 کے اوائل میں دیے گئے بیانات کے باوجود عمل میں لائی گئی جن میں اُنہوں نے کہا تھا کہ ترک اساتذہ اور اُن کے خاندانوں کو پاکستانی عدالتوں اور اقوام متحدہ کے ہائی کمشنر برائے مہاجرین (یو این ایچ سی آر) کی دی گئی مہلت کے خاتمے کے بعد ہی ملک بدر کیا جائے گا۔

پاکستان حکومت نے ترک اساتذہ کو 20 نومبر 2016 تک ملک چھوڑنے کا جو حکم جاری کیا تھا اسے کئی پاکستانی عدالتوں نے معطل کر دیا تھا۔ مزید برآں یو این ایچ سی آر کے جاری کردہ ’پناہ گزین سرٹیفکیٹ‘ میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ ترک شہریوں کو کسی ایسے ملک نہ بھیجا جائے جہاں اُنہیں خدشہ ہے کہ اُن کی زندگی اور آزادی خطرے سے دوچار ہوگی۔ اگرچہ ان سرٹیفکیٹس میں 11 اکتوبر، 2018 تک توسیع دے دی گئی ہے مگر پھر بھی درجنوں افراد کو اپنی حیثیت سے متعلق کئی مشکلات درپیش ہیں۔ 285 افراد کے پاس نوزائیدہ بچے ہیں جو پاسپورٹس سے محروم ہیں، دیگر کے پاس زائد المیعاد پاسپورٹس ہیں اور ایک خاندان کے افراد کی ترک شہریت ختم ہو چکی ہے۔

کچماز خاندان کی جبری وطن واپسی اور باقی ماندہ 285 ترک شہریوں کو درپیش ملک بدری کا خطرہ پاکستان کی عالمی ذمہ داریوں کی خلاف ورزی کی عکاسی کرتا ہے۔ خاص طور پر، یہ ایذا رسانی اور دیگر ظالمانہ، غیر انسانی یا تضحیک آمیز سلوک یا سزا کے عالمی میثاق کی دفعہ 3 کی خلاف ورزی ہے جس کے مطابق ’’کوئی بھی فریق ریاستی کسی فرد کو کسی ایسی ریاست کے حوالے نہیں کرے گی جہاں اس بات کا قوی امکان ہو کہ اُسے ایذا رسانی کا نشانہ بنایا جائے گا۔‘‘ مسٹر کچماز کی دو بیٹیوں کا اغوا بچوں کے حقوق کے میثاق کی دفعہ 22 اور 37 کی پامالی بھی ہے جس کا پاکستان فریق ہے۔(1)

’’ایچ آر سی پی کے چیئرپرسن مہدی حسن نے کہا ’’ترک خاندانوں کو زبردستی ترکی واپس بھیج کر پاکستان نے اپنے عالمی فرائض سے روگردانی کی ہے اور حکومت کے اس اقدام کا مقصد ترک حکومت کو خوش کرنا تھا۔ پاکستانی حکومت کو چاہیے کہ وہ **285** ترک شہریوں کے حوالے سے اپنے اس نقطہ نظر پر نظر ثانی کرے اور اُن کے انسانی حقوق کے تحفظ کو سب سے بڑی ترجیح دینی چاہیے۔‘‘

ایف آئی ڈی ایچ اور ایچ آر سی پی کچماز خاندان کی جبری وطن واپسی کی پرزور مذمت کرتے ہیں اور پاکستانی حکام سے مطالبہ کرتے ہیں کہ پاکستان میں موجود 285 ترک شہریوں کے حقوق کا احترام کیا جائے، خاص طور پر اُن کے اس عالمی حق کا کہ اُنہیں اُس ملک نہ بھیجا جائے جہاں اُن کی زندگی یا آزادی کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔ دونوں تنظیموں نے پاکستانی حکام سے یہ مطالبہ بھی کیا ہے کہ یو این ایچ سی آر کی طرف سے جاری کردہ پناہ گزین سرٹیفکیٹ کا احترام کیا جائے جس کی مدت اکتوبر 2018 کو ختم ہو گی اور ملکی عدالتوں کے احکامات کی پاسداری کی جائے۔

Press contacts

Mr. Andrea Giorgetta

(English) - Tel: +66886117722

(Bangkok)

Ms. Audrey Couprie (French,

English) - Tel: +33648059157

(Paris)

جہد حق پڑھنے والے توجہ کریں

- آپ نے اس شمارہ کا مطالعہ کیا۔
  جو خامیاں / کمزوریاں آپ کو نظر آئی ہوں۔ ان کی نشاندہی خط کے ذریعے سے کیجئے۔
- آپ بھی اپنے علاقے میں ہونے والی انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی رپورٹ / اطلاع ہمیں اس رسالہ میں چھپنے والا رپورٹ فارم پُر کر کے بذریعہ ڈاک روانہ کر سکتے ہیں۔ حقائق اچھی طرح سے تصدیق کر کے لکھیں۔

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

’’ایوان جمہور‘‘ 107 - ٹیپو بلاک،

نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور

HRCP کارکن متوجہ ہوں

’’جہد حق‘‘ کے لیے رپورٹ فارم کے مطابق کوائف پر مبنی رپورٹیں، خبریں، تصاویر اور انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں سے متعلق دیگر مواد مہینے کے تیسرے ہفتے تک پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے مرکزی دفتر میں پہنچ جانا چاہیے تاکہ یہ اگلے شمارے میں شائع کیا جا سکے۔

جہد حق کا تازہ شمارہ اور پچھلے شمارے ویب سائٹ پر موجود ہیں۔ پتہ:

www.hrcp-web.org

نجات کا کوئی مختصر راستہ نہیں ہے

آئی۔اے۔رحمان

مسلم لیگ (ن) آج جنرل مشرف کے ہاتھوں اپنی حکومت کا تختہ الٹے جانے کی اٹھارہویں برسی منائے گی۔ دوسری سب جماعتوں کیلئے آج کا دن معمول کے مطابق ہے۔ پی پی پی کیلئے پانچ جولائی یوم سیاہ ہوتا ہے اور رواں برس پارٹی نے بھٹو حکومت کے خاتمے کی چالیسویں برسی منائی لیکن کسی اور جماعت کو اس سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ یوں ہمارے ہاں یہ سمجھا جا رہا ہے کہ آئینی نظام کی بساط لپیٹنا صرف اسی پارٹی پر حملہ ہوتا ہے جسے اقتدار سے نکالا جائے اور یہ کوئی قومی المیہ نہیں سمجھا جاتا۔ شاید یہی وجہ ہے کہ سیاستدان اب تک اس نظام کو بچانے میں ناکام رہے ہیں جو ان کی زندگی ہے۔ اب ایک بار پھر لوگ موجودہ آئینی نظام کے مستقبل کے متعلق پریشان ہیں۔

عوام کی بڑھتی ہوئی بے چینی کے تناظر میں پی ٹی آئی کے سربراہ نے قبل از وقت عام انتخابات کا مطالبہ کیا ہے حالانکہ ایک اپوزیشن جماعت کو چاہیے کہ وہ موجودہ حکومت کو زیادہ ڈھیل دے تاکہ وہ اپنا نقصان کرسکیں۔ سیاسی جماعتوں کو کسی بھی وقت نئے الیکشن کا مطالبہ کرنے کا حق ہوتا ہے اور سابق چیف جسٹس افتخار چودھری بھی اس مطالبے کی حمایت میں آزاد ہیں۔ مگر یہاں یہ سوال بھی اٹھتا ہے کہ کیا ایک سابق چیف جسٹس کیلئے یہ مناسب ہے کہ وہ عدالتوں کو بتائیں کہ انہیں اپنے پاس موجود کیسز کے حوالے سے کیا کرنا چاہیے اور کیا نہیں کیونکہ ایسے تبصروں سے اگر تمام نہیں تو ماتحت عدلیہ ضرور متاثر ہوسکتی ہے۔

لیکن کیا ہم ایک ایسے مقام پر پہنچ گئے ہیں جہاں نئے الیکشن ہی نظم ونسق کے موجودہ بحران کا واحد حل ہیں؟ ان میں سے کچھ بحران جیسا کہ پارلیمانی حکومت کو فعال پارلیمنٹ کے بغیر چلانے میں، سیاسی جماعتوں کی ناپختگی وغیرہ جیسے مسائل تو کئی دہائیوں سے مستقل چلے آرہے ہیں۔ یہی مسائل 2008 میں بھی تھے اور یہ الیکشن سے حل نہیں ہوئے۔ پھر یہی مسائل 2013 میں سامنے آئے اور الیکشن سے یہ حل نہ ہوسکے۔ اس بات کی کوئی ضمانت نہیں ہے کہ قبل از وقت الیکشن سے نظام میں موجود نقائص دور ہوجائیں گے۔

اس کے علاوہ ایک اور اہم بات یہ ہوئی ہے کہ حکمران اتحاد کے سربراہ کو نااہل قرار دے دیا گیا ہے۔ کوئی قانون یا شق ایسی نہیں جو حکمران اتحاد کو نیا وزیراعظم مقرر کرنے سے روک سکے۔ جب یوسف رضا گیلانی کو عہدے سے ہٹایا گیا تھا تو یہ طریقہ کار قبول کرلیا گیا تھا۔ طاقتور ریاستی ادارے ان کے جانشین سے خوش نہیں تھے لیکن سیاسی نظام کی بساط اس لئے نہیں لپیٹی گئی کہ یہ سمجھا جا رہا تھا کہ قومی اسمبلی اور منتخب حکومت کا مدت پوری کرنا ایک اہم قومی مقصد ہے۔ یہ موقف اب بھی نہیں بدلا۔ مزید یہ کہ یہ بھی سوال اٹھتا ہے کہ الیکشن کے مطالبات اور نگران نظام بنانے کے پیچھے کیا مقاصد ہیں؟ کیا یہ بہتر حکومت کی خواہش ہے یا پھر یہ خوف کہ کہیں مخالفین طاقتور نہ ہوجائیں؟

تبدیلی کے کچھ اور تصورات پر بات ہورہی ہے۔ ان میں سے ایک اس نظریے کا احیاء ہے کہ اگر آئین سے کوئی حل نہ ملے تو سخت اقدامات ناگزیر ہوجاتے ہیں۔ اس طرح کی دیومالا کو دوبارہ جڑ پکڑنے سے رکنا ہوگا کیونکہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے جس کا حل آئین میں موجود نہ ہو۔ عوام سے رجوع کرنے کا چارہ تو ہمیشہ آخری قدم کے طور پر موجود رہتا ہی ہے۔ ہم نے ابھی تک موجودہ حالات سے نمٹنے میں پارلیمنٹ کی صلاحیت کو نہیں آزمایا۔

> عوام کی بڑھتی ہوئی بے چینی کے تناظر میں پی ٹی آئی کے سربراہ نے قبل از وقت عام انتخابات کا مطالبہ کیا ہے حالانکہ ایک اپوزیشن جماعت کو چاہیے کہ وہ موجودہ حکومت کو زیادہ ڈھیل دے تاکہ وہ اپنا نقصان کرسکے۔

چیئرمین سینٹ رضا ربانی کی اس بات میں بہت دم ہے کہ ہمیں ملک کو خطرات سے نکالنے کیلئے پارلیمنٹ کے اجتماعی شعور پر بھروسہ کرنا ہوگا۔ اس بات پر کسی کو حیران نہیں ہونا چاہیے کہ کچھ لوگ اب بھی فوج کو اقتدار سنبھالنے کی دعوت دینے پر تیار ہیں اس بات کو سمجھے بغیر کہ وہ آرٹیکل 6 کے تحت غداری کے مرتکب ہو رہے ہیں کیونکہ آئین کا یہ آرٹیکل ہمیشہ مردہ حرف نہیں رہے گا۔ گزشتہ فوجی حکومتوں کے ادوار سے فائدہ اٹھانے والوں کے پیچھے ہٹنے کے اشاروں کی غلط تشریح نہیں کی جاسکتی۔

یہ ایسا وقت نہیں ہے کہ جنرل مشرف کے اس دعوے کا جواب دیا جائے کہ فوجی حکمرانوں نے تو سب کچھ ٹھیک کیا اور سویلین صرف تماشہ ہی کھڑا کرتے رہے بلکہ انہیں صرف یہ بتانا کافی ہے کہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ پھر بھی فوجی قبضے کے تمام پہلوؤں پر بات کرنے میں کوئی حرج نہیں باوجود اس حقیقت کے کہ فوج آئین کے احترام کے اپنے عزم پر قائم ہے اور اس بات کو خوش آئند ہی کہا جاسکتا ہے۔

فوج کا کوئی دوست اسے نہیں کہے گا کہ وہ ایک ایسی ریاست کا انتظام سنبھالے جو جمہوری نظم ونسق کی راہ پر گامزن ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب بھی انہوں نے سویلینز کا کام اپنے ہاتھوں میں لیا ہے تو ان کی سب سے اہم ذمہ داری یعنی ملک کا بیرونی طاقتوں سے دفاع کرنا متاثر ہوئی ہے۔ 65 اور 71 کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں اور اس معاملے میں بھی عوام اس مقولے سے انجان نہیں ہیں کہ جنگ جیسا انتہائی سنجیدہ معاملہ جرنیلوں پر نہیں چھوڑا جاسکتا۔ اس کے علاوہ فوجی حکومت اس ختم ہوتے قانون کے تحت چلتی جس میں توانائی زیادہ صرف ہوتی جبکہ فائدہ کم ملتا ہے۔ جب جنرل مشرف پہنچے تو وہ اپنی حکومت کو اس کا اصل نام بھی نہ دے سکے بلکہ پاکستان کو ایک کاروباری ادارہ سمجھتے ہوئے انہوں نے خود کو اس کا چیف ایگزیکٹو بنالیا۔ یہ حقیقت بھی یاد رکھنے والی ہے کہ ہر فوجی حکمران نے جب ریاستی مشینری پر اپنی گرفت کھودی تو اس کی حکومت گرگئی۔ اب شاید یہ مشینری اتنی آسانی سے قابو میں نہ آسکے جتنی آسانی سے وہ 1958 یا 1971ء میں قابو آجاتی تھی۔

مزید یہ کہ اس وقت ریاست کو جو مسائل درپیش ہیں وہ اتنے پیچیدہ ہیں کہ انہیں بنے بنائے طریقوں سے ختم نہیں کیا جاسکتا اور اس بات کا خطرہ موجود ہے کہ پاکستان اقوام عالم میں رہی سہی عزت بھی کھودے گا۔ تمام حکمران خواہ وہ سول ہوں یا فوجی انہیں یاد رکھنا ہوگا کہ کسی بھی ملک کی ترقی اس کے شہریوں کے آگے بڑھنے پر منحصر ہوتی ہے۔ عوام زبردستی آگے بڑھنے کے قائل نہیں ہیں جبکہ فوجی حکمرانوں کو اسی کام میں مہارت ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ پاکستان میں ہونے والی بہترین اصلاحات جن میں زمینی، معاشی اصلاحات اور انتظامی تبدیلیاں بھی شامل تھیں وہ اس لئے کامیاب نہ ہوسکیں کیونکہ عوام نے انہیں اپنایا نہیں۔

انقلاب، تبدیلی یا وہ نیا پاکستان جو ہر کوئی چاہتا ہے وہ اوپر سے جاری کردہ ایگزیکٹو آرڈرز سے نہیں آئے گا بلکہ اسے نیچے سے ابھرنا ہوگا جس میں عوام خود اس بات کا اندازہ لگائیں کہ انہیں کیا چاہیے اور کیا نہیں اور ان کے حقوق ہیں کیا۔ جب تک کسی مستند تنظیم کے ایجنڈے پر حقیقی انقلاب نہیں آتا تب تک ہمارے پاس جو لولی لنگڑی جمہوریت ہے اور جس کا کوئی دفاع کرنے پر تیار نہیں وہی عوام کیلئے اپنی قسمت اپنے ہاتھوں میں لینے کا واحد راستہ ہے۔ آمریت کل بھی غلط انتخاب تھی اور آج بھی یہ درست راستہ نہیں ہوسکتا۔

(انگریزی سے ترجمہ، بشکریہ ڈان)

قائداعظم، 11 اگست 1947ء کی تقریر

ڈاکٹر وقار یوسف

قائداعظم محمد علی جناح آئین وقانون کی حکمرانی پر یقین رکھنے والے ایک سچے کھرے اور دیانت دار لیڈر تھے۔ اگست 1947ء میں قیام پاکستان سے چند روز قبل کراچی میں پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی سے خطاب کرتے ہوئے بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح نے پاکستان کے آئین اور انتظام مملکت کے چند بنیادی اصول بیان کیے۔

قائداعظم کی اس تقریر سے پاکستان کے دائیں اور بائیں بازو سے تعلق رکھنے والے سیاست دان، دانش ور، صحافی اور دیگر اہل قلم اپنے اپنے نظریات اور سیاسی فہم کے مطابق معنی اخذ کرتے ہیں۔ آج کے کالم میں بانی پاکستان کی 11 اگست 1947ء کی تقریر کے چیدہ چیدہ نکات اپنے قارئین کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔ قائد اعظم کے فرمودات کا مطالعہ کیجیے اور خود فیصلہ کرلیجیے کہ بانی پاکستان کے ذہن میں پاکستان کے شہریوں کے لئے کسی سیکولر ریاست کا خاکہ تھا یا کسی مذہبی ریاست کا۔۔۔؟ قائداعظم پاکستان میں مسلمانوں اور سب اقلیتوں کے لئے ایک جمہوری آئین کے ذریعے یکساں حقوق ومراعات اور فرائض کا تعین کردینا چاہتے تھے۔

قائداعظم نے کہا تھا۔اس دستور ساز اسمبلی کو دنیا بھر کیلئے ایک اچھی مثال بنتے ہوئے سب سے پہلے دو فریضے سرانجام دینے ہیں۔ پاکستان کیلئے ایک دستور مرتب کرنا، اور ایک خود مختار ادارے کے طور پر پاکستان کے وفاقی قانون ساز ادارے کا کردار ادا کرنا۔ایک جمہوری آئین تیار کرنے کیلئے ہمیں اپنی بہترین کوشش کرنا ہوگی۔

پارلیمنٹ کا پہلا فریضہ: یاد رکھیے کہ یہ ایک خود مختار قانون ساز ادارہ ہے اور (آئین وقانون سازی کے لئے) آپ کے پاس مکمل اختیارات ہیں۔ آپ پر بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ایک حکومت کی سب سے پہلی ذمہ داری امن وامان برقرار رکھنا ہے تاکہ ریاست اپنے شہریوں کی جان مال اور ان کے مذہبی عقائد کا مکمل تحفظ کرسکے۔ دیکھنا یہ ہے کہ آپ (اراکین اسمبلی) فیصلے کس طرح کرتے ہیں۔۔۔؟

ہندوستان میں رشوت ستانی اور بدعنوانی ایک زہر کی طرح پھیلے ہوئے ہیں۔ ہمیں (پاکستان کی اسمبلی اور حکومت کو) آہنی ہاتھوں سے اس زہر کا قلع قمع کردینا چاہیے۔ دوسری لعنت چور بازاری ہے۔ آپ کو اس لعنت کا بھی خاتمہ کرنا ہوگا۔ چور بازاری معاشرے کے خلاف ایک بہت بڑا جرم ہے۔ بلیک مارکیٹنگ کرنے والے باخبر، چالاک اور بظاہر ذمہ دار نظر آنے والے لوگ ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو انتہائی سخت سزا ملی چاہیے کیونکہ یہ لوگ خوراک اور دیگر اشیائے ضرورت کی نگرانی اور تقسیم کے نظام کو بگاڑ دیتے ہیں اور عام لوگوں میں فاقہ کشی اور اموات کا سبب بنتے ہیں۔

بہت سی اچھی چیزوں کے ساتھ ساتھ اقربا پروری اور بددیانتی (Jobbery and Nepostims) کی لعنت بھی ہمارے حصے میں آئی ہے۔ (پاکستان میں) اس برائی کو بھی سختی سے کچلنا ہوگا۔ میں خود اقربا پروری اور احباب نوازی کو برداشت نہیں کروں گا اور اس سلسلے میں کسی دباؤ کو خاطر میں نہیں لاؤں گا۔

اس کے بعد قائداعظم محمد علی جناح نے برصغیر کی تقسیم کے حوالے سے چند نکات پر اظہار خیال کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ بعض لوگ ہندوستان کی تقسیم اور پنجاب اور بنگال کے بٹوارے سے متفق نہیں۔ (ہندوستان کی) تقسیم کے خلاف بہت کچھ کہا گیا ہے لیکن اب جبکہ (سب فریقوں کی جانب سے) اسے تسلیم کیا جاچکا ہے تو ہم سب کا فرض ہے کہ ہم وفادارانہ طریقوں سے اس کی پابندی کرتے ہوئے آبرومندانہ طریقے سے اس پر عمل درآمد کریں۔ اس خطے میں دو کمیونٹیز کے درمیان موجود جذبات کو اچھی طرح سمجھا جاسکتا ہے۔ کہیں ایک کمیونٹی اکثریت میں ہے اور دوسری اقلیت میں۔ یہ کہنے کے بعد قائداعظم نے سوال کیا۔ اس (تقسیم) کے علاوہ کوئی اور صورت قابل عمل تھی۔۔۔؟ پھر فرمایا کہ تقسیم تو بہرحال ہونی ہی تھی۔ تاریخ کا فیصلہ یقیناً اس کے حق میں ہوگا۔ وقت کے ساتھ ساتھ تجربات سے یہ ثابت ہوجائے گا کہ ہندوستان کی آئینی مشکلات کا تقسیم کے سوا کوئی حل نہیں تھا۔ متحدہ ہندوستان کا تخیل قابل عمل نہ تھا اور یہ ہمیں خوفناک تباہی کی طرف لے جاتا۔ اس تقسیم میں کسی ایک یا دوسری مملکت میں اقلیتوں کا وجود بھی ناگزیر تھا۔

اب ہمیں کیا کرنا ہے۔۔۔؟ عظیم مملکت پاکستان کو خوش اور خوشحال دیکھنے کے لئے ہمیں اپنی ساری توجہ لوگوں کی فلاح وبہبود پر مرکوز کرنا ہوگی، بالخصوص عام لوگوں اور غریبوں کی خوشحالی کی طرف۔ اگر آپ ماضی (کی تلخیوں) کو فراموش اور باہمی تنازعات کو نظرانداز کرتے ہوئے کام کریں گے تو کامیابی یقیناً آپ کے قدم چومے گی۔ مل جل کر اس جذبے سے کام کیجئے کہ اس ملک کے ہر شہری کے حقوق ومراعات اور فرائض مساوی ہیں۔ قطع نظر اس بات کہ اس کا تعلق کس کمیونٹی سے ہے اور ماضی میں اس کے ساتھ تعلقات کس نوعیت کے تھے۔ اس کا رنگ، نسل اور عقیدہ کیا ہے۔ اس جذبے کے ساتھ کام کرتے ہوئے وقت کے ساتھ ساتھ اکثریت اور اقلیت، ہندو کمیونٹی، مسلم کمیونٹی، یہ تصورات زائل ہوتے جائیں گے۔ جہاں تک فرقوں کی بات ہے مسلمانوں میں بھی اور ہندوو?ں میں بھی کئی کئی فرقے موجود ہیں۔ سچ پوچھیں تو انڈیا کی آزادی میں (عوام کی) یہ تقسیم بہت بڑی رکاوٹ تھی۔ اگر یہ سب نہ ہوتا تو ہم پہلے ہی آزاد ہوچکے ہوتے۔

اب آپ آزاد ہیں۔ اس مملکت پاکستان میں آپ آزاد ہیں۔ مندروں میں جائیں، اپنی مساجد میں جائیں یا کسی اور عبادت گاہ میں۔ آپ کا کسی مذہب، ذات یا عقیدے سے تعلق ہو۔ مملکت کو اس سے کوئی سروکار نہیں۔ تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ کچھ عرصہ قبل انگلستان کے حالات ہندوستان کے موجودہ حالات سے بھی بدتر تھے۔ وہاں رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹ ایک دوسرے پر ظلم وزیادتیاں کرتے تھے۔ آج بھی دنیا میں ایسے ملک موجود ہیں جہاں کسی خاص طبقے کو امتیازی سلوک اور پابندیوں کا سامنا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ ہمارے سفر کا آغاز اتنے (خراب) حالات میں نہیں ہورہا۔ ہم اس بنیادی اصول کے ساتھ آغاز کررہے ہیں کہ ہم سب ایک ریاست کے (قطع نظر مذہب، رنگ، نسل، زبان) مساوی شہری ہیں۔ انگلستان کے عوام کو طویل وقت تک تلخ حقائق اور مشکل حالات کا سامنا کرنا پڑا۔ اب وہاں (سیاسی معنوں میں) نہ رومن کیتھولک ہیں نہ پروٹسٹنٹ، بلکہ اب وہاں ہر فرد برطانیہ کا ایک یکساں شہری ہے۔ ہمیں اپنا ایک نصب العین بنانا ہوگا۔ اس کی پابندی کے نتیجے میں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ (ریاست سے تعلقات کے معاملے میں) نا ہندو ہندو رہے گا نہ مسلمان مسلمان۔ یہ کہنے کے بعد قائد اعظم نے فرمایا کہ یقیناً ایسا مذہبی طور پر نہیں ہوگا، کیونکہ مذہب (یا عقیدہ) ہر فرد کا ذاتی معاملہ ہے، بلکہ ایسی سوچ ریاست کے شہریوں میں سیاسی معنوں میں فروغ پائے گی۔

بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح رحمتہ اللہ علیہ کی فکر اور آپ کا (مختصر دور کے لئے ہی سہی) انداز حکمرانی پاکستان کے ہر حکمران، ہر عوامی نمائندے اور ہر ووٹر کے لئے مشعل راہ اور تقلید کا متقاضی ہے۔

عالی قدر مفضل سیف الدین کی پاکستان آمد

داؤدی بوہرہ جماعت کے پیشوا عالی قدر مفضل سیف الدین نے اس سال محرم الحرام کی مجالس سے کراچی میں خطاب کیا۔ ان مجالس میں بیرونِ ملک سے بھی ہزاروں افراد شریک ہوئے۔ اچھے انتظامات اور اعلیٰ ڈسپلن کے مظاہرے پر حضرت مفضل سیف الدین کے پیروکار بوہری برادری کے اراکین خصوصاً بوہرہ کمیونٹی کراچی کے منتظمین کو ہدیہ تحسین۔ حضرت مفضل سیف الدین جامعہ الازہر سے فارغ التحصیل اور 2015ء سے علی گڑھ یونیورسٹی کے چانسلر بھی ہیں۔

(بشکریہ جنگ)

ہیں تلخ بہت بندۂ مزدور کے اوقات

اسلم اعوان

چائلڈ پروٹیکشن اینڈ ویلفیئر کمیشن کی طرف سے جار کردہ اعداد وشمار کے مطابق گزشتہ چھ سالوں کے دوران ہوٹلوں اور ورکشاپس میں کام کرنے اور بھیک مانگنے والے کمسن بچوں اور بچیوں کے ساتھ جنسی استحصال کے 28 ہزار 656 کیسیز رپوٹ ہوئے ہیں۔اگرچہ ملکی قوانین کے مطابق چھوٹی سطح کے کارخانوں، موٹر میکینکس کی ورکشاپس، خرادمشینوں اور ہوٹلوں میں کام کرنے والے بچوں کے علاج معالجہ اور تعلیم کا بندوبست آجر کی ذمہ داری ہے لیکن یہاں مزدور بچوں سے انکی جسمانی استعداد سے زیادہ مشقت لینے کے باوجود سہولیات کی فراہمی ممکن نہیں بنائی جاتی۔

صوبائی حکومت کے پی کے نے پبلک ہیلتھ سرویلنس اینڈ ریسپانس آرڈیننس جاری کر کے معدنیاتی کانوں اور فیکٹریوں میں کام کے دوران سیلیکوسس جیسی مہلک مرض کا شکار بننے والے مزدوروں کی صحت اور علاج کو قانونی تحفظ فراہم کرنے کیلئے مثبت قدم اٹھایا، محکمہ صحت نے اس قانون کا مسودہ سپریم کورٹ آف پاکستان میں زیرسماعت سیلیکوسس سے متاثرہ مزدوروں کے کیس کے ریکارڈ میں شامل کرانے کا عندیہ بھی دیا ہے۔جس کے بعد سلیکوسس کو بھی ان بیماریوں میں شمار کرلیا جائے گا جن کی مقررہ مدت کے اندر رپوٹنگ لازمی ہوتی ہے، واضح رہے کہ پشاور، مانسہرہ، بونیر، نوشہرہ اور ڈیرہ اسماعیل خان میں سیمنٹ فیکٹریوں، ماربل کے کارخانوں اور گرینائٹ کے پہاڑوں میں بلاسٹنگ کرنے والے درجنوں مزدور سینے کی مہلک بیماری سیلیکوسس میں مبتلا پائے گئے اور اسی المیہ کے تدارک کیلئے مزدوروں کے حقوق کی علم بردار تنظیموں نے پہلے ہی سپریم کورٹ میں رٹ درخواست دائر کر کے متاثرہ مزدوروں کے علاج معالجے اور کارکنوں کو بیماریوں سے بچانے کیلئے پیشگی حفاظتی اقدامات اٹھانے کی استدعا کررکھی ہے۔ بلاشبہ یہ منتخب جمہوری حکومت کی بنیادی ذمہ داری ہے کہ وہ پیداواری عمل میں حصہ لینے والے مزدوروں کو مہلک بیماریوں سے بچانے اور صنعتی کارکنوں کی استعدادکار بڑھانے کی خاطر انہیں صحت کی بہتر سہولیات کی فراہمی یقینی بنانے کے علاوہ کارخانوں سے نکلنے والے زہریلے مواد سے ماحول، جنگلی و آبی حیات اور انسانی معاشروں کو پہنچنے والے نقصان کے ازالہ کیلئے موثر قانونی سازی کر کے اس کا نفاذ یقینی بنائے۔ حیرت انگیز امر یہ ہے کہ پاکستان نے انٹرنیشنل لیبر آرگنائزیشن کے 120 کنونشنز پہ دستخط کرنے کے علاوہ انکی توثیق کر کے قانون سازی کا عہدو پیماں کیا لیکن اول تو یہاں مزدوروں کیحقوق کے تحفظ کیلئے موثر قانون سازی نہیں ہوسکی اور اگر کوئی قانون بنا بھی تو سرکاری ادارے اس پر عمل درآمد کا کوئی میکانزم تیار نہیں کرسکے، اسی لئے گزشتہ ستر سالوں میں تشکیل پانے والی پانچ لیبر پالیسیز مزدوروں کے حقوق کا تحفظ کرنے میں ناکام رہیں۔

تمام تر مساعی کے باوجود ہمارے معاشرے میں چائلڈ لیبر کی بدترین صورتیں سامنے آتی ہیں خاصکر گھروں میں کام کرنے والے ان بچوں اور بچیوں کے تحفظ کا کوئی قانون موجود نہیں، جن سے چوبیس گھنٹے مشقت لینے کے باوجود انہیں بدترین تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ چائلڈ پروٹیکشن اینڈ ویلفیئر کمیشن کی طرف سے جار کردہ اعداد وشمار کے مطابق گزشتہ چھ سالوں کے دوران ہوٹلوں اور ورکشاپس میں کام کرنے اور بھیک مانگنے والے کمسن بچوں اور بچیوں کے ساتھ جنسی استحصال کے 28 ہزار656 کیسیز رپوٹ ہوئے ہیں۔اگرچہ ملکی قوانین کے مطابق چھوٹی سطح کے کارخانوں، موٹر میکینکس کی ورکشاپس، خرادمشینوں اور ہوٹلوں میں کام کرنے والے بچوں کے علاج معالجہ اور تعلیم کا بندوبست آجر کی ذمہ داری ہے لیکن یہاں مزدور بچوں سے انکی جسمانی استعداد سے زیادہ مشقت لینے کے باوجود سہولیات کی فراہمی ممکن نہیں بنائی جاتی۔ ہر چند کہ ملک بھر کے ہر ڈسٹرک میں لیبر آفس اور لیبر آفیسر سمیت مناسب سٹاف موجود ہوتا ہےجن کی ڈیوٹی میں شامل ہے کہ وہ گھریلو ملازمین بچوں کی سوشل انوسٹی گیشن رپوٹ تیار کرنے کے علاوہ کارخانوں میں کام کرنے والے مزدوروں کی حالت زار کا معائنہ کر کے مروجہ قوانین کے تحت کاروائی کریں۔ آئین کے آرٹیکل 3 کے مطابق ہر کسی سے اسکی استعداد کے مطابق کام لینے اور کام کی نوعیت کے مطابق اسکا معاوضہ ادا کیا جانا لازمی ہے۔ آرٹیکل 37 کہتا ہے کہ ریاست اس امر کی پابند ہوگی کہ بچوں اور عورتوں کو کسی ایسی جگہ کام کرنے کی اجازت نہ دے جہاں انکی عمر اور جنس کے منافی کام لیا جارہا ہو۔ لیبر لاز کے تحت مزدور بچے کو تعلیم اور صحت کی سہولت دینے کے علاوہ کم ازکم چار گھنٹے آرام کیلئے مہیا کرنا اور آٹھ گھنٹے ڈیوٹی کے علاوہ ہفتہ وار چھٹی کی فراہمی یقینی بنانا لازمی ہے۔ مزدور کی تنخواہوں کو چیک کرنا بھی لیبر آفیسر کا فرض اولین ہے لیکن ملک بھر کے لیبر دفاتر ان مقاصد کے حصول کو پس پشت ڈال چکے ہیں۔ نئے پی ایچ ایس آر آرڈینس کی پوری تفصیلات تو ابھی میسر نہیں ہوسکیں لیکن اس آرڈینس کے بنیادی مقاصد میں فیکٹریوں کے زہریلے مواد سے متاثرہ مزدور کو بیماریوں سے بچانے کا میکانزم بنانے کے علاوہ متاثرہ مزدوروں کو کارخانہ داروں سے 30 لاکھ روپے ہرجانہ کی ادائیگی کرانے اور بیماریاں پھیلانے والی فیکٹریوں پر بھاری جرمانے عائد کرنے جیسے قوانین شامل ہیں۔ ڈیرہ اسماعیل خان جہاں ایشیا کی سب سے بڑی چشمہ شوگر ملز سمیت چار شوگر ملیں، ٹیکسٹائل فیکٹری اور ایک بڑی سیمنٹ فیکٹری آپریشنل اور دو نئی شوگر ملیں زیرتعمیر ہیں، لیکن سرکاری اداروں کی غفلت کے باعث کارخانوں میں کام کرنے والے ہزاروں مزدور قانونی حقوق سیناواقف اور بنیادی سہولیات سے محروم ہیں۔ فیکٹریوں میں کام کرنے والے مزدوروں کی پوری اجرت ملتی ہے نہ انکے بچوں کیلئے صحت و تعلیم کی سہولیات بہم پہنچائی جاتی ہیں۔ بظاہر تو حکومت نے مزدور کی کم سے کم اجرت 15 ہزار روپے ماہوار مقرر کررکھی ہے لیکن یہاں کی ٹیکسٹائل اور شوگر انڈسٹریز میں آٹھ کی بجائے دس گھنٹے تک ڈیوٹی لینے کے باوجود مزدور کو 12 ہزار روپے ماہوار سے زیادہ تنخواہ نہیں ملتی۔ اس کی بڑی وجہ تو یہاں مزدور کو ملازمت کا تحفظ حاصل نہ ہونا ہے، مستقل ملازمت نہ ہونے کی وجہ سے فیکٹریوں میں کام کے دوران حادثات کا شکار ہونے اور بیماریوں میں مبتلا ہوجانے والے مزدوروں کو علاج معالجے کی سہولت ملتی ہے نہ مستقبل کا تحفظ۔ حکومت اگر کارخانوں میں کام کرنے والے کارکنوں کو انشورنس پالیسی پہ عملدرآمد یقینی بنائے تو مزدوروں کی ملازمت کو تحفظ ملنے کے ساتھ انکی فیملیز کو معاشی تحفظ بھی مل سکتا تھا لیکن بوجوہ سرکاری ادارے پیداواری عمل میں بنیادی کردار ادا کرنے والے مزدوروں کے حقوق کی نگرانی سے گریزاں نظر آتے ہیں۔ اس سے بھی بڑھ کر یہاں کے کارخانوں سے نکلنے والے زہریلے مواد کو ٹھکانے لگانے کا کوئی سسٹم موجود نہیں۔ فیکٹریوں کا زہریلا فضلہ اردگرد کی زرخیز زمینوں کو بنجر بنانے کے علاوہ دریائے سندھ میں پائی جانے والی آبی حیات کو تلف کررہا ہے، کارخانوں کا دھواں فضائی آلودگی بڑھا رہا ہے لیکن ای پی اے کے کارپردازوں نے آنکھیں بند کررکھی ہیں، متعلقہ ادارے کارخانہ داروں کو ان مضمرات کے تدارک کے لئے لازمی اقدامات کرنے پہ مجبور کرتے ہیں نہ متاثرہ افراد اور علاقوں کی فلاح کی خاطر قانون کا نفاذ یقینی بناتے ہیں۔ مزدوروں کے حقوق اور فضائی آلودگی کے تدارک کے لئے کام کرنے والا لیبر ڈیپارٹمنٹ، انوائرمنٹ پروٹیکشن ایجنسی کی نااہلی سے فائدہ اٹھا کر کارخانہ داروں سے من مانی کرتے ہیں۔ اس وقت یہاں کارخانوں سے نکلنے والے زہریلے مواد اور دھواں سے اجتماعی حیات کو شدید خطرات لاحق ہیں لیکن ان عوامل سے سرکاری اداروں کی چشم پوشی زیادہ تباہ کن نتائج کی حامل ہو گی۔ ایسے حالات میں صوبائی حکومت کی جانب سے فیکٹریوں میں کام کرنے والے مزدوروں کی صحت، ماحولیاتی آلودگی کے تدارک اور جنگلی و آبی حیات کو بچانے کی خاطر قانون سازی اس وقت مثبت پیش رفت سمجھی جائے گی جب اس پر عمل درآمد یقینی بنایا گیا۔

صوبائی حکومت کے پی کے نے پبلک ہیلتھ سرویلنس اینڈ ریسپانس آرڈیننس جاری کر کے معدنیاتی کانوں اور فیکٹریوں میں کام کے دوران سیلیکوسس جیسی مہلک مرض کا شکار بننے والے مزدوروں کی صحت اور علاج کو قانونی تحفظ فراہم کرنے کیلئے مثبت قدم اٹھایا۔

(بشکریہ تجزیات آن لائن)

استنبول میں ڈی ایٹ سربراہ اجلاس

ڈاکٹر فرقان حمید

پندرہ برس قبل جب ترکی میں پہلی بار اسلام پسند رہنما نجم الدین اربکان کی قیادت میں حکومت تشکیل دی گئی تو انہوں نے سب سے پہلے اسلامی ترقی پذیر ممالک پر مشتمل اقتصادی اتحاد کو قائم کرنے کے لئے یورپی یونین کی طرز پر ڈی ایٹ تنظیم کے قیام کی بنیاد رکھی۔ مرحوم وزیراعظم نجم الدین اربکان نے 22 اکتوبر 1996ء میں ان ممالک کے ماہرین اور وزراء پر مشتمل کئی ایک اجلاس منعقد کیے جن کے بعد 15 جون 1997ء کو استنبول میں منعقد ہونے والے سربراہی اجلاس میں ڈی ایٹ کو سرکاری یا رسمی طور پر ایک تنظیم کا روپ دے دیا گیا۔ اس تنظیم یا ادارے کے تحت چھ اصولوں کو وضع کیا گیا۔ یہ چھ اصول کچھ یوں تھے۔ 1۔ جنگ کی بجائے امن 2۔ دہرے معیار کی جگہ عدل و انصاف 3۔ استعماریت کی جگہ منصفانہ نظام 4۔ جھڑپوں کی جگہ مذاکرات، 5۔ برتری کی بجائے مساوات 6۔ دباو?اور پریشر کی جگہ انسانی حقوق اور ڈیموکریسی۔ ان چھ اصولوں کو وضع کرنے کی اصلی وجہ بیسویں صدی میں جاری رہنے والی جھڑپوں، استعماریت اور عدم انصاف کو ختم کرتے ہوئے برابری کی سطح پر تعاون کو فروغ دینا تھا۔ علاوہ ازیں قدرتی وسائل، گنجان ا?بادی اور اپنے اپنے علاقے کے ساتھ ساتھ دنیا میں بھی اہم مقام حاصل کرنے والے ان ممالک کے درمیان تجارتی تعلقات کو فروغ دینے کے لئے نئے مواقع پیدا کرنا اور اس مقصد کے لئے ٹھوس اقدامات اٹھانا اور منصوبوں کو مشترکہ طور پر عملی جامہ پہنانا تھا۔ اس اجلاس میں ڈی ایٹ ممالک کے سربراہی اجلاس کو ہر دو سال بعد منعقد کرنے کا فیصلہ بھی کیا گیا۔ 15 جون 1997ء کو منعقد ہونے والے پہلے سربراہی اجلاس میں ان ا?ٹھ ممالک کے درمیان مختلف امور اور شعبوں کو جن میں ان ممالک کو مہارت حاصل تھی میں تقسیم کر دیا گیا۔ اس طرح صنعت و صحت کا شعبہ ترکی کو، تجارتی شعبہ مصر کو، دیہاتی ترقیاتی امور بنگلہ دیش کو، انسانی وسائل انڈونیشیا کو، ٹیلی کمیونی کیشن اور ٹیکنالوجی ایران کو، فنانس، بینکاری اور نجکاری ملائیشیا کو، توانائی کا شعبہ نائیجیریا کو اور زراعت کا شعبہ پاکستان کی نگرانی میں دینے کا فیصلہ کیا گیا۔ ڈی ایٹ تنظیم کے تحت ہر دو سال بعد حکومتی اور مملکتی سربراہان کا اجلاس منعقد کیا جاتا ہے۔

ڈی ایٹ ممالک کی تنظیم جو کہ ا?ٹھ ممالک ترکی (ا?بادی 77 ملین)، پاکستان (ا?بادی 180 ملین)، ایران (ا?بادی 67 ملین) انڈونیشیا (ا?بادی 232 ملین)، ملائیشیا (ا?بادی 26 ملین)، مصر (ا?بادی 83 ملین)، بنگلہ دیش (ا?بادی 135 ملین) اور نائیجیریا (ا?بادی 150 ملین) پر مشتمل ہے کی کل ا?بادی ایک ہزار ملین یعنی ایک سو ارب کے لگ بھگ ہے اور اس طرح یہ ا?بادی پوری دنیا کی ا?بادی کا بیس فیصد بنتا ہے اور یہ ا?بادی یا ممالک دنیا کے وسائل کے چالیس فیصد سے زائد کے مالک ہیں۔ ڈی ایٹ ممالک میں صرف تین اقدار مشترک ہیں۔ ترقی پذیری، مذہب اسلام اور گنجان ا?بادی۔ ان ممالک کی اقتصادی منڈیوں کا حجم ایک ٹریلین ڈالر کے قریب ہے۔ دنیا کے مختلف براعظموں میں واقع یہ ممالک اپنے اپنے خطوں میں تو اہمیت رکھتے ہیں لیکن عالمی اقتصادی فیصلہ سازی میں ان کا کردار زیادہ نمایاں نہیں ہے اور ابھی تک یہ ادارہ مرحوم نجم الدین اربکان کی توقعات پر پورا نہیں اترا ہے تاہم اب مرحوم نجم الدین اربکان ہی کے قریبی ساتھی اور ترکی کے موجودہ صدر رجب طیب ایردوان نے اس تنظیم کو فعال بنانے کے لئے تنظیم کے رکن ممالک کے درمیان ڈالر کی بجائے اپنی اپنی کرنسی میں تجارت کو فروغ دینے کی تجویز پیش کی ہے جسے تمام رکن ممالک نے قبول تو کر لیا ہے لیکن اس پر عمل درا?مد کب شروع کیا جائے گا اس بارے میں ابھی کوئی فیصلہ نہیں کیا گیا ہے۔ اپنی اپنی کرنسی میں تجارت کرنے کے عمل کو ''کرنسی سوئپ'' کا نام دیا جاتا ہے۔ ترکی اور پاکستان کے ساتھ پہلے ہی سے کرنسی سوئپ پر معاہدہ طے پا چکا ہے اور ایران اور ترکی کے درمیان بھی اس بارے میں معاہدے پر دستخط ہو چکے ہیں جبکہ دیگر رکن ممالک کے ساتھ اس سلسلے میں مذاکرات کا سلسلہ جاری ہے۔ ڈی ایٹ ممالک کے درمیان ثقافت، صنعت اور توانائی میں تعاون کے معاملے میں کافی حد تک پیش رفت دیکھی گئی ہے لیکن ابھی تک کئی ایک شعبوں میں تعاون جن میں، زراعت اور تحفظ خوراک، بینکاری، تجارت، نقل و حمل اور سیاحت شامل ہیں میں تعاون کو فروغ دینے کے لئے عملی اقدامات اٹھانے کی ضرورت ہے۔

پاکستان، ترکی کے ڈی ایٹ صدر کے اختیارات سنبھالنے سے قبل تنظیم کا صدر تھا اور اس نے یہ اختیارات نومبر 2012ء میں اسلام آباد میں آٹھویں سربراہی اجلاس میں سنبھالے تھے اور اب اس نے یہ اختیارات ترکی کو منتقل کر دیے ہیں۔ استنبول میں گزشتہ ہفتے 20 اکتوبر بروز جمعہ منعقد ہونے والے نویں سربراہی اجلاس کی افتتاحی اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے پاکستان کے وزیر خارجہ خواجہ محمد آصف نے اس عزم کا اظہار کیا ہے کہ ترقی پذیر ملکوں کے گروپ ڈی ایٹ کی مشترکہ کوششوں سے تنظیم کو اپنے اہداف کے جلد حصول میں مدد ملے گی۔ انہوں نے کہا کہ گروپ نے رکن ملکوں کے درمیان تاجروں کیلئے ویزہ کے اجراء کے طریقہ کار میں سہولتوں اور کسٹم ڈیوٹی میں کمی کے معاہدے سمیت اہم کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ ترکی کے وزیر خارجہ مولود چاو?ش اولو نے اپنے افتتاحی کلمات میں اس بات پر زور دیا کہ ایسے وقت میں جب گروپ کے رکن ممالک کو کئی عالمی مسائل کا سامنا ہے، ان ملکوں کے درمیان تعاون کی اہمیت اور بڑھ گئی ہے، انہوں نے رکن ملکوں میں موجود مواقع سے فائدہ اٹھانے کیلئے توانائی کے شعبے میں تعاون پر بھی زور دیا۔

ڈی ایٹ سربراہ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے وزیراعظم شاہد خاقان عباسی کا کہنا تھا کہ پاکستان کی معیشت تیزی سے بحالی کی جانب گامزن ہے، تنظیم کے اہداف کے حصول میں پاکستان نے بھرپور کردار ادا کیا ہے۔ وزیراعظم کا کہنا تھا کہ ڈی ایٹ رکن ممالک کی ترقی میں معاون ثابت ہوگی جب کہ سربراہ اجلاس میں ڈی ایٹ کا چارٹر اور گلوبل وژن کی منظوری دی گئی ہے۔ وزیراعظم شاہد خاقان عباسی نے ترقی پذیر 8 ممالک (ڈی ایٹ) کی تنظیم کے رکن ممالک پر زور دیا کہ وہ عوام کی ترقی و خوشحالی کے لئے منصوبوں پر عملدرا?مد پر اپنی توجہ مرکوز کریں۔ انہوں نے کہا ہے کہ ''ڈی ایٹ میں بہت زیادہ مواقع اور وسائل پائے جاتے ہیں اس لئے مجموعی صلاحیت کو عملی جامہ پہنانے اور اپنے اجتماعی وسائل سے بھرپور استفادہ کے لئے ہر سطح پر اور ہر میدان میں ہمارے درمیان تعاون اور اشتراک کار کی ضرورت ہے۔'' انہوں نے کہا کہ ''پاکستان نے دن رات محنت کرتے ہوئے دہشت گردی کا قلع قمع کیا ہے جس سے اقتصادی صورت حال کو بہتر بنانے اور سیکورٹی کو بھی بہتر بنانے کا موقع ملا ہے۔''

اس موقع پر ترکی کے صدر رجب طیب ایردوان نے کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا دنیا کو پانچ ممالک کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑا جا سکتا۔ انہوں نے کہا کہ ''مجھے کوئی شک نہیں ہے کہ ڈی ایٹ ممالک تنظیم جو ا?ج اپنی بیسویں سالگرہ منا رہی ہے، یہ عالمی امن، خوشحالی اور استحکام کے لئے خدمات جاری رکھے گی۔ ہمیں ڈی ایٹ کے تحت تمام شعبوں میں تعاون کو مزید مضبوط کرنے اور توسیع دینے سے خوف محسوس نہیں کرنا چاہیے بلکہ مزید قدم اٹھاتے ہوئے اسے جی ٹوئنٹی سطح پر لیا جا سکتا ہے۔'' صدر ایردوان نے روہنگیا کے مسلمانوں پر ہونے والے ظلم و ستم کی جانب توجہ مبذول کرواتے ہوئے کہا کہ ''ہمیں عملی طور پر اقدامات اٹھانا ہوں گے اور بنگلہ دیش پر سارا بوجھ ڈالنے سے گریز کرنا ہوگا۔'' ایردوان نے کہا کہ ''عالمی سطح پر ایک طبقہ جان بوجھ کر اسلام اور مسلمانوں کو دہشتگردی سے منتج کر رہا ہے اور ان ہی ممالک کی حمایت اور پشت پناہی سے بوکو حرام، داعش، فیتو اور الشباب جیسی دہشتگرد تنظیمیں معرض وجود میں ا?ئی ہیں اور انہی دہشت گرد تنظیموں کے قتل عام کو اسلامی فوبیا کا روپ دیتے ہوئے پیش کیا جا رہا ہے۔'' ڈی ایٹ سربراہی اجلاس استنبول اعلامیے سے اپنے اختتام کو پہنچا۔ استنبول اعلامیے میں تنظیم کو فعال بنانے 2017 لائحہ عمل کی منظوری دی گئی۔ اسی دوران اجلاس میں شریک رہنماؤں نے استنبول کی مشہور جامع مسجد ''سلطان احمد یا بلیو ماسک'' میں نماز جمعہ ادا کی۔ اگلے روز وزیراعظم پاکستان شاہد خاقان عباسی نے ترکی کی جانب سے پاکستان کو فروخت کرنے کے ا?خری مرحلے میں موجود Atak-129-T ہیلی کاپٹر کی تجرباتی پرواز بھی کی۔ پاکستان جلد ہی ترکی سے بڑی تعداد میں اپنے دفاع مقصد کے لئے ان ہیلی کاپٹروں کو خریدنے والا ہے اور دونوں ممالک کے درمیان اس کی خریداری کے بارے میں مذاکرات آخری مرحلے میں داخل ہو چکے ہیں۔

(بشکریہ جنگ)

خواتین کے کارناموں کو ذرائع ابلاغ میں نہ سراہا جانا باعث افسوس ہے

آئی۔اے۔رحمان

کیا ریاست کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ پاکستانیوں خاص طور پر پاکستانی خواتین کی ان خدمات کا اعتراف کرے جنہیں بیرون ملک سراہا جاتا ہے؟

سرکاری ذرائع ابلاغ بیرون ملک پاکستانی مردوں کی کامیابیوں کو تو سراہتے رہتے ہیں خاص طور پر کھیلوں میں۔ جیسے ہی پاکستانی کرکٹ ٹیم نے سری لنکا کے خلاف ابوظھبی میں دوسرا ایک روزہ میچ جیتا تو وزیراعلیٰ پنجاب نے کوئی وقت ضائع کئے بغیر ہی مبارکبادی پیغام بھیج دیا۔

کھیلوں کی فتح کا جشن منانے کے معاملے میں ریاست اور پاکستانی قوم باقی دنیا کو بہت پیچھے چھوڑ جاتے ہیں۔ ہم نے آئی سی سی چیمپئنز ٹرافی جیتنے والی ٹیم کا جس انداز میں استقبال کیا اس کی ہماری تاریخ میں مثال نہیں ملتی۔ لیکن وہ کھلاڑی جو میچ جیتتے ہیں یا انفرادی طور پر بہت زیادہ سکور کرتے ہیں وہ ساری دنیا کے ہیروز ہوتے ہیں۔ اور کرکٹ تو خاص طور پر ہمارے دلوں کے بہت قریب ہے۔ لاہور کے قذافی سٹیڈیم میں ایک میچ کرانے کیلئے ہم شہر کے ایک بڑے حصے میں تعلیمی ادارے بند کرسکتے ہیں۔ یہ سب کچھ اس کہانی کی ایک چھوٹی سی قیمت سمجھی جاتی ہے جس میں دنیا کو یہ دکھانا مقصود ہوتا ہے کہ اگرچہ دہشت گرد غیر محتاط شہریوں اور آف ڈیوٹی سیکیورٹی اہلکاروں کو نشانہ بنا سکتے ہیں لیکن کھیل کے میدان ان کی پہنچ سے باہر ہیں۔ ہم ہاکی میں اپنے زوال اور فٹبال اور ایتھلیٹکس میں مجرمانہ غفلت کے مظاہرے پر پردہ ڈالنے کیلئے بھی کرکٹ کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔

نہیں، ہم کھیلوں کی بات نہیں کر رہے۔ ہم صرف چھوٹی چھوٹی چیزوں کی بات کر رہے ہیں جیسا کہ اینا پولیٹکوویسکا یا ایوارڈ جسے گلالئی اسماعیل نے جیتا اور ایمی ایوارڈ جو شرمین عبید چنائے کو ملا۔ گلالئی اسماعیل کی سرکاری سطح پر حوصلہ افزائی نہ ہونے کی وجہ شاید یہ ہوگی کہ انہوں نے یہ ایوارڈ ایک بھارتی صحافی گوری لنکیش کے ساتھ مشترکہ طور پر حاصل کیا تھا جنہیں بظاہر عدم برداشت کے خلاف لڑنے پر قتل کردیا گیا۔ مزید یہ کہ گلالئی نے نا صرف یہ کہ گوری لنکیش سے ہمدردی کا اظہار کیا بلکہ یہ بھی کہا کہ ''یہ ان کی مشترکہ جدوجہد اور ہمت'' ہے۔ ایسی باتیں پاکستان کے محبّ وطن حکام کو ناراض کردیتی ہیں، یہ کیسی جدوجہد ہے جو ایک پاکستانی سماجی کارکن اور بھارتی صحافی کو قریب لاتی ہے؟ ممکنہ طور پر وہ یہ کہیں گے کہ اس کہانی کا ایک سیکیورٹی پہلو بھی ہے'۔

جب انہیں معلوم ہوتا ہے کہ گلالئی اسماعیل کا تعلق پشاور سے ہے اور وہ ایک این جی او چلاتی ہیں جسے خواتین کے حقوق کیلئے کام کرنے پر انتہا پسندوں کی طرف سے دھمکیاں مل رہی ہیں تو وہ گلالئی سے اور نالاں ہوجاتے ہیں کیونکہ حکام عام طور پر جنرل مشرف کے ان خیالات سے اتفاق کرتے ہیں، کہ خواتین شہرت کیلئے مظلومیت کی کہانیاں گھڑتی ہیں، اس لئے انہوں نے گلالئی اسماعیل کی این جی او کی تحقیقات بھی شروع کردیں۔

کیا گلالئی نے یہ ایوارڈ قبول کرنے کیلئے ڈپٹی کمشنر سے این او سی لیا تھا؟ کیا ان کی این جی او کو سیکیورٹی ایجنسیوں نے کلیئر کیا تھا؟ کیا مقامی پولیس کے پاس گلالئی کے ساتھ کام کرنے والے عملے کی مکمل تفصیلات موجود تھیں بشمول چوکیدار، ان کے اہلخانہ اور بچوں کے سکول جانے کی تفصیلات وغیرہ؟ تفتیش کو جتنا چاہے طول دیا جاسکتا ہے۔

> کھیلوں کی فتح کا جشن منانے کے معاملے میں ریاست اور پاکستانی قوم باقی دنیا کو بہت پیچھے چھوڑ جاتے ہیں۔ ہم نے آئی سی سی چیمپئنز ٹرافی جیتنے والی ٹیم کا جس انداز میں استقبال کیا اس کی ہماری تاریخ میں مثال نہیں ملتی۔ لیکن وہ کھلاڑی جو میچ جیتتے ہیں یا انفرادی طور پر بہت زیادہ سکور کرتے ہیں وہ ساری دنیا کے ہیروز ہوتے ہیں۔ اور کرکٹ تو خاص طور پر ہمارے دلوں کے بہت قریب ہے۔ لاہور کے قذافی سٹیڈیم میں ایک میچ کرانے کیلئے ہم شہر کے ایک بڑے حصے میں تعلیمی ادارے بند کرسکتے ہیں۔ یہ

اسی طرح، شرمین عبید چنائے کے ایمی ایوارڈ جیتنے پر بھی زیادہ خوش ہونے کی ضرورت نہیں ہے جو آسکر ایوارڈ سے بھی زیادہ قابل قدر سمجھا جاتا ہے جو انہوں نے دوبار جیتا تھا اس کا مطلب ہے کہ حکام کی نظر میں 'مزید خطرناک'۔ ایسا لگتا ہے کہ انہوں نے ایوارڈ جیتنے کو معمول بنالیا ہے۔ اور انہوں نے بھلا اس بار کیا کیا ہے؟ ''دا گرل ان دا ریور''۔ اوہ پھر وہی کہانی۔ کیا وہ صرف اس بات سے مطمئن نہیں ہوئیں کہ وزیراعظم سیکرٹریٹ میں یہ فلم دکھائی گئی تھی اور وزیراعظم نواز شریف نے خواتین کو 'غیرت' کے نام پر قتل سے تحفظ دینے کیلئے تمام اقدامات کا یقین بھی دلا دیا تھا؟ یہ بات ان کے لیے کافی ہونی چاہیے تھی۔

شرمین عبید کو اعزاز دیئے جانے کے عمل کو کچھ اس طریقے سے رد کیا جائے گا۔ آخر شرمین نے پاکستان کو بدنام کرنے کیلئے ایک ایسی دیہاتی لڑکی کی خودساختہ کہانی کیوں چُنی جس نے اپنے خاندان کی غیرت کی خلاف ورزی کرکے اپنے لئے خود شوہر چن لیا تھا؟ یہ بے شرم لڑکی نا صرف یہ کہ اپنے نیک والد اور چچا کی طرف سے اپنے گنہگار وجود کو ختم کرنے کی کوشش سے بچ نکلی بلکہ اس نے خود کو دریا سے بھی نکال لیا اور اس میں اتنی ہٹ دھرمی تھی کہ اس نے خاندان کی غیرت کے رکھوالے کو سلاخوں کے پیچھے بھی پہنچا دیا۔ خدا کا شکر ہے کہ ملزم کو اس وجہ سے سزا نہیں دی گئی کیونکہ معاشرہ کبھی بھی ایک گمراہ لڑکی کو ساری برادری کی تذلیل کی اجازت نہیں دے سکتا۔

مزید یہ کہ ایسے حادثات تو ہر جگہ ہوتے ہیں اور یہ واقعات پاکستان میں عام نہیں ہیں۔ اور اگر بعض اوقات ایسا ہوتا بھی ہے تو یہ ہمارا اندرونی معاملہ

ہے بھلا ہم کسی دوسرے کو یہ اجازت کیوں دیں کہ وہ ہمیں اپنا گھر صاف کرنے کیلئے کہے؟

اگر پاکستانی خواتین کو بیرون ملک عزت ملتی ہے تو پاکستانی میڈیا اسے رپورٹ کرنے میں ناکام نہیں ہوتا۔ لیکن ایسی خواتین کے کاموں کی منظوری صاحب اقتدار لوگوں کی کلیئرنس لینے سے مشروط ہوتی ہے۔ تاہم اگر کوئی پاکستانی نژاد خاتون برطانوی دارالعوام کی رکن منتخب ہوجاتی ہے تو میڈیا خوشی سے پھولے نہیں سماتا جیسے ان کی کامیابی پاکستان یا میڈیا کی مرہون منت ہو۔ میڈیا کو اس وقت بھی بے حد خوشی ہوئی تھی جب ایک مسلمان خاتون کو سنگاپور میں صدر منتخب کیا گیا اور خوشی کا یوں اظہار کیا گیا جیسے اس کا سہرا مسلم امہ کو جاتا ہو۔

میڈیا عوام کو یہ بتانے میں ناکام ہوچکا ہے کہ پاکستانی نژاد خواتین برطانیہ یا امریکا جیسے ممالک میں اس لئے کامیاب ہوجاتی ہیں کیونکہ یہ ممالک اب بھی اپنے شہریوں کو ان کی قومی، نسلی یا مذہبی وابستگیوں سے بالاتر ہوکر وہ حقوق دینے پر تیار ہیں جنہیں ایک ترقی یافتہ معاشرے کی بنیاد سمجھا جاتا ہے۔ یہ خواتین اپنی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھاسکتی ہیں کیونکہ جس نظام میں وہ رہتی ہیں وہ ان کی ترقی میں مدد دیتا ہے۔ پاکستان میں مساوی مواقع تو مردوں کیلئے بھی خواب ہیں عورتیں تو بہت ہی پیچھے ہیں۔

پاکستانی خواتین نے ریاست کی طرف سے مواقع نہ ملنے کے باوجود بھی اپنی کوششوں سے بہت ترقی کی ہے۔ موجودہ رفتار سے انہیں مردوں جیسا مرتبہ حاصل کرنے میں کئی دہائیاں لگ جائیں گی۔ لیکن اگر ریاست بھلے ہی گلالئی اسماعیل یا شرمین کی طرف سے اپنی ساتھی خواتین کو آزاد کرانے کی کوششوں کی تعریف نہ کرے لیکن اگر وہ صرف خواتین کو ان کی پسند کے شعبوں میں اپنی تخلیقی توانائی کے اظہار سے روکنا ہی بند کردے تو یہ سفر بہت کم ہوجائے گا۔

(انگریزی سے ترجمہ، بشکریہ ڈان)

باچا خان، اہلِ پنجاب اور ضیاء الحق

اختر بلوچ

ضیاء الحق کی کودتا کے بعد ولی باغ کے تعلقات فوجی حکمرانوں سے قریب کے تھے۔ اس ضمن میں باچا خان کئی بار جنرل ضیاء الحق سے ملے اور ضیاء الحق کا باچا خان کے بارے میں تبصرہ یہ تھا کہ" وہ ایک وفادار پاکستانی ہیں"

باچا خان پاکستان کی سیاسی تاریخ کا ایک ایسا کردار ہے جن پر اُن کے مخالفین نے ہر طرح کے الزامات عائد کیے، ان میں مُلک دشمنی کا الزام سب سے نمایاں ہے۔ وہ برطانوی سامراج کے عتاب کا نشانہ تو رہے ہی لیکن تقسیمِ ہند کے بعد پاکستان میں بھی قید و بند کا شکار رہے۔ اُن کی خودنوشت سوانح حیات میں پنجابی بھائیوں کا ذکر جا بجا نظر آتا ہے آج ہمارا موضوع بھی یہی ہے۔ 1921 میں جب باچا خان پہلی بار جیل گئے تو وہاں کے ماحول اور قیدیوں کے بارے لکھتے ہیں کہ:

یہ مجاہدین بونیر سے آئے تھے۔ وہاں ان کی آپس میں لڑائی ہوگئی تھی اور انھوں نے اپنے امیر کو قتل کر دیا تھا۔ یہ پنجابی تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے پنجابی بھائیوں کی فطرت میں پارٹی بازی اور جھگڑے فسادات بھرے ہوئے ہیں اور بونیر میں جو مجاہدین ہیں اُن کی اکثریت بنگالیوں کی تھی۔ ان میں جوں ہی یہ پنجابی بھائی شریک ہوگئے تو انھوں نے گروہ بندیاں اور جھگڑے فساد شروع کر دیے اور انجام کار اُنھوں نے امیر کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ چنانچہ انھیں بونیر سے نکال دیا گیا تھا۔ یہاں بھی ان کی پارٹی بازی جاری رہی ان کا لیڈر مولوی فضل الٰہی ایک بہت بڑا پارٹی باز اور خطرناک آدمی تھا۔ کابل سے واپس آتے ہوئے میں نے اسے کابل میں دیکھا تھا اور میں نے اسے بڑی نصیحت کی تھی۔ اسی فضل الٰہی نے ایک نہایت اچھے کارکن مولوی بشیر کو اسی سازباز اور پارٹی بازی کی وجہ سے قتل کر دیا تھا مولوی بشیر ایک نہایت نیک اور مخلص کارکن تھے۔

پنجابی مُسلمانوں کے حوالے سے اُن کے خیالات تو آگے چل کر ہم مزید بیان کریں گے لیکن پنجابی سکھوں کے لیے اُنھوں نے تعریفی کلمات ہی لکھے ہیں۔ ڈیرہ غازی خان جیل میں اُن پر جو گزری اور سکھوں کے کیا، رویے تھے اس کہانی کو وہ یوں بیان کرتے ہیں؛

مجھے اکیلے ہی ایک چکی یعنی قید تنہائی کی ایک کوٹھری میں بند کر دیا گیا۔ ان چکیوں میں بہت سے سکھ قیدی تھے۔ وہ اس وجہ سے بند کیے گئے تھے کہ وہ ست سری اکال کے نعرے لگاتے تھے۔ سکھوں میں ایک بہت زبردست جذبہ پیدا ہو گیا تھا۔ ان پر جتنی سختی کی جاتی ان کا جذبہ اُتنا ہی زیادہ بڑھتا جاتا تھا۔

اس حوالے سے وہ مزید لکھتے ہیں کہ، سکھ جب اکٹھے ہو جاتے تو یہ شبد بڑے شوق سے گاتے کہ" سر جاوے میرا سکھی دھرم نہ جاوے" یہ سُن کر مجھے بڑا لطف آتا تھا۔ میں سوچتا تھا کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کی نسبت سکھوں میں یہ جذبہ اس لیے فراواں ہے کہ ان کی مذہبی کتاب اپنی مادری زبان میں ہے۔ وہ الفاظ و معانی کا کماحقہ اثر حاصل کر سکتے ہیں۔ نیز اسی وجہ سے وہ اپنے مذہب کی فضیلت اور عبارت سے بخوبی واقف ہیں۔ ہم ہندو مسلمان جس زبان میں عبادت کرتے ہیں اسے ہم نہیں سمجھتے۔ ہندوؤں کی عبادتی زبان سنسکرت اور ہماری زبان عربی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نہ تو ہم اپنے عبادتی کلام کے معنی و مفہوم سمجھ پاتے اور نہ ہندو لوگ۔ اب غور کریں کہ ایک آدمی جو اپنے مذہب سے واقف نہیں اور نہ ہی مذہبی کلام کو سمجھتا ہے، وہ کیوں کر ترقی کرے گا۔

علامہ اقبال کے ساتھ ان کی ملاقات اور اس حوالے سے پنجاب کے عمائدین کے تحفظات کے بارے میں بھی انھوں نے اپنے بھرپور خیالات کا اظہار کیا ہے۔ وہ اس ضمن میں یوں رقم طراز ہیں کہ:

میں افغانستان کے انقلاب کے زمانے میں اس کے حق میں پروپیگنڈہ کرنے اور امداد فراہم کرنے کے لیے ہندوستان گیا تھا۔ پنجاب میں ڈاکٹر اقبال، ظفر علی خان، ملک لال خان اور دیگر لوگوں سے ملاقات ہوئی۔

لاہور میں ڈاکٹر اقبال سے ملنے پر میرے خلافت کے ساتھیوں نے بڑی مذمت کی تھی۔ وہ مجھے کہتے تھے کہ میں نے ڈاکٹر اقبال سے کیوں ملاقات کی وہ تو کسی کام کا آدمی نہیں۔ لیکن آج میں جب پنجاب کے اخباروں اور لیڈروں کو دیکھتا ہوں تو حیران ہوتا ہوں کہ وہ اسی اقبال کی تعریفیں کرتے ہوئے نہیں تھکتے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ پاکستان کا خیال سب سے پہلے اس ہی کے دل و دماغ میں آیا تھا۔ یہ تخیل اسی نے پیدا کیا تھا۔ پنجاب کے مسلمانوں کا کوئی گُناہ نہیں ہے۔ دنیا بھر میں یہ قاعدہ جاری ہے کہ زندہ قومیں زندوں کی قدر کرتی ہیں۔ مُردہ قومیں مُردوں کی قدر کرتی ہیں۔ ہم مسلمان لوگ ہمیشہ مُردوں کی قدر کرتے ہیں۔ ہمارے ہاں زندہ انسانوں کی کوئی قدر نہیں۔

عمائدین پنجاب کا علامہ اقبال کے بارے میں معاندانہ خیالات کا ایک سبب شاید ان کے وہ اشعار ہیں جو انھوں نے پنجابی مسلمانوں کے بارے میں اپنی نظم" پنجابی مسلمان" میں کہے تھے؛

مذہب میں بہت تازہ پسند اس کی طبیعت
کرلے کہیں منزل تو گزرتا ہے بہت جلد
تحقیق کی بازی ہو تو شرکت نہیں کرتا
ہو کھیل مریدی کا تو ہرتا ہے بہت جلد
تاویل کا پھندا کوئی صیاد لگا دے
یہ شاخ نشیمن سے اترتا ہے بہت جلد

خلافت تحریک مشترکہ ہندوستان کی تاریخ میں ایک اہم تحریک تھی۔ اس جدوجہد میں ہندو اور مسلمان برابر کے شریک تھے۔ اس تحریک کے دوران پنجابیوں کے کردار کے بارے میں باچا خان کا کہنا ہے کہ؛

دسمبر 1928 میں کلکتہ میں خلافت کانفرنس ہوئی صوبہ سرحد سے ہم لوگ بھی اس میں شمولیت کے لیے گئے۔ کلکتہ میں پشاور کے اور بھی

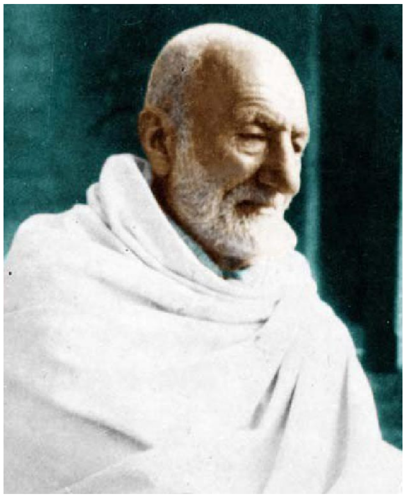

بہت سے لوگ رہتے تھے۔ وہ میوہ جات کی تجارت کرتے تھے۔ جب خلافت کانفرنس شروع ہوئی تو ہمارے نوٹس میں یہ بات آئی کہ پنجابیوں کے محمد علی و شوکت علی سے بڑے اختلافات ہیں۔

پنجابی ایک عجیب وغریب مخلوق ہیں۔ ایک مثال ملاحظہ فرمائیے۔ ایک دن میں زمیں دار (اخبار) کے دفتر میں اختر علی خان سے شکایت کر رہا تھا کہ دیکھو میرے اور تمہارے والد کے درمیان کتنے اچھے تعلقات ہیں۔ اگر پنجاب کے دوسرے اخبارات میرے خلاف پروپیگنڈہ کرتے ہیں تو تمھیں تو نہیں چاہیے کہ میرے خلاف غلط فہمیاں پھیلاؤ۔

میری یہ شکایت سن کر اختر علی خان ہنس پڑے اور بولے، ہماری فطرت ہے کہ نہ تو ہم پنجاب کے کسی لیڈر کو بخشتے ہیں، نہ ہی ہندوستان کے کسی رہنماء کو نظر انداز کرتے ہیں بلکہ عادتاً سب کی پگڑی اُچھالتے رہتے ہیں۔ یہی تماشہ کلکتہ میں بھی پنجابیوں نے سبجیکٹس کمیٹی کے اجلاس میں کیا۔ ایک رات خلافت کی سبجیکٹس کمیٹی کی میٹنگ تھی اور ہم سب اسٹیج پر بیٹھے تھے۔ ایک پنجابی لیڈر تقریر کر رہے تھے اور اپنی تقریر میں وہ محمد علی صاحب پر کچھ نکتہ چینی اور حملے کر رہے تھے۔ محمد علی صاحب میرے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے وہ صبر نہیں کر سکے اور غصے میں آ گئے اور ان کے منہ سے پنجابی لیڈر کے لیے ناشائستہ کلمات نکل پڑے۔ ہمارے پاس ہی ایک طرف ایک اور پنجابی بھی بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے محمد علی کو گالی گلوچ دینا شروع کر دیا۔ اسٹیج پر ایک زبردست ہنگامہ بپا ہو گیا۔ وہ مزید لکھتے ہیں کہ ہم کچھ پٹھان اصحاب محمد علی صاحب کے پاس گئے۔ ہم اس بارے میں ان سے چند باتیں کرنا چاہتے تھے، ہم نے محمد علی صاحب کے ساتھ اپنی بات چیت شروع کی۔ محمد علی صاحب آپ ہم مسلمانوں کے لیڈر ہیں ہم آپ کی توقیر اور عزت چاہتے ہیں، ہم کل کانگریس کی سبجیکٹس کمیٹی کے اجلاس میں گئے تھے۔ اس وقت گاندھی جی تقریر کر رہے تھے۔ ان کی تقریر کے دوران ہی ایک نوجوان نے ان کی مخالفت اور ان پر نکتہ چینی کی تھی۔ لیکن یہاں تک کہ انھیں ناشائستہ الفاظ سے سے مخاطب کرتے

تھے۔ لیکن گاندھی جی ان کے سامنے ہنس دیتے تھے اور ہم نے یہ بھی دیکھا کہ اس مداخلت اور نکتہ چینی کی وجہ سے شاید ہی ان کی تقریر میں کسی قسم کی تیزی یا تندی پیدا ہوئی ہو۔ یہ بات ہم آپ کو اس لیے بتا رہے ہیں کہ آپ ہمارے رہنما ہیں ہم آپ کی برتری کے خواہاں ہیں، اس لیے اگر آپ اپنے اندر صبر کا مادہ پیدا کر لیں گے تو یہ بہت اچھا ہو گا۔ ہماری یہ بات سنتے ہی بہت ناراض اور غضب آلود ہو گئے اور بول اُٹھے۔ دیکھو یہ جنگلی پٹھان محمد علی جوہر کو سمجھانے آئے ہیں۔

باچا خان اپنی آپ بیتی میں صوبہ سرحد میں انتخابات کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

پھر الیکشن کے وقت مسلم لیگ نے صوبہ سرحد میں پروپیگنڈے کے لیے ایک پنجابی کو بھیجا جس کا نام میجر خورشید تھا۔ یہ اپنی بدعملیوں کی وجہ سے فوج سے موقوف کر دیا گیا تھا۔ اسے اس غرض اور مطلب کے لیے بھیجا گیا تھا کہ وہ پٹھانوں میں خانہ جنگی پیدا کر دے وہ پشاور کے مسلم لیگیوں میں اس قسم کی تقریریں کیا کرتا تھا، جو تشدد آمیز جذبات سے بھری ہوتی تھیں اور وہ کہا کرتا تھا کہ یہ جو چند آدمی کانگریسی لیڈر ہیں اور قوم میں اثر و رسوخ رکھتے ہیں انھیں قتل کر دینا چاہیے اور ایسے لوگ پیدا کرنے چاہئیں کہ جنھیں ہم دس، دس بیس، بیس ہزار روپے دے دیں تاکہ وہ ان آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیں کیوں کہ ان کی موت کے بغیر ہمارا راستہ صاف نہیں ہوسکتا۔

اس کی ان تقریروں کا مطلب یہ تھا کہ یہ لوگ آپس میں دست و گریباں ہو جائیں گے۔ خدائی خدمت گاروں کا ایک رہنما بھی مار دیا جائے تو چوں کہ قوم کی ہمدردیاں ان کے خدائی خدمتگاروں کے ساتھ ہیں، اس لیے بدلہ لینے کے لیے ضروری ہے کہ قوم مسلم لیگ کے لیڈروں کو قتل کر دے گی، اور اس طرح یہ لوگ اپنے گھر میں باہمی فساد اور جنگ و جدل میں مصروف ہو جائیں گے اور تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ میجر خورشید صرف ہمیں ہی برباد کرنا نہیں چاہتا تھا بلکہ ساری پختون قوم کو تباہ کرنا چاہتا تھا۔

اس ضمن وہ مزید لکھتے ہیں کہ چند خوانین اور ملک وغیرہ جو انگریزوں کے ریزہ چین تھے۔ وہ سمجھ گئے تھے کہ اگر میجر خورشید کی بات پر عمل کرتے ہیں تو ایک بھی زندہ نہیں بچے گا۔ اس لیے انھیں میجر خورشید کے پروگرام پر عمل کی جرات نہ ہوسکی۔ میجر خورشید کو پنجابیوں نے پٹھانوں کی بربادی کے لیے بھیجا تھا۔ لیکن وہ اپنے ناپاک مقصد میں کامیاب نہ ہوسکا۔

تقسیم سے قبل تک تو باچا خان کے پنجابی مسلمانوں کے ساتھ تحفظات تو تھے ہی لیکن تقسیم کے بعد بھی یہ برقرار رہے۔ اس کا بیان ان کی آپ بیتی میں کچھ یوں ہے:

جیل میں جو سلوک انگریزی حکومت ہمارے ساتھ روا رکھتی تھی اس کے مقابلے میں اس اسلامی حکومت نے ہمارے ساتھ دس گنا زیادہ بُرا سلوک روا رکھا، پاکستانی حکومت نے مجھے ہمیشہ جیل کی ایسی کوٹھری یا بیرک میں رکھا جس کی روشنی بھی رات کو گُل کر دی جاتی تھی۔ حیدرآباد جیل میں تو مجھے تنہائی میں رکھا گیا اور کسی سے ملنے کی اجازت نہ تھی۔ اس جیل کی آب و ہوا میرے موافق نہ تھی بلکہ مضر تھی وہاں میں بیمار ہو گیا، مجھے گُردے کی خرابی کی شکایت پیدا ہوگئی جس سے میرے پاؤں خراب ہو گئے لیکن جیلر نے جو پنجابی مسلمان تھا میری طرف کوئی توجہ نہ دی اور برائے نام غلط سلط دوائیں دیتا رہا، آخر کار مجھے لاہور جیل منتقل کر دیا گیا وہاں بھی بیماری بڑھتی گئی، یہاں سے منٹگمری جیل بھجوا دیا گیا اور کوٹھری میں بند کر دیا گیا وہاں بھی بیماری نے میرا ساتھ نہ چھوڑا اور میری صحت روز بہ روز گرتی گئی۔

اسی حوالے سے باچا خان کے بارے میں فارغ بخاری کی کتاب ''تحریک آزادی اور باچا خان'' ان کے بھائی ڈاکٹر خان صاحب کے قتل کے پس منظر میں لکھا ہے کہ: 9 مئی 1958 کو باچا خان کے بڑے بھائی اور ون یونٹ کے تحت قائم شدہ مغربی پاکستان کے سابق وزیر اعلی ڈاکٹر خان صاحب کو قتل کر دیا گیا۔ 19 مئی 1958 کو ایک جلسے سے خطاب کرتے ہوئے باچا خان نے کہا کہ ڈاکٹر خان صاحب کے قتل سے پشتونوں، پنجابیوں کے درمیان عناد کے جذبات میں اضافہ ہو گیا ہے۔ انھوں نے ہر مکتب فکر کے پاکستانیوں سے اپیل کی کہ وہ ان دونوں کے درمیان بہتر مفاہمت کے لیے کوشش کریں۔ اگر یہ رجحان جاری رہا تو اہل پنجاب اور پختونوں کا ایک ساتھ چلنا مشکل ہو جائے گا۔

کالا باغ ڈیم کے حوالے سے وہ ضیاء دور کے ایک وزیر محبوب الحق کے ایک مضمون کے جواب میں لکھتے ہیں کہ: اب پنجاب کے جاگیردار سرمایہ دار اور نوکرشاہی کو احساس ہوا کہ چھوٹے صوبوں کو ان کے وسائل لوٹانے کے بعد پنجاب کو کن مشکلات کا سامنا ہوگا۔ آج یہ احساس پنجاب کے ترجمان کو شدت کے ساتھ ہو رہا ہے کہ پنجاب نے اپنا پانی ہندوستان کو بیچ کر کتنی مصیبت اپنے لیے لے رکھی ہے۔ ایک تو ان کے اپنے پاس اپنا ایک بھی دریا نہیں رہا جس پر پن بجلی لگا سکیں۔ پانی کی کمی کا مسئلہ پنجاب کی تقسیم کے سلسلے میں اٹھا، مگر پنجاب نے از خود یہ پانی ہندوستان کے حوالے کر دیا اور پنجاب کے دریاؤں کی تقسیم میں دریائے سندھ کو بھی شامل کر دیا، جو کسی طریقے سے بھی ہندوستان اور پنجاب کی ملکیت نہیں تھا۔

کالا باغ ڈیم کے حوالے سے پنجاب کے موقف کے بارے ان کہنا تھا کہ اب تو پنجاب سے بھی اس قسم کی آوازیں آرہی ہیں کہ پچاس ہزار افراد کو کالا باغ بند کے منصوبہ کے دفاع کے لیے تیار منظّم کیا جائے گا، مطلب یہ ہے کہ اب یہ مسئلہ افہام و تفہیم کی حدود کو پھلانگ کر محاذ آرائی طرف لے جایا جا رہا ہے۔ اس طریقے سے پشتونوں، سندھیوں، بلوچوں کو آپس میں لڑوا کر معلوم نہیں کس منصوبے کی تکمیل کی راہ ہموار کی جا رہی ہے۔ مضمون کے آخر میں وہ لکھتے ہیں مسلسل استحصالی پالیسیوں کے نتیجے میں پاکستان ایک دوراہے پر کھڑا ہے۔ ہم نے دیکھا یہ کہ پنجاب کے جاگیردار، سرمایہ دار اور نوکرشاہی نے ملی بھگت کر کے اس ملک کے عوام کو اپنے بنیادی آئینی، انسانی، جمہوری، قانونی، اقتصادی، معاشی اور معاشرتی حقوق سے محروم رکھا اور اس کے نتیجے میں جناح صاحب کے پاکستان کو ختم کر کے رکھ دیا۔ یہ باقی ماندہ پاکستان وہ پاکستان نہیں رہا جس کی بنیاد 14 اگست کو رکھی گئی تھی۔

لیکن ایک پنجابی ایسا تھا جو سیاستدان نہیں تھا، لیکن باچا خان سے اُس کے تعلقات بہتر تھے اور اس نے باچا خان سے ملاقاتیں بھی کی تھیں۔ جنرل ضیاء کی شخصیت میں نہ جانے ایسا کیا کرشمہ تھا کہ جی ایم سید جو کہ پنجابیوں کے سخت خلاف تھے، انھوں نے بھی تین سے زائد بار ضیاء الحق سے ملاقاتیں کی تھیں۔ جناب جمعہ خان صوفی اپنی کتاب ''فریبِ ناتمام'' کے صفحہ نمبر 492 پر لکھتے ہیں کہ: ضیاء الحق کی کودتا کے بعد ولی باغ کے تعلقات فوجی حکمرانوں سے قریب کے تھے۔ اس ضمن میں باچا خان کئی بار جنرل ضیاء الحق سے ملے اور ضیاء الحق کا باچا خان کے بارے میں تبصرہ یہ تھا کہ'' وہ ایک وفادار پاکستانی ہیں''۔ اس سلسلے میں دونوں کے بیچ خط و کتابت بھی ہوئی۔ باچا خان نے ایک خط ضیاء کو لکھا تھا، جس کا جواب ضیاء الحق کے دفتر نے دیا۔ یہ خط کابل میں پاکستانی سفارت خانے کے توسط سے آیا تھا۔

اس خط کے متن کو انھوں نے اپنی کتاب میں یوں شائع کیا ہے۔

''آپ کا خط مورخہ 5 فروری 1980 صدر مملکت کو ملا، جس میں آپ نے افغانستان میں رونما ہونے والے حالات پر اظہار خیال کیا ہے۔ آپ کے خط کا یہ پہلو خوش آئندہ ہے کہ آپ نے ایک آزاد، خودمختار اور اسلامی ملک افغانستان پر سوویت یونین کے قبضے کو ناپسند کرتے ہوئے یہ امید ظاہر کی ہے کہ ہم دوسروں کے مفاد کی خاطر اس علاقے کو میدان کارزار نہیں بننے دیں گے۔ صدرِ پاکستان آپ کی تائید کرتے اور کوشاں ہیں کہ ہمارا علاقہ اس سے بچے۔

آپ نے بجا فرمایا ہے کہ افغانستان اور پاکستان کو اچھے پڑوسیوں کی طرح رہنا چاہیے۔ صدرِ مملکت کی بھی یہی خواہش ہے اور وہ افغانستان کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کرنے کے لیے اقدام بھی کر چکے ہیں۔ ہماری اس خواہش میں کوئی کمی یا تبدیلی نہیں آئی۔

آپ نے باقی جو مشورے دیے ہیں صدرِ مملکت ان کی بھی قدر کرتے ہیں بلکہ وہ آپ کے شکرگزار ہیں کہ آپ نے ضعیف العمری کے باوجود موجودہ حالات کے متعلق انھیں اپنی رائے سے نوازا۔ حکومتِ پاکستان کی یہ کوشش ہے کہ ملک کے تمام حصے ملکی خوشحالی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں، تاکہ یہ جلد از جلد ترقی کی منزلیں طے کر سکے۔

امید ہے آپ کو دیرینہ بیماری سے افاقہ ہوگا اور آپ بخیریت ہوں گے۔

آپ کا خیراندیش

میجر جنرل ایم کے عارف

جمعہ خان صوفی سے ہم نے بذریعہ ٹیلیفون رابطہ کیا اور اُن سے درخواست کی کہ اگر مذکورہ خط کی کوئی نقل مل جائے تو ہمارے لیے بہتر ہوگا۔ جس کے جواب میں انھوں نے کہا کہ جس وقت یہ خط افغان سفارت خانے کو موصول ہوا تھا اُس وقت نہ تو فوٹو اسٹیٹ مشینیں عام تھیں اور نہ ہی کمپیوٹرز۔ اس لیے اس خط کا متن انھوں نے اپنی ڈائری میں حرف بہ حرف لکھ لیا تھا۔ اس کے باوجود اگر کسی کو اعتراض ہو تو وہ مجھ سے رابطہ کر سکتا ہے، اور میں پوری صورتحال سے اُسے آگاہ کر سکتا ہوں۔ جہاں تک باچا خان اور ضیاء الحق کے درمیان ملاقاتوں کے بارے میں، میں نے جو کچھ لکھا ہے وہ آپ آسانی سے انٹرنیٹ یا اخبارات کی لائبریری سے اس کی تصدیق کر سکتے ہیں۔

(بشکریہ تجزیات آن لائن)

بچے سکول سے کیوں بھاگتے ہیں

فیصل باری

کچھ بچوں کو گھر کے کاموں کے لیے گھر ہی میں رہنا پڑتا ہے،بعض گھرانوں کو بچوں کے کام سے ملنے والی آمدن کی ضرورت ہوتی ہے۔بعض اوقات والدین کا تعلیم کو اہمیت نہ دینا اور ثقافتی و مذہبی عوامل کو بھی داخلے کی شرح میں کمی کی وجہ گردانا جاتا ہے۔اس مسئلے کو ایک اور زاویے سے بھی دیکھا جاسکتا ہے۔ہمارا سوال ہونا چاہیے کہ آخر ہمارے سکولوں میں اتنی تعداد میں بچے کیوں ہیں؟ میرے لیے ابتدائی عمر کے **10** سے **15** فیصد بچوں کا سکول نہ جانا حقیقت سے زیادہ پہیلی ہے۔اگر ہم اس پر غور کریں تو ہمیں سکول چھوڑنے کے معاملے کی بہتر سمجھ آسکتی ہے۔ہم جانتے ہیں کہ محدود تعداد میں مہنگے نجی سکولوں کو چھوڑ کر بیشتر سکولوں میں معیار تعلیم ناقص ہے۔پنجاب ایگزامینیشن کمیشن کے جماعت پنجم وہشتم کے نتائج سے زیادہ تر طلبہ کی ناقص تعلیمی کارکردگی کا اندازہ ہوتا ہے۔

صوبائی حکومتیں کوشش کررہی ہیں کہ ہر بچہ سکول میں داخلہ لے۔ داخلے کی شرح بڑھانے کے لیے گزشتہ چند دہائیوں میں سرکاری نظام تعلیم میں کئی طرح کی اصلاحات بھی کی گئی ہیں۔اساتذہ کی تنخواہوں کو بڑھایا گیا ہے،انفراسٹرکچر میں بہتری لائی گئی ہے، اساتذہ کی نگرانی ہورہی ہے، ان کی بھرتیوں کے عمل کو زیادہ شفاف بنایا گیا ہے اور تربیت پر کہیں زیادہ خرچ کیا جارہا ہے۔داخلے میں اضافے کی مہم قریباً ہر سال چلائی جاتی ہے۔مگر تاحال ہم سب بچوں کو سکول داخل کرانے میں کامیاب نہیں ہوپائے۔حکومت سے یہ پہیلی حل نہیں ہورہی کہ آخر 10 سے 15 فیصد بچے کیوں سکولوں میں داخلہ نہیں لیتے؟اس کی بہت سی وجوہ بیان کی جاتی ہیں۔ سکولوں کی تعداد (بالخصوص لڑکیوں کے) ناکافی ہے، سکول زیادہ دور ہیں اور آمدورفت کے اخراجات زیادہ۔ کچھ بچوں کو گھر کے کاموں کے لیے گھر ہی میں رہنا پڑتا ہے، بعض گھرانوں کو بچوں کے کام سے ملنے والی آمدن کی ضرورت ہوتی ہے۔بعض اوقات والدین کا تعلیم کو اہمیت نہ دینا اور ثقافتی و مذہبی عوامل کو بھی داخلے کی شرح میں کمی کی وجہ گردانا جاتا ہے۔اس مسئلے کو ایک اور زاویے سے بھی دیکھا جاسکتا ہے۔ ہمارا سوال ہونا چاہیے کہ آخر ہمارے سکولوں میں اتنی تعداد میں بچے کیوں ہیں؟ میرے لیے ابتدائی عمر کے 10 سے 15 فیصد بچوں کا سکول نہ جانا حقیقت سے زیادہ پہیلی ہے۔ اگر ہم اس پر غور کریں تو ہمیں سکول چھوڑنے کے معاملے کی بہتر سمجھ آسکتی ہے۔ہم جانتے ہیں کہ محدود تعداد میں مہنگے نجی سکولوں کو چھوڑ کر بیشتر سکولوں میں معیار تعلیم ناقص ہے۔پنجاب ایگزامینیشن کمیشن کے جماعت پنجم وہشتم کے نتائج سے زیادہ تر طلبہ کی ناقص تعلیمی کارکردگی کا اندازہ ہوتا ہے۔ اے ایس ای آر سروے سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ جماعت پنجم کے طلبہ کو جماعت دوم کا کام کرنے میں دشواری ہوتی ہے۔پھر بچے سکول کیوں جائیں؟ وہ سکول میں اپنا وقت کیوں برباد کریں اور اسے چھوڑ کر کچھ اور کرنے کا کیوں نہ سوچیں؟ ہم جانتے ہیں کہ میٹرک کا امتحان دینے والے 50 سے 60 فیصد طلبہ ناکام رہتے ہیں۔ جماعت اول میں داخلہ لینے والوں کی بڑی تعداد جماعت دہم تک نہیں پہنچ پاتی۔ اس چھانٹی کے باوجود اگر دس سال کی پڑھائی کے بعد بچے نے ناکام ہونا ہے تو والدین 10 سال کیوں جتن کرتے رہیں؟ پاکستان کے گریجویٹس میں بے روزگاری کی شرح بہت زیادہ ہے۔معاشی ترقی میں کمی آئی ہے، سرکاری ملازمتیں ناپید ہیں اور مینوفیکچرنگ کا شعبہ کب سے نڈھال چلا آرہا ہے۔مشرق وسطیٰ روزگار کے لیے بہتر انتخاب ہے لیکن وہاں بھی نیم ہنرمندوں کے لیے ملازمت کے مواقع محدود ہوگئے ہیں۔ گزشتہ چند دہائیوں میں ہماری معیشت نے زیادہ تر ملازمتیں خدمات کے شعبے میں پیدا کیں لیکن اس شعبے میں عموماً کم ہنرمند افراد کی کھپت ہے اور سیلز ایجنٹ، کمپنیوں میں ترسیل کا کام کرنے والے، دکانوں کا سیل سٹاف اور ریسٹورنٹ کے میزبان، ان سب کے پاس اپنے شعبے میں آگے بڑھنے کے مواقع محدود ہوتے ہیں۔کام کی عمر کو پہنچنے والے لاکھوں نوجوانوں کے لیے معاشی سست روی کے باعث ملازمت پانا مزید دشوار ہوگیا ہے۔لڑکیوں کی صورت حال زیادہ گھمبیر ہے۔صرف 20 فیصد عورتیں متحرک ورک فورس کا حصہ بنتی ہیں۔جنہیں ملازمت کی تلاش ہوتی ہے ان کے لیے تدریس ان چند شعبوں میں سے ہے جن میں ملازمت کو خاندان والے قبول کرتے ہیں۔لیکن نوجوانوں کی زیادہ تعداد اور معاشی سست روی کے ہوتے شعبوں کے انتخاب پر ایسی رکاوٹیں تعلیم سے استفادے کو مزید محدود کردیتی ہیں۔نجی شعبے میں کام کرنے والے زیادہ تر اساتذہ کو سرکار کی طے کردہ کم از کم اجرت بھی نہیں دی جاتی۔ معاشی فائدہ حصول تعلیم کی جانب راغب کرنے والا ایک اہم عنصر ہے اور اگر یہ نہ ہوتو تعلیم میں کشش کم ہوجاتی ہے۔تعلیم صرف ملازمت کے لیے حاصل نہیں کی جاتی۔ بہت سوں کے نزدیک تعلیم بنیادی حق ہے اور بہت سے بہتر طرز حکمرانی، فعال جمہوری نظام اور سماج کے لیے شہریوں کی خواندگی لازمی خیال کرتے ہیں۔اگر یہ سمجھ لیا گیا ہوتا کہ ملک کا مستقبل بچوں کی تعلیم پر منحصر ہے تو کیا ریاست اور سماج نے اس پر زیادہ توجہ نہ دی ہوتی؟ پاکستان میں نجی تعلیم کی طلب زیادہ ہے۔ میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ تعلیم سے زیادہ فائدہ نہیں پہنچتا۔اگر ایسا ہی ہے تو نجی تعلیم کی زیادہ طلب کیوں ہے؟ میرا قیاس ہے، اور اس پر تحقیق کی ضرورت ہے کہ بچوں کو نجی سکولوں میں بھیج کر والدین گویا لاٹریاں خریدتے ہیں۔ان میں سے زیادہ تر کو فائدہ نہیں ہوگا۔ چند ایک ہی کی وصولی زیادہ ہوگی۔ جب آپ اپنے بچے کو نجی سکول میں بھیجتے ہیں تو آپ 'خواص' میں شامل ہوجاتے ہیں۔لیکن ان میں بھی زیادہ تر کو مایوسی کا منہ دیکھنا پڑے گا۔تمام تر دعووں کے باوجود ہمارے ہاں تعلیم انتہائی نظرانداز ہونے والا شعبہ ہے۔بچوں کا سکول جانا تعلیم نہیں۔تعلیم کا معیار ہمیشہ بنیادی مسئلہ رہا ہے۔اچھا تعلیمی معیار ہی فرد اور سماج دونوں کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ ہم ابھی تک معیار کے معاملے میں ناکام ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے بچے سکولوں سے بھاگ جاتے ہیں۔

صرف **20** فیصد عورتیں متحرک ورک فورس کا حصہ بنتی ہیں۔جنہیں ملازمت کی تلاش ہوتی ہے ان کے لیے تدریس ان چند شعبوں میں سے ہے جن میں ملازمت کو خاندان والے قبول کرتے ہیں۔لیکن نوجوانوں کی زیادہ تعداد اور معاشی سست روی کے ہوتے شعبوں کے انتخاب پر ایسی رکاوٹیں تعلیم سے استفادے کو مزید محدود کردیتی ہیں۔نجی شعبے میں کام کرنے والے زیادہ تر اساتذہ کو سرکار کی طے کردہ کم از کم اجرت بھی نہیں دی جاتی۔معاشی فائدہ حصول تعلیم کی جانب راغب کرنے والا ایک اہم عنصر ہے اور اگر یہ نہ ہوتو تعلیم میں کشش کم ہوجاتی ہے۔

تلوروں پر پاکستان میں کیا کھیل کھیلا جا رہا ہے؟

سبک حسنین

تلور ایک عام پرندہ ہے جو وسطی ایشیا سے ہجرت کر کے ہر سال پاکستان آتا ہے۔ پاکستان میں اس کے شکار کے لئے عرب شیوخ آتے ہیں۔ یہاں ان کے نہ صرف محل ہیں بلکہ انہیں خصوصی درجات بھی حاصل ہیں۔اس پرندے کی نسل کو کیا خطرات لاحق ہیں اور عرب شیوخ کیوں اس پرندے کے دیوانے ہیں؟ وہ اپنے اس شوق میں اس حد تک آگے جا چکے ہیں کہ پاکستان اور خلیجی ممالک کے تعلقات تلور کے اردگرد گھومتے نظر آتے ہیں۔سبک حسنین کا یہ معلوماتی اور تحقیقاتی فیچر مؤقر انگریزی جریدے ''ہیرالڈ'' کے گزشتہ شمارے میں شائع ہوا جس کا ترجمہ یہاں قارئینِ تجزیات کے لئے پیش کیا جا رہا ہے۔(مدیر)

ایک بوڑھا جو کبھی بلوچستان کے بے آب و گیاہ پہاڑوں میں گھوما کرتا تھا اس نے وصیت کر رکھی تھی کہ وہ جہاں مر جائے اسے وہیں دفنا دیا جائے۔ایک رات وہ ایسی محسور کن ہوا کی آغوش میں سویا کہ پھر کبھی اٹھنے کو جی نہیں کیا۔لوگوں نے اسے اسی جگہ دفنا دیا اور اس جگہ کو وبشوط (سویا ہوا) کہنے لگے۔آج یہی لفظ بگڑ کر واشک بن گیا ہے۔

صدیوں کے بعد حاجی محمد بخش بھی انہی کے نقشِ پا پر یہاں پہنچا۔اسے اس جگہ کے بارے میں صرف چند نشانیاں دی گئی تھیں جیسے کہ وہاں بارش کے پانی کی کوئی آبشار ہو گی یا پھر کوئی درخت ہو گا شاید یہی کچھ بتایا گیا تھا۔

بخش کا دعویٰ ہے کہ اس کی عمر 90 سال ہے اور اس نے چار شادیاں کر رکھی ہیں۔اس نے فخریہ لہجے میں بتایا کہ کیسے جب پرانے زمانے میں غیر ملکی یہاں کے پہاڑوں میں گم ہو جاتے تھے اور انہیں واپسی کا راستہ نہیں ملتا تھا تو وہ اسے وائرلیس پر کال کرتے تھے اور وہ انہیں محض چند گھنٹوں میں تلاش کر لیا کرتا تھا کیونکہ وہ واشک کے علاقے کے چپے چپے سے واقف ہے۔

واشک کا قصبہ تقریباً بلوچستان کے وسط میں واقع ہے۔ جو کوئٹہ سے 455 کلومیٹر سے زائد جنوب اور گوادر سے 800 کلومیٹر شمال کی جانب ،پاک ایران سرحد سے 150 کلومیٹر مشرق کی جانب اور بلوچستان سندھ کی سرحد سے مغرب کی سمت 200 کلومیٹر دوری پر واقع ہے۔واشک پہلے ضلع خاران کا حصہ تھا جسے 2005 میں الگ ضلع بنایا گیا۔یہ وسطی مکران کے پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے اور اس کا کچھ حصہ ایرانی سرحد سیستان اور ایرانی صوبہ بلوچستان سے متصل ہے۔

چین پاکستان اقتصادی راہداری کے تحت بننے والا مغربی روٹ جو کوئٹہ اور گوادر کو منسلک کرے گا اس کا 235 کلومیٹر واشک سے گزرتا ہے۔یہ ضلع اتنا وسیع ہے کہ اسے آپ پورے خیبر پختونخواہ کا چالیس فیصد کہہ سکتے ہیں۔لیکن اس کی آبادی کا تخمینہ .115,000 سے زائد نہیں ہے۔اس لئے یہاں اگر حاجی محمد بخش کی طرح کا مقامی ساتھ نہ ہو تو یہاں گم ہو جانے کا امکان بہت زیادہ ہے۔وہ سڑک جو واشک اور خاران کو ملاتی ہے اس پر اینٹوں اور مٹی کے کچے گھر کافی تعداد میں نظر آتے ہیں۔لیکن جیسے ہی سڑک قصبے سے نکلتی ہے تو انسانی آبادیاں کم ہونے لگتی ہیں اور آہستہ آہستہ ویرانی ہی ویرانی چھائی ہوئی ملتی ہے۔کہیں کہیں کچھ کچے گھروں یا کھجور کے کچھ درختوں کی قطاریں نظر آ جاتی ہیں۔

واشک سے 30 کلومیٹر شمال مشرق کی جانب دور آپ کو چانک لوہے اور سیمنٹ کی ایک عمارت نظر آتی ہے جو اس وسیع و عریض علاقے میں بہت نمایاں معلوم ہوتی ہے۔یہ ائیر سٹرپ ہے جس میں ایک رہائشی کمپلیکس اور ایک ہینگر ہے۔یہ ائیر سٹرپ ایک چھوٹے سے قصبے شمسی کے ساتھ واقع ہے اور آج کل پاکستان نیوی کے زیر استعمال ہے یہ بیس آج کل فنکشنل نہیں ہے ہر دس بارہ دنوں کے بعد ایک جہاز یہاں آتا ہے جو یہاں کے حکام کے لئے ضروری اشیاء لے کر آتا ہے نیوی سے پہلے یہ ایف سی کے کنٹرول میں تھا اور اس سے قبل نیٹو کے کنٹرول میں تھا۔

جب یہ بیس نیٹو کے کنٹرول میں تھا تو امریکہ نے اسی بیس سے گیارہ ستمبر کے فوراً بعد 2001 میں افغانستان میں حملے شروع کئے تھے۔لیکن بعد ازاں یہ ڈرون طیاروں کے استعمال میں رہا جو پاک افغان سرحد کے دونوں جانب عسکریت پسندوں کو نشانہ بناتے تھے۔لندن کا اخبار گارڈین وہ پہلا اخبار تھا جس نے بتایا تھا کہ ڈرون شمسی ائیر بیس سے پرواز کرتے ہیں۔2009 میں یہاں سی آئی اے اور بلیک واٹر اکھٹے کام کر رہے تھے۔اخبار نے لکھا کہ بلیک واٹر شمسی ائیر بیس کے اردگرد کے علاقے میں حفاظتی نقطہ نظر سے گشت جاری رکھے ہوئے تھی اور یہ ڈرون میں میزائل لوڈ کرنے میں بھی مددگار کے طور پر کام کرتی تھی جو کہ القائدہ ممبران کو ہدف بناتے تھے۔اسی طرح کی سٹوری چار ماہ پہلے نیویارک ٹائمز نے بھی چھاپی تھی۔

کچھ سال بعد نیٹو کے ہیلی کاپٹروں نے پاکستان کے شمال مغرب میں سلالہ چیک پوسٹ پر بمباری کر دی۔26 نومبر 2011 کو ہونے والے حملے کے نتیجے میں 28 پاکستانی فوجی شہید ہو گئے جس کے جواب میں احتجاج کے طور پر پاکستان نے امریکہ سے کہا کہ وہ شمسی ائیر بیس خالی کر دیں۔

یہ ائیر بیس پاکستان کی ملکیت نہیں تھا یہ ابوظہبی کے حکمرانوں نے تعمیر کروایا تھا تا کہ وہ اپنے محلوں سے یہاں براہ راست سفر کر کے وسطی ایشیا سے ہجرت کر کے آنے والے پرندے تلور کا شکار کر سکیں۔یہ پرندے سردیوں میں پاکستان کا رخ کرتے ہیں۔

یہاں عربوں کی آمد 1970 کی دہائی کے آخر میں شروع ہوئی۔ان میں سب سے معروف نام شیخ زید بن سلطان النہیان تھا جو اس وقت ابوظہبی کا حکمران تھا جو کہ متحدہ

عرب امارات کا حصہ تھی جس میں دوبئی، شارجہ، عجمان، فوجیراہ ، راس الخیمہ اور ابوظہبی کے ساتھ ام القوائین بھی شامل تھیں۔اس کے بیٹے اور متحدہ عرب امارات کے موجودہ حکمران شیخ خلیفہ بن زید النہیان نے بھی واشک کا کئی بار دورہ کیا ہے۔1980 کے ابتدائی سالوں میں عربوں کو شمسی سے 80 کلومیٹر شمال میں اترنا پڑتا تھا جس پر انہوں نے فیصلہ کیا کہ انہیں اپنی شکار گاہ کے نزدیک ایئر سٹرپ بنانی چاہئے۔انہوں نے شمسی کے رہائشی حاجی عبدالکریم میروانی سے رابطہ کیا تاکہ وہ اس مقصد کے لئے زمین خریدیں۔1987 میں اس مقصد کے لئے اس نے اپنی 360 ایکڑ زمین عربوں کو تحفے میں دے دی۔

جہاں وہ کبھی گندم اور تربوز اگاتا تھا اب وہاں تعمیرات کے لئے بھاری مشینری پہنچ چکی تھی۔میروانی نے کہا کہ اس نے عرب شیخوں کو زمین زبانی کلامی معاہدے کے تحت دی جو بعدازاں 1992 میں حکومتِ پاکستان اور متحدہ عرب امارات کے درمیان سرکاری معاہدے کی صورت اختیار کر گیا۔شیخوں نے ابتدائی طور پر وہاں C-130 طیاروں کی لینڈنگ کے لئے ایک سٹرپ بنایا جسے بعدازاں 1990 میں مزید وسعت دے دی گئی۔

جب متحدہ عرب امارات کے حکمرانوں کو معلوم ہوا کہ شمسی ایئر بیس امریکی ڈرون حملوں کے لئے استعمال کر رہے ہیں تو انہیں اپنے تحفظ کی بہت زیادہ فکر لاحق ہوئی۔مئی 2005 کی ایک خفیہ تار کے مطابق جو کہ وکی لیکس کے ذریعے 2011 میں منظرِ عام پر آئی اس کے مطابق متحدہ عرب امارات کی وزارت خارجہ کے ڈائریکٹر برائے ایشیا اور افریقہ احمد المصلے نے اس امر پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا کہ پاکستان میں متحدہ عرب امارات اور امریکی فوج کے تعاون کی خبریں کیوں میڈیا کی زینت بن رہی ہیں۔

انہوں نے کہا کہ متحدہ عرب امارات میں پانچ سے چھ لاکھ پاکستانی رہائش پزیر ہیں اور متحدہ عرب امارات کا شاہی خاندان شکار کے لئے مسلسل پاکستان جاتا رہتا ہے۔المصلے نے ان افراد کی سیکورٹی کے حوالے سے خدشات کا اظہار کیا اور کہا کہ متحدہ عرب امارات میں تو انہیں کوئی خطرہ نہیں ہے لیکن پاکستان میں شکار کے دوران انہیں خطرہ ہوسکتا ہے۔

عرب شیخوں کو اس سے پہلے بھی اپنی سیکورٹی کو لاحق خطرات کا اندازہ تھا۔ایئر سٹرپ کے قریب ایک مثلث نما کمپاؤنڈ بنایا گیا جس کی دیواریں بیس فٹ اونچی ہیں۔پیر میروانی کے بقول شمسی میں یہ محل 1990 میں بنایا گیا تھا۔یہ کمپاؤنڈ بیس ایکڑ پر محیط ہے یہ زمین میروانی نے شیخوں کو بطور تحفہ دی تھی۔اس کا مرکزی دروازہ جو دس فٹ اونچا ہے اس پر واضح طور پر کندہ ہے کہ داخلے کا حق محفوظ ہے۔مرکزی دروازے کے باہر پھولوں کی ایک کیاری ہے جو عرب حکمرانوں کی جانب سے اس بات کی غماز ہے کہ وہ اس خشک صحرا میں سبزے کے خواہش مند ہیں۔جب آپ اس کمپاؤنڈ میں داخل ہوتے ہیں تو آپ کو خشک اور پتھریلی زمین کا وسیع منظر دیکھنے کو ملتا ہے۔ایک پگڈنڈی انتظامی بلاک کی جانب جاتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔اس کے ساتھ ایک پٹرول سٹیشن بھی ہے جو چالو حالت میں نہیں لگتا۔اس کے پمپس کے گرد کپڑا لپٹا ہوا ہے تاکہ وہ گرد سے محفوظ رہیں۔پٹرول سٹیشن سے آگے ایک بڑا کمپاؤنڈ ہے جس میں چار سو کاریں کھڑی کرنے کی گنجائش ہے۔ایک درجن سے زائد لینڈ کروزر اور سات ٹریکٹر بھی وہاں کھڑے تھے۔

محل کا منیجر ایئر کنڈیشنڈ دفتر میں موجود تھا جو کہ گیراج کے بالکل سامنے بنایا گیا تھا۔اس کی کرسی کی پشت کی جانب شیخ خلیفہ کی تصویر آویزاں تھی۔رہائشی کوارٹرز انتظامی بلاک کے پیچھے بنائے گئے ہیں۔آرکیٹکچر سادہ ہے ڈائننگ ہال اور گیسٹ رومز کے اندر جو فرنیچر موجود ہے وہ بہت آرام دہ ہے جو ہر سال تبدیل کر دیا جاتا ہے آج کل انہیں صفائی کے بغیر چھوا تک نہیں جاتا۔

محل میں کل وقتی 24 ملازم ہیں۔جن میں دیکھ بھال کے علاوہ آٹو مکینک، باورچی، الیکٹریشنز وغیرہ شامل ہیں۔اگرچہ شیخ نے گزشتہ پندرہ سال سے یہاں کا دورہ نہیں کیا پھر بھی ملازمین کو باقاعدگی سے تنخواہیں مل رہی ہیں۔محل میں سکوت چھایا رہتا ہے ایک سال پہلے یہاں کے مینیجر نے خود کو گولی مار کر خودکشی کر لی تھی کوئی نہیں جانتا کہ ایسا کیوں ہوا تھا۔کوئٹہ کے ایک سینئر رپورٹر جو اکثر مینجر سے رابطے میں رہتے تھے ان کے بقول وہ ڈپریشن میں تھا۔محل کے لوگ اس معاملے پر بات نہیں کرتے مگر ایک نے کہا کہ وہ خود کو تنہا محسوس کرتا تھا۔موجودہ مینیجر کا تبادلہ رحیم یار خان سے یہاں ہوا ہے جہاں شیخوں کی وسیع وعریض زمینیں ہیں۔

حکومت نے یہ جانتے ہوئے کہ ابوظہبی کے شیخ واشک میں آج کل بہت کم آتے ہیں اس لئے اس نے قطر کے شیخوں کو (شکار کا موسم جو کیم نومبر 2016 سے لے کر 31 جنوری 2017 تک تھا) کو دعوت دے دی۔میر عبدالکریم نوشیروانی جو کہ بلوچستان میں ابوظہبی کے شیخوں کے مفادات کی نگہبانی کرنے والے اوّلین افراد میں سے ہے وہ کہتا ہے کہ وفاقی وزیر جنرل (ر) عبدالقادر بلوچ نے قطر سے شکار پارٹی لائی اور ایف سی کو کہا کہ وہ ان کے کیمپ کی حفاظت کرے۔جس پر شیخ خلیفہ نے فوراً ناراضگی کا اظہار کیا کہ ان کی شکارگاہ کو قطریوں کے حوالے کیوں کیا گیا ہے۔نوشیروانی ابوظہبی جا کر شیخ سے ملا۔مقامی افراد نے بھی نئے مہمانوں کی آؤ بھگت نہیں کی بلکہ اس پر احتجاج کیا کہ انہیں کیوں واشک میں شکار کی اجازت دی گئی۔حاجی محمد بخش نے کہا ''یہ شیخ خلیفہ کا علاقہ ہے'' حاجی محمد بخش 1980 سے شیخوں کے لئے گائیڈ کے فرائض سرانجام دے رہا ہے۔میروانی لوگوں کی ترجمانی کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ''اگر قطری دوبارہ یہاں آئے تو ہم اس پر خوش نہیں ہوں گے''۔

قطریوں کو آج کل پاکستان کے سیاسی منظرنامے میں کافی شہرت حاصل ہے صرف اس لئے نہیں کہ وہ ایک غلط جگہ شکار کے لئے گئے۔2016 کے آخری دو مہینوں میں شیخ حماد بن جاسم بن جبیر التھیمی جو قطر کے سابق وزیر اعظم اور قطری شاہی خاندان کے اہم رکن ہیں نے سپریم کورٹ آف پاکستان میں دو خط بھیجے جہاں نواز شریف پر کرپشن اور منی لانڈرنگ کے کیسز زیر سماعت ہیں۔ان خطوں میں کہا گیا کہ نواز شریف اور ان کے خاندان کے پاس دولت کا سبب وہ سرمایہ کاری ہے جو ان کا خاندان وہاں 1980 سے کر رہا ہے۔الثانی لکھتا ہے کہ اس کے باپ کے نواز شریف کے باپ سے کاروباری روابط ایک عرصے سے ہیں جنہوں نے قطر میں شاہی خاندان کے ساتھ مل کر ایک کروڑ بیس لاکھ درہم کی سرمایہ کاری کی تھی۔

ان خطوط پر میڈیا میں خاص لے دے ہوئی جس پر سپریم کورٹ نے دو ماہ پہلے ان خطوط کو مسترد کر دیا۔جج نے لکھا کہ ملک سے باہر پیسے کے بارے میں یہ خط قابل اعتماد ذریعہ نہیں ہے جس میں نواز شریف اور خاندان کی جائیدادوں اور دوسرے کاروباروں کا تزکرہ کیا گیا تھا۔جب تک سپریم کورٹ میں کیس زیر سماعت تھا قطریوں کا تزکرہ ہوتا رہا۔بشمول اس کیس کے :بلوچستان کے ضلع نوشکی میں کیم فروری 2017 کو قطر سے ایک سولہ رکنی شکار پارٹی کو گرفتار کر لیا گیا۔ڈان میں شائع ہونے والی ایک رپورٹ کے مطابق ''قطر کے امیر کے لوگوں نے لیوی کی پوسٹ پر روکے جانے کو نظرانداز کرتے ہوئے بیریئر کو توڑ کر فرار ہونے کی کوشش کی''۔قطر سے تلور کے شکار کے لئے آنے والی ایک اور پارٹی پر ماشکیل ضلع میں 15 جنوری 2017 کو نامعلوم افراد نے حملہ کیا۔ڈان کے مطابق لیوی حکام نے تصدیق کی ہے کہ اس حملے میں ایک مقامی پولیس افسر اور دو سیکورٹی حکام زخمی ہوئے۔

نیوز ویب سائٹ ڈان ڈاٹ کام کے مطابق 17 دسمبر 2016 کو بلوچستان کے کچھی ضلع میں کسانوں اور قبائلیوں نے اس بات پر احتجاج کیا کہ ان کے علاقے میں قطری شہزادوں کو تلور کے شکار کے لئے کیوں جگہ الاٹ کی

گئی۔مظاہرین نے ایک سڑک کو بلاک کر دیا اور دعویٰ کیا کہ ضلع کی سانی شوران تحصیل کی تمام زرعی اراضی حکومت نے قطر کے شکاریوں کو الاٹ کر دی ہے۔کوئٹہ کے ایک اخبار بلوچستان ایکسپریس میں شائع ہونے والی ایک تصویر میں دکھایا گیا ہے کہ تقریباً نصف درجن کے قریب لوگوں نے بینر اٹھا رکھے ہیں جن پر لکھا ہے کہ وہ قطری شہزادوں کے لئے اپنی فصلوں کی قربانی نہیں دے سکتے۔

ایک ہفتہ قبل پنجاب کے ضلع بھکر میں چنے کے کاشتکاروں نے احتجاج کیا کہ ایک قطری شکار پارٹی نے ان کی فصلوں کو روند ڈالا ہے اور اب ان کے نقصان کا ازالہ بھی نہیں کیا جا رہا۔

منکیرہ ضلع بھکر میں ایک چھوٹا سا قصبہ ہے جو پنجاب کے انتہائی مغرب میں خیبر پختونخواہ کی سرحد کے ساتھ واقع ہے۔یہاں شکار کا علاقہ صحرائے تھل پر مشتمل ہے جو کہ بھکر، خوشاب، میانوالی، لیہ، مظفرگڑھ اور جھنگ کے اضلاع تک پھیلا ہوا ہے۔یہ ایک غیر معمولی صحرا ہے جس کے مشرق میں دریائے چناب، مغرب میں دریائے سندھ اور گھنے جنگلات ہیں۔اس کی مٹی اور آب وہوا سردیوں میں چنے کی کاشت کے لئے انتہائی موزوں ہے۔جب چنے کے پودے قطار اندر قطار نظر آتے ہیں تو دور سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے زمین پر سبز قالین بچھا دی ہو۔فصلوں کو ہونے والے نقصان پر احتجاج کے لئے منکیرہ کے دو کسانوں نے باقیوں کو احتجاج پر اکسایا۔ان کے پاس ایک تصویر تھی جس میں نظر آ رہا ہے کہ ایک شکار پارٹی جو لینڈ کروزر پر سوار ہے وہ چنے کے کھیتوں کے درمیان سے گزر رہی ہے جبکہ کئی دوسری گاڑیاں کھیتوں میں کھڑی ہیں۔کچھ دوسرے شکاری عقابوں کے پکڑے ہوئے تلور کے شکار میں مشغول ہیں۔ایک مرے ہوئے پرندے کے گرد عربی لباس پہنے کچھ لوگ کھڑے ہیں۔

کسان صرف اس لئے غصے میں نہیں کہ ان کی فصلوں کو نقصان ہوا بلکہ انہیں اس بات پر بھی رنج ہے کہ قطری گزشتہ کئی سالوں سے منکیرہ آ رہے ہیں مگر انہوں نے علاقے کی ترقی کے لئے کوئی کام نہیں کیا۔انہوں نے یہاں ایک مسجد ضرور تعمیر کروائی مگر ایک کسان کا کہنا تھا کہ اس مسجد کا انتظام ایک ایسے فرقے کے سپرد ہے جس کے ماننے والے یہاں بہت قلیل تعداد میں ہیں۔گزشتہ سال انہوں نے وعدہ کیا کہ وہ یہاں ایک ڈسپنسری بنوائیں گے لیکن ابھی تک اس کی تعمیر شروع نہیں ہوئی۔تھل سے کافی نیچے حیدر آباد نامی قصبے میں جاسم اینڈ حماد بن جاسم فاؤنڈیشن کی جانب سے 50 بستروں کا ایک ہسپتال قائم کیا گیا ہے تاہم منکیرہ کے کسان کہتے ہیں کہ اس کا انہیں کوئی خاص فائدہ نہیں ہے کیونکہ یہ ان کے کھیتوں اور گاؤں سے 26 کلومیٹر دوری پر واقع ہے۔کسان کہتے ہیں کہ ان کے کھیتوں کو پہنچنے والے نقصان کی تلافی کا متبادل کوئی منصوبہ نہیں ہو سکتا تاہم اس کا ذمہ دار وہ صرف قطریوں کو قرار نہیں دیتے۔کسانوں کا یہ ماننا ہے کہ شکاریوں نے مسلم لیگ ن کے رکنِ پنجاب اسمبلی غضنفر عباس چیمہ کو کچھ پیسے دیئے تا کہ وہ کسانوں کو ہونے والے نقصان کا زر تلافی ادا کریں تاہم اس رقم کی مالیت کتنی تھی اس کے بارے میں کسی کو کچھ نہیں معلوم۔بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ رقم تین اور بعض کے نزدیک چھ لاکھ روپے ہے۔تاہم ایک بات پر سب کا اتفاق ہے کہ کسی کو ایک پائی بھی نہیں ملی۔

کسانوں نے انکشاف کیا کہ حزبِ اختلاف کی جماعت تحریکِ انصاف نے ان سے رابطہ کیا کہ وہ قطریوں کے خلاف احتجاج میں ان کی مدد کرنا چاہتی ہے جس کے لئے وہ اسلام آباد جانے کے لئے 15 سے 20 بسوں اور مظاہرین کے کھانے پینے کا انتظام کر سکتے ہیں۔ایک کسان کا کہنا تھا کہ پی ٹی آئی نے پچھلی بلوچستان میں اس قسم کے احتجاج کی سرپرستی کی تھی۔جہاں ضلعی چیئرمین سردار خان رند نے بھی مظاہرین سے خطاب کیا اور الزام عائد کیا کہ مقامی افراد کو اس لئے نشانہ بنایا جا رہا ہے کیونکہ یہ حکمران جماعت کے سیاسی طور پر مخالف ہیں۔تاہم پی ٹی آئی کی مہم صرف اس حد تک نہیں کہ قطریوں کو شکار سے روکا جائے بلکہ وہ مسلم لیگ ن کو اس محاذ پر آڑے ہاتھوں لینا چاہتے ہیں۔قطری شکاریوں کے واپس جانے سے صرف ایک روز پہلے اور فصلوں کو ہونے والے نقصان کے دو ماہ بعد منکیرہ کے کسانوں نے ایک احتجاجی مظاہرہ کیا چند سو مظاہرین مانی گاؤں کے قریب اکٹھے ہوئے اور اپنے حق کے لئے آواز بلند کی مگر کسی نے اور حتیٰ کہ میڈیا نے بھی ان کی آواز پر کان نہیں دھرے۔

چہار مکان کوٹ ڈی جی کے جنوب میں ایک نیم پہاڑی علاقہ ہے۔یہاں چار راستے آ کر ملتے ہیں۔تب سے اس جگہ کو چہار مکان کہتے ہیں۔ایک راستہ مغرب کی سمت تھری میرواہ سے آتا ہے دوسرا مشرق میں چونڈے کو، تیسرا جنوب میں نوابشاہ اور چوتھا شمال میں خیر پور سے آتا ہے۔یہ تلور کے شکار کی سب سے موزوں جگہ ہے۔کیونکہ تلور پانی والے علاقوں کی نسبت صحرائی علاقے کو زیادہ پسند کرتا ہے۔

جنوری کی ایک سرد صبح کو پہاڑی پر ایک خیمہ نصب تھا گزشتہ رات کی بارش نے موسم کو کافی ٹھنڈا کر دیا تھا۔خیمے کے اندر فوم کے گدے اور کمبل بچھے ہوئے تھے۔ابوظہبی کی نمبر پلیٹ کی ایک لینڈ کروزر خیمے کے باہر کھڑی تھی۔گاڑی سے معلوم ہوتا تھا کہ یہاں عربوں کی کوئی شکار پارٹی قیام پزیر ہے۔کیونکہ ایسی گاڑیاں عرب شیوخ ہی پاکستان میں شکار کے لئے استعمال کرتے ہیں۔مٹی بارش کی وجہ سے گیلی تھی آسمان پر گہرے بادل چھائے ہوئے تھے۔یہ شکار کے لئے ایک انتہائی موزوں دن تھا لیکن شیخ تو ایک روز پہلے ہی جا چکے تھے۔ان کے پر تعیش خیموں میں ایئر کنڈیشنڈ نصب تھے۔قالینیں بچھائی گئی تھیں۔بستر لگے ہوئے تھے جو عربوں کے جانے کے بعد بھی یہاں دیکھے جا سکتے تھے۔عرب شکار کا سامان اپنے ساتھ لے گئے تھے جن میں تربیت یافتہ عقاب بھی شامل تھے مگر خیمہ بدستور نصب تھا جو ان کے سٹاف کے زیر استعمال تھا۔شکار کا موسم ختم ہونے میں دو ہفتے رہ گئے تھے ایک پرائیویٹ سیکورٹی گارڈ بھی ڈیوٹی پر موجود تھا کیونکہ ایک چھوٹی شکاری جماعت پہنچنے والی تھی۔یہ ان تین جماعتوں میں سے آخری تھی جو شکار کے موسم میں کوٹ ڈی جی آتی ہیں۔ایک جماعت میں شیخ خلیفہ کے دو بیٹے بھی شامل تھے۔ماضی میں ہر جماعت تقریباً ایک ماہ قیام کرتی تھی اب حکومت نے قوانین کو سخت کر دیا ہے اب ہر جماعت کو شکار کے لئے زیادہ سے زیادہ دس دن دیئے جاتے ہیں اور اس دوران یہ سو سے زائد پرندوں کو شکار نہیں کر سکتے۔

مقامی افراد جو کہ شکاریوں کے ساتھ کام کرتے ہیں وہ ستمبر میں ہی تیاریاں شروع کر دیتے ہیں۔حالانکہ شکار کی پہلی پارٹی کی آمد کیم نومبر کے بعد ہی متوقع ہوتی ہے اور فروری میں جب آخری جماعت واپس جاتی ہے اس کے جانے کے ہفتوں بعد بھی یہ لوگ مصروف ہوتے ہیں۔شکار کے موسم کا انحصار تلور کی آمد کے سائیکل پر منحصر ہے۔وہ وسطی ایشیا میں اپنے گھونسلوں کو اگست میں خیر آباد کہتے ہیں اور اگست میں بلوچستان کے راستے پاکستان میں داخل ہوتے ہیں اور آہستہ آہستہ ستمبر تک سندھ اور جنوبی پنجاب تک پھیل جاتے ہیں۔اس کے بعد فروری اور مارچ کے اوائل میں وہ ایران اور افغانستان کے راستے واپس اپنے وطنوں کو لوٹ جاتے ہیں۔

شیخ اپنے کوٹ ڈی جی میں بنوائے گئے خصوصی محل میں قیام کرتے ہیں۔جب یہاں پر سندھ کے تالپوروں کی حکومت تھی تو یہاں ایک قلعہ بھی بنایا گیا تھا یہ گاؤں اسی قلعے کی مناسبت سے مشہور ہے رات کی بارش کے بعد ایسے معلوم ہو رہا ہے کہ قلعے کا کوئی حصہ دور بہہ کر محل کی صورت اختیار کر گیا ہے۔

متحدہ عرب امارات کے حکام شکاریوں کی آمد سے پہلے ہی پہنچ جاتے ہیں۔یہاں آ کر وہ مقامی افراد سے سیکورٹی گارڈ، مددگار، ڈرائیور، باورچی اور صفائی کرنے والے افراد بھرتی کرتے ہیں۔کھانے پینے کی اشیا اور برتن خریدتے ہیں۔اس کے بعد وہ صحرا میں چہار مکان کے گرد خیمے نصب کرنا شروع کر دیتے ہیں۔جو لوگ شیخوں کے ساتھ 1980 سے منسلک ہیں

وہ شکارگاہ کو سیکٹرز میں تقسیم کر دیتے ہیں تاکہ گشت میں آسانی رہے وہ کئی روز پہلے ہی وہ صحرا میں گشت شروع کر دیتے ہیں تاکہ یہ جائزہ لیا جاسکے کہ کہیں کوئی اور تو تلوروں کا شکار نہیں کر رہا۔ ایک سنیئر کارکن نے بتایا کہ ہم صحراؤں میں کاروں پر گھومتے ہیں تاکہ شکارگاہ کے تحفظ کا جائزہ لے سکیں۔ کارکن نے اپنا نام نہیں بتایا کیونکہ میڈیا سے بات کرنے کی ان کو اجازت نہیں ہوتی ہم اس کا نام ''مجیب'' فرض کر لیتے ہیں۔

ان جماعتوں کے افراد لینڈ کروزروں میں بیٹھ کر صبح آٹھ بجے خیموں سے نکل جاتے ہیں اور پھر شام کو لوٹتے ہیں۔ ہر گاڑی پر کم از کم تین افراد سوار ہوتے ہیں جن میں ایک سیکورٹی گارڈ، ایک ڈرائیور اور سندھ کے محکمہ جنگلی حیات سے وابستہ ایک اہلکار شامل ہوتا ہے۔ حکومت کے اداروں کے باقی لوگ بھی وہاں موجود ہوتے ہیں تاکہ وہ یہ دیکھ سکیں کہ کسی طے شدہ ضابطے کی خلاف ورزی تو نہیں ہو رہی۔ یہ مقامی افراد کو بھی شکار سے روکتے ہیں۔ اس کام کے عوض ان کو سرکار سے تنخواہ کے ساتھ عرب شیخوں سے بھی رقم مل جاتی ہے۔

شیخوں کی آمد سے ایک ہفتہ قبل ہراول دستہ تلوروں کی تلاش شروع کر دیتا ہے۔ تلوروں کے پر انہیں صحرا میں اپنا آپ چھپانے میں مدد فراہم کرتے ہیں۔ مرغابیاں ایک ساتھ اڑتی ہیں اس کے برعکس تلور تنہائی پسند ہوتے ہیں اس لئے انہیں تلاش کرنا اور زیادہ مشکل ہوتا ہے۔ یہ ہراول دستہ ایک نقشے کی مدد سے ایک مفصل رپورٹ تیار کرتا ہے۔ جس میں تلوروں کے مقامات کی نشاندہی کی جاتی ہے۔ مجیب نے بتایا کہ ''جیسے ہی کوئی شیخ کوٹ ڈی جی پہنچتا ہے تو جس چیز کے بارے میں وہ سب سے پہلے پوچھتا ہے وہ یہی نقشہ ہوتا ہے''۔ جس کے بعد محل کا منیجر شیخ کو نقشہ فراہم کرتا ہے نقشہ دیکھنے کے بعد شیخ فیصلہ کرتا ہے کہ اسے سب سے پہلے کون سی جگہ جانا ہے۔ پرندوں کی موجودگی کی نشاندہی کے لئے ہراول دستہ اپنی نیندوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے صبح چار بجے نکل جاتا ہے اور شام سات بجے لوٹ کر آتا ہے۔ شکار کے روز شیخ کی گاڑی کے ساتھ دس بارہ لینڈ کروزرز ہوتی ہیں۔ سندھ رینجرز کی تین گاڑیاں بھی سیکورٹی کے لئے ساتھ ہوتی ہیں۔ تمام گاڑیاں ابوظہبی سے منگوائی جاتی ہیں جو صحرا میں 120 کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے سفر کر سکتی ہیں تاکہ اپنے شکار تک برق رفتاری کے ساتھ پہنچ سکیں۔

کچھ مقامی افراد تلور کی تلاش میں بہت ماہر ہوتے ہیں۔ وہ عموماً ان گاڑیوں کے آگے سفر کرتے ہیں۔ تلور عموماً رات کو سفر کرتا ہے اگر رات گرم ہو تو یہ ٹھہر جاتا ہے لیکن اگر سرد ہو تو یہ سفر جاری رکھتا ہے۔ تلور چاند راتوں میں بھی طویل واک کرنے کی اہلیت رکھتا ہے۔ ماہرین تلور کی قدموں کے نشانات تلاش کرتے ہیں جیسے ہی نظر آجائیں تو وہ یہ قیاس کرتے ہیں کہ یہاں سے کچھ کلومیٹر کے اندر تلور موجود ہے۔ یہ ماہرین ہراول دستے تک اطلاع پہنچاتے ہیں جو آگے پیغام شیخ تک پہنچاتا ہے جو فوراً لینڈ کروزرز گاڑیوں میں شکار کی جانب رواں دواں ہو جاتے ہیں۔ ایک شکاری ان گاڑیوں کے سن روف سے اوپر سر نکال کر بازو پر عقاب اٹھائے کھڑا ہوتا ہے۔ ہر کوئی تلور کے اڑنے کا منتظر ہوتا ہے جیسے ہی تلور اپنے پر کھولتا ہے عقاب اڑان بھرتا ہے۔ مجیب کے بقول'' یہ زندگی اور موت کی حالت ہوتی ہے''۔ نہ صرف تلوروں کے لئے بلکہ مقامی سٹاف کے لئے بھی۔ اگر کوئی پرندہ شیخ کے ہاتھ سے نکل جائے تو وہ بہت مغموم ہو جاتے ہیں لیکن عقاب شکار کو کہاں جانے دیتا ہے۔

سید تصویر حسین جو کہ پیشے کے اعتبار سے وکیل ہیں اور شکار کا شوق رکھتے ہیں۔ وہ پاکستان میں جنگلی حیات کے تحفظ کے بارے میں بھی تحفظات رکھتے ہیں ان کا خاندان پرندوں کا ایک فارم بھی چلاتا ہے جو ابوظہبی کے حکمران کے محل سے صرف دس منٹ کی مسافت پر رائے ونڈ لاہور میں واقع ہے۔ تصویر نے یونیورسٹی روڈ پر اپنی والدہ کے گھر میں ہم سے گفتگو کی۔ اس نے بتایا کہ کیسے 1980 کے اوائل میں اس کی ملاقات شیخ سے ہوئی تھی۔ ذوالفقار شاہ جو کہ آرمی کا سابق کرنل تھا اس نے تصویر کے بڑے بھائی توقیر حسین کو بلایا اور کہا کہ عزت مآب آپ کے فارم کا دورہ کرنا چاہتے ہیں۔ توقیر گاؤں میں موجود نہیں تھا اس نے اپنے چھوٹے بھائی کو کہا کہ وہ مہمانوں کی دیکھ بھال کرے۔

تصویر نے بتایا کہ اس نے ٹی شرٹ پہن رکھی تھی۔ شیخ زید نے اپنے روایتی عربی رومال کے بجائے رومال کو سر پر لپیٹ رکھا تھا۔ وہ بہت چاک و چوبند اور خوبصورت لگ رہا تھا۔ شیخ زید نے تصویر کے ساتھ مترجم کے ذریعے گفتگو کی۔ اس نے فارم میں موجود موروں کے بارے میں دریافت کیا کہ یہ پرندہ کتنا تیز اڑ سکتا ہے۔ تصویر نے شیخ کو بتایا کہ یہ جب پورے زور سے اڑان بھرے تو یہ کافی تیز ہوتا ہے مگر پھر بھی یہ تلوروں جتنا تیز نہیں اڑ سکتا۔ جب یہ بات مترجم نے شیخ کو بتائی تو وہ تصویر کے چہرے کی جانب دیکھنے لگا اور کہا کہ آپ تلور کے بارے میں کیسے جانتے ہیں؟

تصویر نے کہا ''میں بھی شکاری ہوں''۔

اگلا سوال تھا '' آپ کہاں شکار کرتے ہیں؟''

''میں بھی وہیں شکار کرتا ہوں جہاں آپ کرتے ہیں''۔

تصویر کے آباؤ اجداد رحیم یار خان سے تعلق رکھتے ہیں اس نے شیخ کو بتایا کہ ''ہمارے آباؤ اجداد آپ کے یہاں آنے سے بہت پہلے شکار کرتے تھے''۔

تصویر نے مجھے بتایا کہ ہم اس روایت کو آج بھی قائم رکھے ہوئے ہیں۔ تلور کے شکار پر پاکستان کے کئی علاقوں میں سخت پابندی عائد ہے۔

''ہم تلور کا شکار نہیں کرنا چاہتے لیکن صرف اس لئے کرتے ہیں کہ اگر غیر ملکیوں کو اجازت ہے تو پھر ہمیں کیوں نہیں''۔

وفاقی حکومت وزارت خارجہ کے ذریعے غیر ملکی افراد کو شکار کے خصوصی پرمٹ جاری کرتی ہے مگر تصویر جیسے افراد کے پاس ایسے پرمٹ نہیں ہیں۔

جب شیخ زید پہلی بار 1980 میں واشک میں تلوروں کے شکار کے لئے آیا تو میر عبدالکریم نوشیروانی ضلع کونسل خاران کا ممبر تھا۔ اس نے بتایا کہ شیخ یہاں پندرہ دن مقیم رہا اس دوران اسے شکار کے لئے 90 سال کے لئے زمین لیز پر دی گئی تھی۔ نوشیروانی نے بتایا کہ جب تک شیخوں کو رحیم یار خان میں زمین الاٹ نہیں کی گئی تھی وہ صرف واشک میں شکار کھیلا کرتے تھے۔

نوشیروانی ضلع خاران سے چار بار صوبائی اسمبلی کا ممبر منتخب ہو چکا ہے اس کا بیٹا شعیب 2002 سے 2008 کے دوران بلوچستان کا وزیر داخلہ بھی رہا۔ اس دوران وہ خاران اور واشک میں عرب شکاریوں کا اہم کارندہ بھی بن گیا۔ اس کے فرائض میں انہیں مختلف مقامات تک بحفاظت لے کر جانا بھی شامل تھا ان کے قیام و طعام کا انتظام بھی اس کے ذمہ تھا جس کے عوض اسے شیخ حج اور عمرے کے علاوہ ہر سال ایک نئی کار بھی دیتے ہیں۔

لیکن ابوظہبی کے حکمرانوں کا مددگار اکیلا نوشیروانی نہیں ہے شاید وہ پہلا بھی نہ ہو۔ ایک آغا حسن عابدی مرحوم ہوا کرتے تھے جنہوں نے شیخ زید کے خاندان کے پیسوں سے BCCI بنک قائم کیا تھا۔ 1970 میں جب وہ یونائیٹڈ بنک کے سینئر افسر تھے تو انہوں نے متحدہ عرب امارات کے شاہی خاندان سے قریبی مراسم استوار کر لئے تھے۔ نوشیروانی کے بقول تین دوسرے افراد بھی شیخوں کے ابتدائی مددگاروں میں شامل تھے ایک نیشنل بنک آف پاکستان کے متحدہ عرب امارات میں سینئر افسر ظفر اقبال، سیالکوٹ سے تعلق رکھنے والے اسلام اور کراچی کے محسن تھے۔ ان تینوں اور نوشیروانی کی اجتماعی کوششوں کی وجہ سے جنرل ضیاء الحق کی فوجی حکومت نے پہلے واشک اور بعد از اں رحیم یار خان میں شیخوں کو زمینیں الاٹ کیں۔

چوہدری منیر اس منظر نامے میں کافی دیر بعد آئے لیکن

جہاں تک ابوظہبی کے مددگاروں کا تعلق ہے وہ تمام مددگاروں پر بازی لے گئے۔ان کا تعلق رحیم یار خان کے ایک متمول اور سیاسی گھرانے سے ہے یہ سماجی اور سیاسی اثر ورسوخ کے بھی حامل تھے اور بااثر پاکستانیوں میں شمار ہوتے تھے۔چوہدری منیر کی بہن کی شادی بھی ابوظہبی کے شاہی خاندان میں ہوئی۔ ان کے اپنے بیٹے کی شادی نواز شریف کی نواسی سے ہوئی اور بیٹی کی شادی آئی ایس آئی کے ڈائریکٹر جنرل نوید مختار کے بیٹے سے ہوئی ہے۔اس کے ایک چچا زاد فوج سے بریگیڈیئر ریٹائر ہیں اور ایک غیر سرکاری تنظیم Houbara InternationalFoundation چلاتے ہیں جو عرب شکاریوں اور بالخصوص ابوظہبی کے حکمرانوں کو سہولیات فراہم کرتی ہے۔نوید مختار کا باپ بھی جاسوس (Spymaster) رہ چکا ہے۔

میجر (ر) طاہر مجید جس کا ایک ہاتھ خاکی جیکٹ کے اندر اور دوسرے ہاتھ میں موبائل فون ہے وہ میجر (ر) عبدالرؤف سے پوچھتا ہے ''کیا تم نے قطریوں کو پلمبر بھیجا ہے؟''

رؤف جو گنا چوس رہا ہے اس نے مجید کی طرف دیکھا کچھ سوچا اور نفی میں سر ہلا دیا۔

مجید کہتا ہے ''وہ کسی پلمبر کی بات کر رہے ہیں''۔

رؤف پنجابی میں کسی کو آواز دیتا ہے اس کے لئے مزید گنا توڑ کر لائیں۔

یہ دونوں افواجِ پاکستان میں افسر رہ چکے ہیں۔اور اب InternationalFondationHoubara کے ملازم ہیں۔مجید دوبئی سے آنے والی شخصیات کی دیکھ بھال کرتا ہے مگر اس سال اس نے قطریوں کو بھی لیہ اور بھکر میں کیمپ بنانے میں مدد فراہم کی۔یہ دونوں میجر ضلع راجن پور کے مقام روجھان میں قیام پزیر ہیں جو دریائے سندھ کے مغربی کنارے پر ہے۔جنوب مغربی پنجاب میں سردیوں کا موسم ہے دریائے سندھ اتنا صاف شفاف ہے کہ اس میں آسمان جھلکتا نظر آتا ہے۔یہ جگہ ایک پل کے نزدیک ہے جو روجھان اور رحیم یار خان کو ملاتا ہے۔یہ پل ابوظہبی کے شاہی خاندان نے تعمیر کروایا تھا۔اس پل کی وجہ سے مقامی افراد اپنا گنا رحیم یار خان کی ملوں تک باآسانی بھیج سکتے ہیں ورنہ اس سے قبل انہیں رحیم یار خان تک جانے کے لئے ایک لمبا چکر کاٹنا پڑتا تھا جس کی وجہ سے ان کا خرچہ بھی بڑھ جاتا تھا۔یہاں سے پندرہ کلومیٹر دور ایک مستقل پل بھی زیر تعمیر ہے مگر اس پر کام رک چکا ہے۔جب دریائے سندھ میں پانی بڑھ جاتا ہے تو یہ پل استعمال کے قابل نہیں رہتا۔پندرہ افراد اس پل کی مسلسل نگرانی کرتے ہیں جبکہ سو کے قریب افراد اس کے ساتھ جزوی طور پر منسلک ہیں جو پل کی دیکھ بھال میں ضروری تربیت فراہم کرتے ہیں۔

چالیس سالہ سردار شباب حسین مزاری جن کا تعلق متحدہ عرب امارات کے معاونین سے ہے جنہوں نے سردی سے بچنے کے لئے جیکٹ زیبِ تن کر رکھی تھی وہ کہتے ہیں ''ابوظہبی کی حکومت نے روجھان میں کچھ ترقیاتی کام کروائے ہیں''۔InternationalFondationHoubara کے مطابق یہ معاونین پاکستان میں متحدہ عرب امارات کے شیخوں کی جانب سے بنائے گئے 258 ترقیاتی منصوبوں کی نگرانی کر رہے ہیں۔جن میں 82 ڈسپنسریاں اور کلینکس، 14 بڑی سڑکیں اور چھ پل، چھ ایئر پورٹس، 26 رہائشی منصوبے شامل ہیں جو غریب افراد کے علاوہ ڈسپنسریوں اور کلینکس کے ملازمین کے لئے بنائے گئے ہیں۔دوکانیں اور غسل خانے راجن پور، رحیم یار خان، چولستان، خاران، میرپور سکرو، واشک اور لاڑکانہ میں بنائے گئے ہیں پشاور، سوات، جنوبی وزیرستان، بہاولپور، رحیم یار خان، راجن پور، اسلام آباد، واشک، خاران اور ڈیری غازی خان میں 30 سکول اور کالج بھی کام کر رہے ہیں۔واشک اور خاران کے تین ہسپتالوں کو جنریٹرز کے ذریعے بجلی مہیا کی جا رہی ہے۔کراچی، لاہور اور بہاولپور کی یونیورسٹیوں میں اسلامک سٹڈیز اور ریسرچ کے تین بڑے سینٹرز بھی چل رہے ہیں اس کے علاوہ بھی ابوظہبی کے کئی ایک منصوبے کام کر رہے ہیں۔Houbara Foundation International پہلے ان منصوبوں کی بروقت تکمیل کو یقینی بناتی ہے اور اس کے بعد ان کو متعلقہ صوبائی حکومتوں کے حوالے کر دیتی ہے۔رانا کمال الدین جو فاؤنڈیشن بننے سے پہلے پاک فوج میں کرنل تھے ان کے مطابق وہ منصوبہ جو مکمل ہونے میں پانچ سال لیتا تھا اب اسے دو سال میں مکمل کر کے حکومت کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔کمال الدین منصوبوں کی افادیت کے حوالے سے متعلقہ وزیر اعلیٰ سے رابطے میں رہتے ہیں۔ان کا کہنا ہے کہ کئی منصوبے حکومت کے حوالے کرنے کے باوجود اپنی افادیت میں ناکام رہے۔ابوظہبی کی جانب سے 1992 میں خاران میں 50 بستروں کا ہسپتال بنایا گیا تھا جس میں آپریشن تھیٹر بھی ہے مگر وہاں کوئی سرجن دستیاب نہیں ہے۔ہسپتال میں مقامی عورتوں کو علاج معالجے کی سہولت بھی اس لئے میسر نہیں کہ وہاں کوئی عورت سٹاف میں نہیں ہے اس لئے عورتوں کو زچگی کے دوران کوئٹہ جانا پڑتا ہے جو یہاں سے چار گھنٹے کی مسافت پر واقع ہے۔خاران اور واشک میں کئی افراد کہتے ہیں کہ اگر شیخ پاکستان میں ایک کروڑ روپیہ لگاتے ہیں تو اس کا نوے فیصد پاکستان کے دوسرے علاقوں میں صرف کیا جاتا ہے۔ان کا اشارہ شاید رحیم یار خان کی طرف تھا۔واشک کے لوگ تو یہاں تک کہتے ہیں کہ محل کے ملازمین بھی مقامی نہیں ہیں وہ بھی رحیم یار خان یا پنجاب کے دیگر حصوں سے آتے ہیں۔

تاہم نوشیروانی اس سے متفق نہیں کہ واشک کے لوگوں کے ساتھ امتیازی سلوک روا رکھا جا رہا ہے اس کے مطابق شیخ خلیفہ اور اس کے خاندان نے 200 زائد لوگوں کو ملازمتیں دی ہیں رحیم یار خان میں جو لوگ سال ہا سال سے شیخوں کے ساتھ کام کر رہے ہیں انہیں ان کے تجربے کی بنیاد پر یہاں ملازمتیں دی گئی ہیں۔رحیم یار خان میں چلائے جانے والے ترقیاتی منصوبوں کی افادیت بھی باقی ملک کی نسبت زیادہ ہے۔عزت ماب شیخ خلیفہ سکول اپنی مثال آپ ہے جہاں پانچ سوسیٹوں کا ایک انتہائی شاندار آڈیٹوریم بھی ہے سکول میں کیمبرج سسٹم رائج ہے۔اسی طرح یہاں ایک ڈسپنسری بھی ہے جس کا مکمل خرچہ متحدہ عرب امارات اٹھاتا ہے یہاں غریب افراد کو مفت علاج کی سہولتیں دستیاب ہیں اور اس سے اندرونِ سندھ تک کے لوگ استفادہ کرتے ہیں۔مقامی ایئر پورٹس، محل اور گیسٹ ہاؤس سب اس بات کے غماز ہیں کہ ان کا انتظام بہتر ہاتھوں میں ہے۔

چیف جسٹس آف پاکستان کو ایک خط ارسال کیا گیا جس میں کہا گیا کہ چولستان جو رحیم یار خان اور بہاولپور کے اضلاع پر محیط ہے اس میں 27 چیک پوسٹیں ایک پرائیویٹ آرمی کی جانب سے قائم کی گئی ہیں ان پوسٹوں کی تصویریں بھی ساتھ منسلک ہیں۔شکار کی غرض سے یہ پرائیویٹ آرمی متحدہ عرب امارات کے حکمرانوں کی جانب سے تعینات کی گئی ہے جس کی سربراہی میجر (ر) عرفان کے ہاتھوں میں ہے۔ایک اور خط جو کہ ''ہیر اللہ'' کو بھجوایا گیا۔اس کے مطابق اس پرائیویٹ آرمی نے چولستان کو 9 سیکٹرز میں تقسیم کیا ہوا ہے۔تمام چیک پوسٹیں ان سڑکوں پر قائم ہیں جو رحیم یار خان اور بہاولپور میں قائم ابوظہبی کے حکمرانوں کے محلوں، صحرا میں قائم دو ایئر سٹرپس الحبیب اور الغابا، کے راستوں کو جاتی ہیں۔یہاں پک اپ اور جیپوں پر مسلسل گشت کیا جاتا ہے۔چولستان میں بڑی تعداد میں سڑکیں ابوظہبی کے حکمرانوں کی جانب سے بنائی گئی ہیں جہاں پر سنگِ میل بھی عربی میں لکھے گئے ہیں۔جب شکار کا موسم ہو تو مقامی افراد کا داخلہ ان سڑکوں پر محدود ہو جاتا ہے۔تاہم Fondation Houbara International کے حکام اس بات کی نفی کرتے ہیں ان کے بقول علاقے میں واحد چیک پوسٹ پنجاب کے محکمہ جنگلی حیات کی ہے جہاں سرکاری لوگ تعینات ہیں۔خط میں یہ بات تسلیم کی گئی ہے تاہم یہ کہا گیا ہے کہ سرکاری حکام کی

حیثیت محض دکھاوے کی ہے اور اصل کنٹرول جنگلی حیات کے محکمے کے پاس نہیں بلکہ پرائیویٹ لوگوں کے پاس ہے۔علاقے میں پرائیویٹ لوگوں کے گشت کے شواہد موجود ہیں ایک وڈیو میں دکھایا جاتا ہے کہ محکمہ جنگلی حیات کے لوگوں نے ایک مقامی فرد کو بازوؤں سے پکڑ رکھا ہے تاہم یہ واضح نہیں کہ کیوں؟ ایک اور وڈیو میں کچھ مسلح لوگ ایک دیہاتی کا موبائل فون چیک کر رہے ہیں کہ کہیں اس میں تلور کے شکار کی تصویریں تو موجود نہیں ہیں۔خط کے مندرجات میں ہے کہ ایک مقامی جاگیردار کو بجنوت گاؤں میں قائم چیک پوسٹ پر لے جا کر تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ایک بوڑھے چولستانی مرید لاس کو پرائیویٹ فورس نے اغوا کیا۔حاجی گل مہر کے بیٹے کو بھی اغوا کر کے تین روز تک حراست میں رکھا گیا اور اغوا کاروں نے اس کی جیب سے آٹھ ہزار بھی نکال لئے۔اس خط میں متحدہ عرب امارات کے شیخوں کی دیگر غلط کاریوں کا پردہ بھی چاک کیا گیا۔ان دو خطوں کا لکھاری جو اپنا نام خفیہ رکھنا چاہتا ہے اس کے بقول یہاں صرف اغوا ہی نہیں بلکہ جبری زیادتیاں اور قتل کے واقعات بھی ہو چکے ہیں۔اس نے بتایا کہ ایک واقعہ تو تقریباً یہاں سب کو معلوم ہے کہ ایک چیک پوسٹ پر احمد پور شرقیہ کے سرکاری ہسپتال میں تعینات دو ڈاکٹروں کو گولی ماردی گئی۔1980 میں محل کا ایک سپروائزر خان پور سے تین نوجوان لڑکیوں کو محل لے گیا جہاں ان کے ساتھ جبری زیادتی کی گئی مگر اس معاملے کو بھی دبا دیا گیا۔خط میں کہا گیا کہ رحیم یار خان کی ایک نہر کو بند کر کے اس کا رخ ابو ظہبی کے ملکیتی فارم کی جانب موڑ دیا گیا۔

عبد الرب فاروقی جو کہ جاگ ویلفیئر موومنٹ کے ایگزیکٹو ڈائریکٹر ہیں جس کا قیام رحیم یار خان میں 1997 میں عمل میں لایا گیا تھا وہ بہت کھلے انداز میں تنقید کرتے ہیں ان کا ماننا ہے کہ علاقے میں شیخوں کی موجودگی کے اثرات اچھے نہیں ہیں۔فاروقی یونیسف میں چائلڈ پروٹیکشن کنسلٹنٹ بھی ہیں۔ان کا دعویٰ ہے کہ رحیم یار خان سے 1970 سے 2005 کے دوران 15000 بچوں کو اونٹوں کی دوڑ کے لئے متحدہ عرب امارات لے جایا گیا ان کے ساتھ ہزاروں عورتیں بھی تھیں جہاں اونٹوں کے مالکان نے ان کے ساتھ جبری زیادتیاں بھی کیں اور وہاں ان عورتوں نے ان کے ناجائز بچوں کو بھی جنم دیا۔

منیر ان الزامات کو مکمل رد کرتے ہیں اور کہتے ہیں ان کا متحدہ عرب امارات کے حکمرانوں کے ترقیاتی منصوبوں سے کوئی سروکار نہیں۔وہ کہتے ہیں کہ چولستان میں کوئی پرائیویٹ آرمی نہیں ہے اگر اس کو سیکٹروں میں تقسیم کیا بھی گیا ہے تو اس کا مقصد کنٹرول نہیں بلکہ بہتر نیوی گیشن ہے۔انہوں نے کہا کہ مقامی افراد کو محکمہ جنگلی حیات کے لوگ چیک کرتے ہیں تا کہ وہ تلور کا غیر قانونی شکار نہ کر سکیں۔انہوں نے کہا کہ اگر آپ صحرا میں جا کر ابوظہبی یا دوسرے عرب ممالک کے ترقیاتی منصوبوں کا جائزہ لیں تو آپ یہ یقین نہیں کریں گے کہ کوئی پرائیویٹ آرمی لوگوں کو ڈرا دھمکا رہی ہے۔عرب تو مقامی افراد کو سہولیات فراہم کر رہے ہیں نہ کہ ان کی زندگیاں مشکل بنا رہے ہیں۔

منیر کا کہنا ہے کہ جہاں تک اونٹوں کی دوڑ کا معاملہ ہے بچوں کی سمگلنگ غیر قانونی نہیں ہوئی نہ ایسا ماضی میں ہوا نہ حال میں ہو رہا ہے۔متحدہ عرب امارات میں اونٹوں کی دوڑ میں جانے والے بچوں کو ان کے والدین کی منشا سے لے جایا گیا جس کے عوض انہیں اچھا خاصا معاوضہ ملا۔جہاں تک قتل، جبری زیادتیوں اور عورتوں پر تشدد کا معاملہ ہے یہ من گھڑت کہانیاں ہیں جن میں کوئی حقیقت نہیں ہے یہ کہانیاں ان کی جانب سے پھیلائی گئی ہیں جن کو شکار کی اجازت نہیں ہے۔اس لئے وہ متحدہ عرب امارات کے حکمرانوں کے خلاف کہانیاں گھڑتے ہیں حالانکہ انہوں نے پاکستان کے لئے بہت کچھ کیا ہے۔

اس سال جنوری میں رحیم یار خان میں شیخ زید ائیر پورٹ کے حکام نے ایک فیکس پیغام موصول کیا جس میں مطلع کیا گیا کہ ایک خصوصی طیارہ چودہ مسافروں کو لے کر آ رہا ہے جو کہ شیخ کی شکاری ٹیم کا ہراول دستہ ہیں اس میں سات گارڈز اور باقی ویٹرز ہیں جو تمام بھارتی شہری ہیں۔جب فیکس آئی تو جہاز لینڈ کرنے ہی والا تھا۔ائیر پورٹ پر موجود ایوی ایشن کے حکام نے ائیر پورٹ کی روشنیاں بند کر دیں اور جہاز سے کہا گیا کہ سیکورٹی کا مسئلہ ہے اس لئے جہاز واپس چلا جائے۔کچھ ذرائع کا یہ بھی کہنا ہے کہ تمام چودہ افراد کا تعلق بھارتی فوج سے تھا لیکن اس کی تصدیق نہیں ہوئی۔ایک بات یہ بھی سنی گئی کہ جہاز نے لینڈ تو کیا مگر بھارتی شہریوں کو جہاز سے باہر آنے کی اجازت نہیں دی گئی۔جہاز نے چند گھنٹے انتظار کیا اس دوران متحدہ عرب امارات کے سفارتخانے نے پاکستانی حکام سے بات چیت کی جس کے بعد جہاز مسافروں کو لے کر واپس روانہ ہو گیا۔اس سے پہلے اسی ماہ متحدہ عرب امارات کے ایک شیخ کی ایڈوانس ٹیم میں شامل چھ بھارتی شہری بدین پہنچے جو سیکورٹی کلیئرنس کے بغیر ائیر پورٹ سے نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔

چوہدری نثار علی خان نے اس سال 25 اپریل کو پاکستان میں شکار کرنے والے غیر ملکیوں کے لئے قوائد و ضوابط کا اعلان کیا۔ڈان اخبار کے مطابق نئے ضابطوں کے تحت غیر ملکی شخصیات اپنی آمد سے 72 گھنٹے پہلے تمام معلومات متعلقہ حکام کو دینے کی پابند ہیں۔حکومت نے لینڈ پرمٹس کا اجراء بھی روک دیا یہ پرمٹس ایک طرح سے 72 گھنٹوں کا ویزہ ہوتا ہے جو آمد پر دیا جاتا ہے اب وہ تمام افراد جو شکار کی غرض سے پاکستان آنا چاہتے ہیں وہ آنے سے پہلے ویزہ حاصل کرنے کے پابند ہوں گے۔ایف آئی اے، اینٹی نارکوٹکس فورس، پاکستان کسٹم اور مقامی انتظامیہ شکاریوں کو امیگریشن، کسٹم اور سیکورٹی سمیت دیگر سہولیات فراہم کریں گے۔

وزارتِ خارجہ کے پروٹوکول ڈویژن کی ذمہ داریاں تین قسم کی ہیں۔ایک تو وہ غیر ملکی شخصیات کو آمد پر پروٹوکول فراہم کرے ان کے سفارتی مشنوں کو سیکورٹی اور گاڑیاں فراہم کرے۔اس کے علاوہ غیر ملکی سربراہوں کو پاکستان میں شکار کے خصوصی پرمٹس بھی جاری کرے۔عالمی تنظیم IUCN کے پاکستان میں نمائندہ محمود اختر چیمہ کہتے ہیں ''یہ پرمٹس صوبوں کی جنگلی حیات کے تحفظ کے قوانین میں نرمی برتتے ہوئے جاری کئے جاتے ہیں کیونکہ خلیجی ممالک کے ساتھ پاکستان کے برادرانہ تعلقات ہیں''۔

شاہی شخصیات وزیر اعظم کے دفتر میں رابطہ کرتی ہیں جو وزارتِ خارجہ کو پرمٹس کے اجراء کے احکامات جاری کرتا ہے۔پرمٹ میں شکار کے مقامات، کتنے تلوروں کا شکار کیا جا سکتا ہے، کتنے عقاب ساتھ لانے کی اجازت ہوگی، شکار کے لئے کہاں جانے کی اجازت ہے اور کہاں نہیں، یہ سب کچھ پرمٹ پر درج ہوتا ہے۔اسی حساب سے سیکورٹی کے انتظامات کئے جاتے ہیں۔جب پرمٹس جاری ہونے کے بعد غیر ملکی حکام کے حوالے ہو جاتے ہیں تو اس کے بعد پروٹوکول ڈویژن، کسٹم اور امیگریشن کے محکموں کا کام شروع ہو جاتا ہے۔پاکستان میں جو بھی عقاب شکاری ساتھ لاتے ہیں اس کا اپنا پاسپورٹ ہوتا ہے تا کہ یہ یقین دہانی حاصل کی جا سکے کہ اتنے ہی عقاب واپس جا رہے ہیں جتنے لائے گئے تھے۔شکاریوں کے ساتھ آنے والے سٹاف اور ساز و سامان کو بھی انہی مراحل سے گزرنا پڑتا ہے چاہے وہ کاغذوں کی حد تک ہی کیوں نہ ہو۔

کئی شکاری جماعتیں اپنے پرائیویٹ جہازوں پر پرائیویٹ ائیر سٹرپس پر اترتی ہیں۔یہ واضح نہیں کہ وہاں امیگریشن اور کسٹم کے انتظامات ہوتے ہیں یا نہیں اور یہ کتنے مؤثر ہوتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ ایک ایسے پرندے کے شکار کا پرمٹ پاکستان کیسے جاری کر سکتا جس کو مارنے کا اختیار خود پاکستانیوں کے پاس نہیں ہے؟

Fondation Houbara

International کی ایک رپورٹ کے مطابق امیر عرب ملکوں کے ساتھ تعلقات ضروری ہیں اور ایسے پرٹس کے ذریعے پاکستان عرب بادشاہوں کوخوش رکھ کر معاشی مفادات حاصل کرسکتا ہے۔چونکہ ان ممالک کے پاس کافی پیسہ ہےاور ان کے حکام ہمیشہ اس تاک میں رہتے ہیں کہ کہاں وہ محفوظ اورمنافع بخش سرمایہ کاری کرسکتے ہیں۔مثال کے طور پر صرف ابوظہبی کے پاس ایک کھرب ڈالر کے فارن ریزرو ہیں سعودی عرب کے پاس آٹھ سوارب ڈالر ہیں۔قطر کے پاس دنیا میں گیس کے سب سے بڑے ذخائر ہیں۔سعودی عرب کے پاس تیل کے سب سے بڑے ذخائر ہیں۔دوبئ ایک بڑے معاشی مرکز میں تبدیل ہو چکا ہے۔رپورٹ میں مزید کہا گیا ہے کہ ان ممالک میں پاکستانی مصنوعات کی بھی بڑی کھپت ہے۔پاکستان نے جدید ٹینکس اور جے ایف 17 طیارے بنالئے ہیں جن کے خریدار ممکنہ طور پر یہی ممالک ہو سکتے ہیں۔رپورٹ یہ بھی کہتی ہے کہ ان بادشاہوں کے پاس شکار کے لئے کئی ممالک کے دعوت نامے موجود ہیں اور یہ پاکستان کی بدقسمتی ہوگی کہ یہ بادشاہ اور ان کے خاندان پاکستان میں شکار کے اپنے پسندیدہ مقامات تک نہ آسکیں۔

کمال الدین کا کہنا ہے کہ عرب شکاری صوبائی محکمہ جنگلات کو فنڈز اور وسائل فراہم کرتے ہیں۔ہر شکاری جماعت اپنے ساتھ کم ازکم پندرہ گاڑیاں بھی لاتی ہے جن کو گشت کے لئے محکمہ جنگلی حیات کے لوگ بھی استعمال کرتے ہیں جن سے نہ صرف تلور بلکہ ہرن اور دوسرے جانوروں کی افزائش میں بھی مدد ملتی ہے۔

مختار احمد کے بقول اگر یہ انتظامات نہ کئے جائیں تو پاکستان میں غیر قانونی شکارکی وجہ سے تلور کی تعداد کم ہوجائے۔پاکستان کے پسماندہ علاقوں میں غیر قانونی شکار ایک بڑا خطرہ ہے۔ایک زندہ تلور کی قیمت 35ہزار تک ہے۔غیر قانونی شکار کرنے والے ان تلوروں کو متحدہ عرب امارات میں فروخت کرتے ہیں جہاں عقابوں کو شکار میں تربیت دینے کے لئے ان کو استعمال کیا جاتا ہے تلور کے گوشت کو بھی بیش قیمت تصور کیا جاتا ہے۔

Houbara Fondation International کا خیال ہے کہ عرب شیخوں کو شکار کے لائسنس کے ساتھ پاکستان کے معاشی اور سفارتی مفادات وابستہ ہیں لیکن اہم سوال یہ ہے کہ عرب شکاریوں کو اپنے عقابوں کے ذریعے تلوروں کو مروانے سے کیا حاصل ہوتا ہے یادوسرے لفظوں میں امیر عرب شیخ اپنے شکار کے بارے میں اتنے سنجیدہ کیوں ہیں؟

کمال الدین کے بقول عرب بالخصوص متحدہ عرب امارات ہمارے احسان مند ہیں کہ پاکستان میں ان کی دیکھ بھال ہوتی ہے وہ پاکستان کو اپنا دوسرا گھر سمجھتے ہیں ان کا بینکنگ سسٹم BCCI نے بنایا تھا۔کمال الدین کے خیال میں اس کی ایک وجہ ان کی اپنے مستقبل کے بارے میں تشویش ہے نہ ان کے پاس ایٹمی طاقت ہے نہ وہ اتنی بڑی فوج رکھتے ہیں۔اس لئے وہ پاکستان کی جانب دیکھتے ہیں۔دنیا جانتی ہے کہ ہم مقابلہ کرنا جانتے ہیں اس لئے وہ کسی بھی ممکنہ خطرے کے پیش نظر ہماری جانب دیکھتے ہیں۔

کمال الدین کا یہ بھی کہنا ہے کہ قومی سلامتی اور سفارتی تعلقات کی اس صورتحال سے کچھ طاقتیں خوش نہیں ہیں اس لئے جب سپریم کورٹ نے 2015 میں تلور کے شکار پر پابندی عائد کی تو بھارتی وزیراعظم نریندر مودی نے متحدہ عرب امارات کا دورہ کیا بھارت ہمیں سفارتی طور پر تنہا کرنے کے لئے عربوں پر کام کر رہا ہے اگر بھارت ہمارے اتحادیوں کے ساتھ ہمارے تنازعات بڑھائے گا تو یہ اس کے لئے ایک سہل راستہ ہے۔

سپریم کورٹ کے ایک تین رکنی بینچ نے تلور کے شکار پر پابندی کی درخواستوں کی سماعت کی اور اپنا فیصلہ 19اگست 2015 کو سنایا اس کے دوروز بعد بینچ کے سربراہ جسٹس جواد ایس خواجہ نے چیف جسٹس کا عہدہ سنبھالا۔بینچ نے قرار دیا کہ نہ ہی وفاق اور نہ ہی صوبے تلور کے شکار کے لائسنس جاری کرنے کے مجاز ہیں۔ججوں نے وفاقی حکومت سے کہا کہ وہ ایک عالمی معاہدوں Endangered Species of Fauny and Flora اور Convention on Conservation of Migratory Species کا دستخط کنندہ ہے جس کے تحت ان کی پاسداری لازمی ہے۔اس لئے عدالت نے ان تمام جانوروں اور پرندوں کے شکار پر پابندی لگادی جن کی نسل معدوم ہونے کے خطرے سے دوچار ہے۔

عدالت کے فیصلے سے سب کوخوشی نہیں ہوئی بہاولپور اور رحیم یارخان میں کچھ مقامی افراد نے شکار پر پابندی کے اس فیصلے کے خلاف احتجاج کیا۔بالخصوص رحیم یارخان کے احتجاجی مظاہرین نے کہا کہ عربوں نے یہاں کئی ترقیاتی کام کروائے اور علاقے کے لوگوں کو روزگار دیا۔وفاقی اور صوبائی حکومتوں نے بھی اس فیصلے کو چیلنج کیا جس پر سپریم کورٹ نے ایک بڑا بینچ بنایا جس نے 22جنوری 2016 کو شکار پر پابندی ختم کرنے کا فیصلہ سنایا فیصلے میں کہا گیا کہ عالمی معاہدے پاکستان میں شکار پر پابندی کانہیں کہتے بلکہ یہ معاہدے ان ممالک کو پابند کرتے ہیں کہ وہ اس جانب کسی متفقہ لائحہ عمل تک پہنچیں۔اس لئے یہ معاہدے تلور کے شکار کے راستے میں حائل نہیں ہیں کیونکہ یہاں مسئلہ شکار کا ہے تجارت کا نہیں۔بینچ نے یہ بھی کہا کہ پاکستان میں ایسا کوئی قانون نہیں ہے جو مستقل طور پر شکار پر پابندی عائد کرتا ہو تاہم ایک جج نے کہا پاکستان شکار کے حوالے سے قواعد و ضوابط بنائے تاکہ ایک حد سے زیادہ شکار نہ ہو چونکہ تلور کے شکار پر وزارت خارجہ کے پاس کوئی اختیار نہیں اس لئے ضوابط بھی وہ نہیں بنا سکتی۔تاہم دیگر ججوں نے اس حوالے سے کسی رائے کا اظہار نہیں کیا جس کی وجہ سے یہ ابہام ابھی تک برقرار ہے کہ اس سلسلے میں اصل اختیار کس کو حاصل ہے۔

ایڈووکیٹ سردار کلیم الیاس جنہوں نے 2013 میں لاہور ہائی کورٹ میں تلور کے شکار کے خلاف درخواست دائر کی ان کا کہنا ہے کہ شکار کے بارے میں ضابطے اور طریقہ کار صوبائی حکومتوں کا دائرہ کار ہے وزارتِ خارجہ اگر اس مسئلے میں ٹانگ اڑائے گی تو وہ غیر قانونی ہوگا۔الیاس کے بقول صوبائی حکومت ایک ہی معاملے کو جو مقامی افراد کے لئے غیر قانونی ہو اس کو غیر ملکی افراد کے لئے قانونی کیسے بنا سکتی ہے ؟لاہور ہائی کورٹ نے اس بارے میں ابھی تک کوئی فیصلہ نہیں دیا حالانکہ اس کے چیف جسٹس نے ایک بار کہا تھا کہ تلور کے شکار کی اجازت صرف اس صورت میں ہونی چاہئے جب اس کی افزائش محفوظ ہو۔

پنجاب کے محکمہ جنگلی حیات کا کہنا ہے کہ تلور کی آبادی بڑھ رہی ہے۔سندھ کے محکمے کا کہنا ہے کہ یہ آبادی برقرار ہے۔دونوں محکموں نے پاکستان میں تلور کی تعداد کا جائزہ لینے کے لئے تفصیلی سروے کئے ہیں اور اس کام پر کئی ماہ صرف کئے اس دوران وہ ہر اس مقام تک گئے جہاں تلور موجود ہو سکتے تھے۔کمال الدین کا کہنا ہے کہ Houbara International Fondation نے اس سلسلے میں ان کے ساتھ تعاون کیا۔

سروے میں کہا گیا ہے کہ چولستان میں 2012 سے 2015 کے دوران تلوروں کی تعداد میں 10.11 فیصد اضافہ ہوا 2012 میں ان کی تعداد 1680 تھی جو 2015 میں بڑھ کر 1850 ہوگئی۔ڈیرہ غازی خان اور راجن پور کے اضلاع میں ان کی تعداد میں خاطر خواہ اضافہ ہوا جہاں 2012 میں 1512 تلوروں کی نشاندہی ہوئی تھی جبکہ 2010 میں یہ تعداد 279 تھی۔سندھ کے محکمہ جنگلی حیات کے مطابق 2012-13 میں صوبے میں 8100 تلور آئے جن میں سے 690 شکار کئے گئے اور 7410 واپس چلے گئے۔2014-15 میں 6350 تلور آئے جن میں سے 580 شکار کئے گئے جبکہ 5770 واپس چلے گئے۔حکام کے

مطابق سندھ میں تلوروں کی آمد میں کمی شکار کی وجہ سے نہیں ہوئی بلکہ نامناسب موسمیاتی تبدیلیاں اس کی وجہ بنیں۔کمال الدین کے بقول ''اگر پاکستان میں بارش زیادہ ہوگی تو پاکستان میں زیادہ پرندے آئیں گے''۔

International Fondation Houbara کے حکام کے مطابق اس سال شکار کے آخری موسم میں دوبئی کے شیخ حمدان بن محمد بن رشید المکتوم نے بہاولپور میں 120 تلوروں کا شکار کیا اور اس کے عوض انہوں نے حکومتِ پاکستان کو متحدہ عرب امارات کی جانب سے 87 لاکھ روپے ادا کئے۔تاہم سرکاری طور پر اس کی وضاحت نہیں کی گئی کہ یہ رقم کس مد میں وصول کی گئی کیونکہ سرکاری طور پر تلور کے شکار کی کوئی فیس نہیں رکھی گئی۔تاہم شیخ مکتوم نے جتنے تلوروں کا شکار کیا وہ قواعد کی خلاف ورزی ہے کیونکہ کوئی بھی شکاری جماعت دس روز کے اندر سو سے زائد تلوروں کا شکار نہیں کرسکتی۔

تاہم یہ تعداد سرکاری حکام کے اعداد و شمار سے بھی مطابقت نہیں رکھتی۔پنجاب کے محکمہ جنگلی حیات کے ڈپٹی ڈائریکٹر محمد نعیم بھٹی کے دستخطوں سے جاری ہونے والی ایک دستاویز کے مطابق اس سال بہاولپور میں صرف 57 تلوروں کا شکار ہوا۔اس لئے اس تضاد نے کئی سوالوں کو جنم دے دیا ہے۔حقیقت کیا ہے اس کی کھوج ضروری ہے۔

یہ اعداد و شمار اس لئے بھی صحیح نہیں ہیں کیونکہ اس سال شکار کے موسم میں صرف بہاولپور میں شیخ مکتوم اکیلا شکاری نہیں آیا بلکہ کئی دوسرے لوگ بھی آئے جنہوں نے مقررہ حد سے زیادہ شکار کیا اس لئے یہ تعداد سرکاری اعداد و شمار سے کہیں زیادہ ہے۔

کہا جا سکتا ہے کہ پاکستان میں تلوروں کی تعداد کے حوالے سے جو سروے ہوئے وہ بھی غلط ہیں اگر اس حوالے سے غیر سرکاری تنظیموں کی جانب سے جاری ہونے والے اعداد و شمار پر نظر دوڑائیں تو ایک بالکل مختلف صورتحال سامنے آتی ہے۔2016 میں شائع ہونے والی IUCN کی ریڈ بک جس میں ان پرندوں کی تفصیلات دی گئی ہیں جن کی نسلیں خطرات سے دوچار ہیں اس رپورٹ کے مطابق پاکستان میں تلوروں کے بے پناہ شکار کی بدولت گزشتہ بیس سالوں کے دوران ان کی تعداد خاصی کم ہو چکی ہے اور ان کی افزائش کی شرح بھی گر گئی ہے تاہم رپورٹ میں تلوروں کو خطرے سے ایک درجے کم پر رکھا گیا ہے۔رپورٹ کے مطابق دنیا میں تلوروں کی کل تعداد 78960 سے 97000 کے درمیان ہے تاہم رپورٹ میں تسلیم کیا گیا ہے کہ اس تعداد میں کمی بیشی ممکن ہے۔

برڈ لائف انٹرنیشنل جو کہ دنیا کے 120 ممالک میں مصروفِ عمل ہے اس کے مطابق دنیا کے کچھ خطوں میں تلوروں کی تعداد مسلسل کمی کا شکار ہے قازقستان جو کہ دنیا بھر میں تلوروں کی مجموعی تعداد میں سے نصف کا مسکن ہے وہاں ان کی آبادی 26-36 فیصد کم ہوگئی ہے۔یہی حال ایران کا ہے کیونکہ عراق میں ان کا بے پناہ شکار ہوا ہے۔اس رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ پاکستان میں تلوروں کی تعداد میں 30-49 فیصد کمی ہوئی ہے۔

International Fondation Houbara کا قیام لاہور میں 1995 میں عمل میں آیا تھا جس کے پیچھے ایک کمپنی سیکورٹی کنسلٹنس پرائیویٹ لمیٹڈ ہے۔جس کے ملازمین کی تعداد 750 کے قریب ہے زیادہ تر کا تعلق افواجِ پاکستان سے رہا ہے۔یہ دونوں کمپنیاں ایک ہی عمارت میں اپر مال لاہور میں کام کررہی ہیں۔فاؤنڈیشن کے دو مقاصد ہیں:ایک متحدہ عرب امارات کی نامور شخصیات سے مل کر ملکی قوانین کی پاسداری اور دوسرا وہ علاقے جہاں عرب شخصیات آتی ہیں وہاں فلاحی منصوبوں کی بروقت تکمیل۔پاکستان ان منصوبوں کے لئے زمین فراہم کرتا ہے اور عرب وسائل فراہم کرتے ہیں۔فاؤنڈیشن کسی لین دین میں نہیں پڑتی بلکہ اس کا کوئی بنک اکاؤنٹ بھی نہیں ہے۔

کمال الدین جو کہ فاؤنڈیشن کے سینئر ممبر ہونے کے ساتھ سیکورٹی اینڈ کنسلٹنٹس پرائیویٹ لمیٹڈ کے چیف ایگزیکٹو بھی ہیں وہ ان اعداد و شمار کو تسلیم نہیں کرتے جن میں پاکستان میں تلوروں کی تعداد میں کمی کو ظاہر کیا گیا ہے ان کے کہنا ہے کہ ''جو لوگ کہتے ہیں کہ تلوروں کی تعداد کم ہوگئی ہے وہ اس کی وجہ پوچھتے ہیں بالخصوص پاکستان میں''۔

وہ یہ سوال بھی اٹھاتے ہیں کہ ایک ملک سے دوسرے ملک ہجرت کے دوران پرندوں کی تعداد کیسے شمار کی جا سکتی ہے۔اس کا مطلب ہے کہ سروے والوں کو بیک وقت وسطی ایشیا، افغانستان، ایران، بلوچستان، سندھ اور پنجاب میں سروے کرنا پڑیں گے جو کہ ممکن نہیں ہے۔کمال الدین کہتے ہیں کہ انہوں نے آج تک نہیں سنا کہ پاکستان میں کوئی تنظیم سروے کر رہی ہے۔متحدہ عرب امارات کے حکمران ان تنظیموں کے ایجنڈے سے متفق ہیں۔شیخ زید نے تو 1970 کی دہائی میں ہی کہہ دیا تھا کہ ان پرندوں کی تعداد کم ہو رہی ہے انہوں نے تلوروں کی نسل کو محفوظ بنانے کے لئے ''پائیدار شکار'' کے نام سے ایک پروگرام بھی شروع کیا جو بعد ازاں تلوروں کے تحفظ کے عالمی فنڈ میں بدل گیا۔اس فنڈ سے تلوروں کی افزائش کی جاتی ہے۔فنڈ کے اعداد و شمار کے مطابق صرف 2016 میں فارمز کے ذریعے 53743 تلوروں کی افزائش کی گئی 2014 میں یہ تعداد 46014 تھی۔33685 تلوروں کو ان کے قدرتی ماحول میں چھوڑا گیا۔

لیکن سوال یہ ہے کہ جب تلوروں کو قدرتی ماحول میں چھوڑا جاتا ہے تو کتنے اپنی زندگی برقرار رکھ پاتے ہیں۔تلوروں کی افزائش کے عالمی فنڈ کے ڈائریکٹر جنرل محمد صالح البدیثی کے مطابق ان کی افزائش کی شرح 30 فیصد ہے جو ان کے خیال میں حوصلہ افزا ہے۔تاہم IUCN کے مطابق تلوروں کا ان کے ماحول میں تحفظ ان کی مصنوعی افزائش سے کہیں زیادہ مفید ہے۔

ہر مادہ تلور سال میں تین انڈے دیتی ہے اگر ان کے تحفظ کے اقدامات کئے جائیں تو یہ ان کی مصنوعی افزائش سے کہیں زیادہ سودمند ہو سکتا ہے۔اس لئے زیادہ موزوں ہوگا کہ ان کے شکار پر پابندی عائد کی جائے۔

یکم مارچ 2017 کی شام کو تلوروں کی افزائش کے عالمی فنڈ کی چار رکنی ٹیم لاہور ایئر پورٹ پر پہنچی۔یہ اپنے ساتھ تلوروں کے 500 بچے لائی۔اس ٹیم کی قیادت البیدانی کر رہے تھے۔وہ اسی رات بہاولپور سے چند کلومیٹر جنوب میں لال سوہانرا کے مقام پر تلوروں کے ایک تحقیقی سینٹر Sheikh BreedingDeerZayedBinMuhammad Centre Reserch Houbara and روانہ ہوئے۔علی الصبح وہ اپنی منزل مقصود پر پہنچ گئے۔یہ ریسرچ سینٹر لمبائی میں پندرہ کلومیٹر اور چوڑائی میں چار کلومیٹر پر محیط ہے جس کے گرد باڑ لگائی گئی ہے اس کے دو دروازے ہیں۔سیکورٹی ٹاورز سے علاقے کی مسلسل نگرانی کی جاتی ہے۔سرکاری حکام اور میڈیا کو تلوروں کو آزاد کرنے کے موقع پر بلایا گیا تھا۔مقررہ وقت پر ایک ایک کر کے تلوروں کو آزاد فضا میں چھوڑا گیا۔کافی تلور اڑ گئے کچھ گر کر قریبی جھاڑیوں میں روپوش ہوگئے۔اس کے فوراً بعد ٹیم بہاولپور ایئر پورٹ پہنچی جہاں اس نے رحیم یار خان کے لئے اڑان بھرنا تھی۔جہاز تیار کھڑا تھا۔ٹیم نے رحیم یار خان پہنچ کر بقیہ 300 پرندوں کو آزاد کیا۔صحرا میں جہاں تلور آزاد کئے گئے وہاں پاکستان اور ابوظہبی کے جھنڈے لگائے گئے تھے۔جیسے سورج ڈھلنے لگا ایک ایک کر کے پرندے چھوڑے گئے۔ایک تلور جب پنجرے سے نکالا گیا تو وہ مر چکا تھا۔تمام تلوروں کی ٹانگوں کے ساتھ ایک ٹریکنگ ڈیوائس لگائی گئی تھی۔اگلے چند روز میں 70 سے 80 تلور مر گئے کچھ دوسرے پرندوں کا لقمہ بنے اور کچھ گرمی برداشت نہ کر سکے۔جو باقی بچے انہیں ابوظہبی کے شہزادے نے جو ایک روز بعد رحیم یار خان پہنچا تھا شکار کر لیا۔

(بشکریہ ہیرلڈ: ترجمہ سجاد اظہر)

ایک سچے صحافی کی موت

حامد میر

موت کے بعد دنیا اُس کی عظمت کو سلام کر رہی ہے لیکن اُس کی عظمت کا یہ سفر کرب کا سفر تھا۔ یورپ کے ایک چھوٹے سے ملک مالٹا کی خاتون صحافی ڈیفنی کاروانہ گالیزیا کے وجود کو ایک بم دھماکے میں بکھیر دیا گیا۔ بم دھماکے کی آواز سن کر ڈیفنی کا بیٹا میتھیو بھاگتا ہوا اپنی ماں کی گاڑی کے پاس پہنچا تو وہاں صرف آگ اور دھواں تھا۔ دو پولیس والے بھی موقع پر پہنچ گئے۔ اُنہوں نے میتھیو سے پوچھا کہ اس گاڑی میں کون تھا؟ میتھیو نے اپنے اردگرد بکھرے ہوئے انسانی وجود کے چیتھڑوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا یہ میری ماں تھی۔ ڈیفنی کی المناک موت نے ہمیں یہ پیغام دیا ہے کہ آزادیٔ اظہار یورپ میں بھی ناقابلِ برداشت ہوتی جارہی ہے اور صحافت دن بدن ایک خطرناک پیشہ بنتا جارہا ہے۔ صحافیوں کا کام سچ بولنا اور سچ لکھنا ہے لیکن یہی سچ اُن کی زندگی کے لئے بہت بڑا خطرہ بن جاتا ہے۔ زندہ رہنے کے لئے وہ سمجھوتے کرتے ہیں اور سمجھوتے کرتے کرتے بہت سے بھروسے کھونے لگتے ہیں۔ بھروسے قائم رکھنے کے لئے سمجھوتے سے انکار کرنے والے صحافیوں کا انجام ڈیفنی کاروانہ گالیزیا جیسا ہوتا ہے جس کی یاد میں یورپ کے کئی شہروں میں شمعیں جلائی گئیں لیکن یہ شمعیں میتھیو کو اُس کی ماں واپس نہیں دلا سکتیں۔ موت سے آدھ گھنٹہ قبل ڈیفنی نے اپنے بلاگ پر لکھا کہ جس طرف دیکھو جرائم پیشہ افراد نظر آتے ہیں صورتحال بہت بگڑ چکی ہے۔ کچھ ہی دیر میں ان جرائم پیشہ افراد نے ڈیفنی کی آواز کو ہمیشہ کے لئے خاموش کردیا۔ لیکن ڈیفنی کی موت اس کی شکست نہیں بلکہ کامیابی بن چکی ہے کیونکہ اُس کی آواز کروڑوں آوازوں میں بدل چکی ہے۔ ڈیفنی کی موت سے قبل کوئی نہیں جانتا تھا کہ مالٹا کا وزیراعظم اور اپوزیشن لیڈر دونوں ڈیفنی سے نفرت کرتے تھے کیونکہ ڈیفنی نے ان دونوں کی کرپشن کو بے نقاب کیا۔ 53 سالہ ڈیفنی نے 1987ء میں صحافت شروع کی۔ پہلے وہ کالم لکھتی تھی پھر ایک اخبار کی ایڈیٹر بن گئی لیکن حکومت اور سیاست میں موجود جرائم پیشہ افراد اپنے اثرورسوخ کے ذریعہ اُس کی آواز دبانے میں کامیاب ہوجاتے تھے۔ کبھی اُس کے اخبار کی انتظامیہ دباؤ میں آجاتی کبھی اُس کی تحریر کو ذاتی حملہ قرار دے کر مسترد کردیا جاتا۔ تنگ آکر ڈیفنی نے سوشل میڈیا پر اپنا بلاگ بنایا اور رننگ کمنٹری کے نام سے حکومت اور اپوزیشن کی اہم شخصیات کے اصل چہروں کو بے نقاب کرنے لگی۔ کچھ ہی عرصے میں اُس کے قارئین کی تعداد مالٹا کی کل آبادی سے بھی بڑھ گئی اور اسے ''ون ویمن وکی لیکس'' کا خطاب مل گیا۔ پچھلے سال اُسے یورپ کی اُن 28 شخصیات میں شامل کیا گیا جنہوں نے یورپ کو ہلادیا۔

ڈیفنی نے فروری 2016ء میں مالٹا کی حکومت کے ایک وزیر کونارڈ میزی اور وزیراعظم جوزف مسکت کے قریبی ساتھی کیتھ شیمبری کی نیوزی لینڈ میں آف شور کمپنیوں کو بے نقاب کیا۔ اپریل 2016ء میں پانامہ پیپرز کا اسکینڈل منظر عام پر آیا تو ڈیفنی کا موقف صحیح ثابت ہوگیا۔ ڈیفنی نے اپنے وزیراعظم کی اہلیہ کے نام پر ایک آف شور کمپنی بھی ڈھونڈ نکالی جس کے بعد ملک میں اتنا بڑا سیاسی بحران آیا کہ وزیراعظم کو جون 2017ء میں قبل از وقت انتخابات کرانے پڑ گئے۔ انتخابات کے بعد جوزف مسکت ایک دفعہ پھر وزیراعظم بن گئے اور ڈیفنی کی زندگی کے لئے خطرات بڑھ گئے۔ وہ وزیراعظم کے علاوہ اپوزیشن لیڈر ایڈرین ڈیلیا کو بھی معاف نہیں کرتی تھی۔ پولیس اور خفیہ ادارے بھی اُس سے تنگ تھے۔ 2013ء میں وہ گرفتار بھی ہوچکی تھی۔ کچھ دن پہلے اُس نے اپنے بچوں کو دھمکی آمیز پیغامات سے آگاہ کیا اور پولیس کو رپورٹ بھی درج کرائی لیکن اُس کی حفاظت کے لئے کوئی قدم نہ اٹھایا گیا۔ عام لوگ اُسے سچ کی دیوی قرار دیتے لیکن حکمران طبقہ اُسے صحافتی دہشت گرد کہتا تھا۔ پانامہ پیپرز اسکینڈل نے اُس کی عظمت میں اضافہ کیا لیکن اس عظمت نے اُسے اور اُس کے خاندان کو ایک کرب سے دوچار کردیا۔ یہ دھمکیوں اور خوف کا کرب تھا۔

ڈیفنی نے فروری 2016ء میں مالٹا کی حکومت کے ایک وزیر کونارڈ میزی اور وزیراعظم جوزف مسکت کے قریبی ساتھی کیتھ شیمبری کی نیوزی لینڈ میں آف شور کمپنیوں کو بے نقاب کیا۔ اپریل 2016ء میں پانامہ پیپرز کا اسکینڈل منظر عام پر آیا تو ڈیفنی کا موقف صحیح ثابت ہوگیا۔

ڈیفنی نے دھمکیوں کے سامنے جھکنے سے انکار کردیا اور ماری گئی۔ اُس کی موت پر مالٹا پولیس کا ایک افسر اتنا خوش ہوا کہ اُس نے سوشل میڈیا پر کہا کہ ڈیفنی کے ساتھ یہی کچھ ہونا چاہئے تھا۔ مذکورہ پولیس افسر کو معطل کیا جاچکا ہے لیکن آپ سوچ سکتے ہیں کہ ڈیفنی کے لئے ریاستی عناصر کے دلوں میں کتنی نفرت تھی؟ جو ریاست ایک صحافی کے سچ سے لرزنے لگے وہ ریاست زیادہ دیر قائم نہیں رہ سکتی۔ کچھ ہفتے قبل بھارت کے شہر بنگلور میں ایک سینئر صحافی گوری لینکیش کو گولی مار کر قتل کیا گیا تو حکمران بھارتیہ جنتا پارٹی کے حامیوں نے سوشل میڈیا پر جشن منایا۔ 55 سالہ گوری لینکیش حکمران جماعت کی انتہا پسندانہ پالیسیوں کی ناقد تھیں۔ بھارت، پاکستان اور بنگلہ دیش صحافیوں کے لئے خطرناک ترین ممالک کی فہرست میں شامل ہیں۔ پاکستان میں پچھلے دس سال کے دوران سو سے زیادہ صحافی قتل کئے جاچکے ہیں اور صحافیوں کو ڈرانے دھمکانے کے واقعات ایک معمول بن چکے ہیں۔ صحافیوں کے خلاف جرائم میں ریاستی عناصر اور غیر ریاستی عناصر دونوں ملوث ہیں۔ پاکستان کی ریاست آزادی اظہار سے اتنی الرجک ہے کہ بعض اوقات صحافیوں کو دھمکیاں دینے والے ملک دشمن غیر ریاستی عناصر کو بھی میڈیا کے خلاف استعمال کرنے سے نہیں گھبراتی۔ پاکستان میں آئین و قانون کی بالادستی کے دعوے تو بہت کئے جاتے ہیں لیکن آزادی صحافت ہر طرف سے خطرات میں گھری ہوئی ہے۔

حکومت کے اندر موجود حکومت بھی صحافیوں کو دباتی ہے اور حکومت سے باہر موجود حکومت بھی آزادیٔ اظہار سے خائف رہتی ہے۔ چھوٹی چھوٹی بات پر بڑے بڑے سیاستدانوں کی انا مجروح ہوجاتی ہے۔ ایک جلسے یا ایک ٹویٹ سے ایٹمی پاکستان کا قومی مفاد خطرے میں پڑ جاتا ہے۔ پھر اس قومی مفاد کو بچانے کے لئے کسی صحافی کو اغوا کرلیا جاتا ہے کسی کو خاموش کرنے کے لئے آف ایئر کردیا جاتا ہے۔ دلیل کا جواب دلیل سے دینے کی بجائے بندوق کی طاقت استعمال کی جاتی ہے اور جب کوئی قلم کے مقابلے پر بندوق کی طاقت استعمال کرتا ہے تو دراصل اپنی کمزوری اور بزدلی کا اعتراف کرتا ہے۔ یہ بزدل لوگ چھپ کر وار کرتے ہیں۔ سامنے نہیں آتے لیکن انہیں خود کو بہادر کہلوانے کا بہت شوق ہوتا ہے۔ صحافت کے لئے باہر سے نہیں اندر سے بھی خطرات بڑھ گئے ہیں۔ کچھ سیاسی جماعتوں اور ریاستی اداروں نے اپنے پالتو صحافیوں کے ذریعہ اس پیشے کی ساکھ کو بری طرح مجروح کیا ہے لیکن عوام اچھی طرح جانتے ہیں کہ اصلی اور نقلی کون کون ہے؟ پاکستان کے صحافیوں کو آج متحد ہوکر آزادیٔ اظہار کا دفاع کرنے کی ضرورت ہے۔ ڈیفنی کاروانہ گالیزیا کی موت یہ پیغام دے رہی ہے کہ موت سے مت گھبراؤ۔ ایک سچے صحافی کی کربناک موت دراصل اُسے ہمیشہ کیلئے زندہ کردیتی ہے اور قاتلوں کو پوری دنیا کے سامنے تماشا بنادیتی ہے۔ ان قاتلوں کو کوئی عدالت سزا دے یا نہ دے لیکن تاریخ میں یہ لوگ بزدل، سازشی، قاتل اور جرائم پیشہ کہلاتے ہیں۔

(بشکریہ جنگ)

مذہب، سیاست اور اقتدار

مبارک علی

سیاست اور مذہب دونوں اقتدار کے حصول میں کوشاں رہتے ہیں۔اگر مذہب عقیدے کی بنیاد پر لوگوں کے جذبات واحساسات کو استعمال کر کے اقتدار کے لیے راہ ہموار کرتا ہے تو سیاست تدبیر، زیرکی، سازش، مسلح طاقت اور لوگوں کی رائے اور اجتماعی خواہشات کے تحت اپنے مقاصد کے حصول کی کوشش کرتی ہے۔لہٰذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ اقتدار کے حصول میں مذہب اور سیاست دونوں کے طریقہ ہائے کار میں فرق ہوتا ہے۔مذہب سیاست کو اپنا تابع بنا کر دعویٰ کرتا ہے کہ وہ خدائی احکامات کی تکمیل کرے گا۔لہٰذا اس کے اقتدار کی بنیاد الوہی قوانین پر ہوتی ہے اور انہی قوانین وضوابط کے نفاذ کے ذریعے وہ معاشرے کی اصلاح کا دعویٰ کرتا ہے۔اس کے مقابلے میں سیاست کی بنیاد اس اصول پر ہوتی ہے کہ معاشروں پر حکومت کے لیے نظام سیاست اور قوانین کو حالات و ماحول کے تحت تبدیل ہوتے رہنا چاہیے تاکہ انسانی معاشرہ ایک جگہ ٹھہرنے کے بجائے برابر حرکت پذیر رہے۔یہی وہ بنیادی فرق ہے جو مذہب اور سیاست کو ایک دوسرے سے متصادم کر دیتا ہے۔مذہب اور سیاست کے تصادم اور فرق کے نتیجے میں تین نمونے ہمارے سامنے آتے ہیں۔ پہلا یہ کہ جب مذہب اور سیاست اپنی بقا کے لیے ایک دوسرے سے تعاون کرتے ہوئے اتحاد بنا لیتے ہیں اور متوازن طور سے اقتدار میں شراکت کرتے ہیں تو اسے ہم مذہب وسیاست کا امتزاج کہتے ہیں۔دوسری صورت میں سیاست مذہب کو اپنے تابع کر کے اسے اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرتی ہے جبکہ تیسری صورت میں ان دونوں میں تصادم اور ٹکراؤ ہوتا ہے جس کے نتیجے میں مذہب و سیاست ایک دوسرے سے علیحدگی اختیار کر لیتے ہیں اور اپنے الگ الگ دائرہ کار میں رہتے ہوئے سرگرم عمل رہتے ہیں۔

کسی بھی مذہب کی ابتدا اور اس کے پھیلاؤ کا مطالعہ کرنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ ہر مذہب ایک خاص ماحول، حالات اور وقت میں ابھرتا اور پھیلتا ہے۔اس لیے مذہب کا ردِعمل اپنے وقت کے مسائل اور حالات سے ہوتا ہے۔لیکن جیسے جیسے حالات بدلتے ہیں اسی طرح نت نئے مسائل بھی سامنے آتے ہیں اور مذہب کے لیے ان مسائل کی اپنی تعلیمات سے مطابقت کرنا لازم ہو جاتا ہے۔ایک ایسا مرحلہ بھی آتا ہے جب مذہب کی تشکیل مکمل ہو جاتی ہے۔اس کے بعد مذہب کی تعلیمات سے یہ گنجائش کم ہو جاتی ہے کہ وہ بدلتے ہوئے حالات کا ساتھ دے سکے۔مثال کے طور پر اسلام میں راسخ العقیدگی کی تکمیل میں ڈھائی سو سال صرف ہوئے جن میں اس کا فقہی نظام مکمل ہوا۔لہٰذا جب بھی کسی مذہب میں راسخ العقیدگی مکمل ہو جاتی ہے تو اس کے لیے تبدیلی کا ساتھ دینا مشکل ہو جاتا ہے۔کیونکہ ایسے میں یہ سمجھا جاتا ہے کہ تبدیلی اس کی مضبوط اور پائیدار بنیادوں کو کمزور کر دے گی۔اس مرحلے پر مذہب کے سامنے تین راستے ہوتے ہیں۔پہلا راستہ یہ ہے کہ تبدیلی کے عمل سے درگزر کر کے سختی سے عقائد پر قائم رہا جائے۔تبدیلی کی ہر کوشش کو جبر وتشدد سے دبا دیا جائے یا اگر مذہبی راہنماؤں کے پاس سیاسی قوت

کسی بھی مذہب کی ابتدا اور اس کے پھیلاؤ کا مطالعہ کرنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ ہر مذہب ایک خاص ماحول، حالات اور وقت میں ابھرتا اور پھیلتا ہے۔اس لیے مذہب کا ردِعمل اپنے وقت کے مسائل اور حالات سے ہوتا ہے۔لیکن جیسے جیسے حالات بدلتے ہیں اسی طرح نت نئے مسائل بھی سامنے آتے ہیں اور مذہب کے لیے ان مسائل کی اپنی تعلیمات سے مطابقت کرنا لازم ہو جاتا ہے۔ایک ایسا مرحلہ بھی آتا ہے جب مذہب کی تشکیل مکمل ہو جاتی ہے۔اس کے بعد مذہب کی تعلیمات سے یہ گنجائش کم ہو جاتی ہے کہ وہ بدلتے ہوئے حالات کا ساتھ دے سکے۔

نہ ہو تو اس صورت میں فتوؤں اور بیانات کے ذریعے اس کی مذمت کی جائے اور جو لوگ تبدیلی کے خواہاں ہیں انہیں کافر، مرتد، دشمن اور سازشی کہہ کر لوگوں کو ان سے دور رکھا جائے اور کوشش کی جائے کہ لوگ ان کی بات سنیں اور نہ ان کی تحریریں پڑھنے پائیں۔دوسرا ردعمل یہ ہے کہ وقت کے تقاضوں اور لوگوں کی خواہشات کو دیکھتے ہوئے تبدیلی کو قبول کر لیا جائے اور کوشش کی جائے کہ انہیں مذہبی رنگ دے دیا جائے اور مذہب کی نئے سرے سے تاویل اور تفسیر کی جائے۔تیسرا راستہ یہ ہے کہ اگر ان تبدیلیوں سے مقابلہ نہ ہو پائے اور انہیں قبول نہ کیا جا سکے تو پھر دنیا سے علیحدگی اختیار کر کے معاشرتی سرگرمیوں سے کنارہ کش ہو لیا جائے۔چنانچہ پہلا ردعمل جارحانہ، دوسرا سمجھوتے پر مبنی اور تیسرا علیحدگی ہے۔جو لوگ تبدیلی کے خواہاں ہوتے ہیں مگر مذہب سے دستبردار نہیں ہونا چاہتے، وہ تبدیلی اور عقیدے میں سمجھوتہ کر لیتے ہیں۔ایسے لوگ مذہبی تعلیمات کی ایسی تاویل اور تفسیر کرتے ہیں جو ان کے مقاصد پورا کرتی ہے۔اس لیے مذاہب میں نت نئے فرقے پیدا ہوتے رہتے ہیں۔جب ان کی ضرورت پوری ہو جاتی ہے تو یہ فرقے ختم ہو جاتے ہیں اور ان کی جگہ نئے فرقے لے لیتے ہیں۔

عیسائیت میں جب بورژوا طبقے کو کاروبار میں سود کی حرمت کی ضرورت ہوئی تو کیلون (وفات 1594) نے اپنی تعلیمات میں اسے جائز قرار دے دیا جس سے کاروبار میں رکاوٹیں ختم ہوگئیں۔اسی وجہ سے ہر مذہب میں احیا، قدامت پرستی اور جدیدیت کی تحریکیں متحرک رہتی ہیں۔اور کوشش کرتی ہیں کہ اپنی کامیابی کے لیے سیاسی اقتدار حاصل کیا جائے کیونکہ سیاسی اقتدار کے ذریعے یہ اپنی تعلیمات اور قوانین نافذ کر سکتی ہیں۔اگر وعظ و تبلیغ سے دنیا تبدیل ہو سکتی تو پھر سیاسی اقتدار کی ضرورت بھی نہ ہوتی۔اس لیے موجودہ دور میں ہر مذہبی تحریک جمہوری روایات یا مسلح جدوجہد کے ذریعے حکومت پر قبضہ کر کے اپنے منصوبوں کی تکمیل چاہتی ہے۔تاریخی عمل کا ایک اہم اور غور طلب پہلو یہ ہے کہ اس میں ہر معاشرہ سادگی سے پیچیدگی کی طرف جاتا ہے لہٰذا اس صورت میں معاشرے کے اداروں، قوانین، روایات، رسوم و رواج اور رویوں میں برابر تبدیلی آتی رہتی ہے۔سائنسی ایجادات اور ٹیکنالوجی انسانوں کی زندگی میں تبدیلی لے کر آتی ہیں۔اس صورت حال میں ہر مذہب کے لیے تبدیلیوں کا ساتھ دینا مشکل ہو جاتا ہے۔ایک مرحلے پر آ کر اس کی توانائی اور تخلیقی صلاحیت جواب دے دیتی ہے۔یہ وہ مرحلہ ہوتا ہے کہ جب مذہب معاشرے کے دوسرے شعبوں سے علیحدہ ہو کر خود کو عبادات اور روحانی تربیت کے لیے مخصوص کر لیتا ہے۔موجودہ زمانے میں؟ تبدیلی کی رفتار انتہائی تیز اور علم کا پھیلاؤ بہت زیادہ ہے۔ان حالات میں سیاست، معیشت، سائنس اور ٹیکنالوجی کے امور میں پیشہ ور لوگ آ گئے ہیں۔ایسے میں مذہبی علما کے لیے مذہبی تعلیمات کو ان علوم سے ہم آہنگ کرنا بہت مشکل ہے۔یہی وجہ ہے کہ بیشتر معاشروں میں ہم مذہب کو سیاست ومعیشت اور سائنس سے علیحدہ ہوتا دیکھتے ہیں اور اب سماج پر اس کا وہ تسلط نہیں رہا جو قرون وسطیٰ میں نظر آتا تھا۔

عورتیں

غیرت کے نام پر بیوی اور پڑوسی قتل

کوہاٹ 14 اکتوبر کو کوہاٹ کے علاقہ وزیرو کلے میں شوہر نے بیوی کو ایک اجنبی مرد کے ساتھ دیکھ کر قتل کردیا۔ دہرے قتل کی اس واردات کا مقدمہ تھانہ جرما میں درج کرلیا گیا ہے، پولیس کے سامنے دیئے گئے بیان میں مدعی مقدمہ لعل مین گل ولد سردار خان نے بتایا کہ گزشتہ شب اس کے بھتیجے سلیمان بادشاہ ولد گلاب خان نے اپنے پڑوسی عمران ولد عثمان سکنہ اورکزئی ایجنسی حال وزیرو کلے کو اپنی بیوی شمیم بیگم کے ساتھ گھر کے اندر دیکھ کر فائرنگ کردی اور دونوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ واردات کے بعد ملزم جائے وقوعہ سے فرار ہوگیا جبکہ جرم چھپانے کیلئے مقتولین کو پوسٹ مارٹم کے بغیر چپکے سے دفنایا جارہا تھا کہ اس دوران واقعے کا علم ہونے پر پولیس نے جائے وقوعہ پر پہنچ کر دونوں لاشیں تحویل میں لیکر پوسٹ مارٹم کیلئے لیاقت میموریل وومن اینڈ چلڈرن ہسپتال منتقل کردیا، جہاں پوسٹ مارٹم رپورٹ میں دونوں افراد کو آتشیں اسلحہ سے قتل کرنے کی تصدیق ہوئی اور دہرے قتل کی اس واردات میں نامزد ملزم سلیمان بادشاہ کے خلاف تھانہ جرما میں مقدمہ درج کرلیا گیا، پولیس نے جائے وقوعہ سے تفتیش میں اہم شواہد قبضے میں لیکر ملزم کی تلاش میں مختلف مقامات پر چھاپہ مار کاروائیاں شروع کردی ہیں۔ (روزنامہ آج)

رشتہ نہ دینے پر 14 سالہ دوشیزہ قتل

لکی مروت 5 اکتوبر کو لکی مروت کے علاقے لنگر خیل پکہ میں رشتہ نہ دینے کے تنازعے پر دو افراد نے ایک گھر میں گھس کر فائرنگ کردی جس سے 14 سالہ دوشیزہ جاں بحق اور اس کی والدہ زخمی ہوگئی، پولیس کے مطابق ملزم سلیمان نے اپنے ایک ساتھی کے ہمراہ لنگر خیل پکہ میں عطاء اللہ کے گھر میں گھس کر اہل خانہ پر فائرنگ کردی جس سے مسماۃ شکیلہ ناز جاں بحق اور اس کی والدہ مسماۃ معلوم بی بی زخمی ہوگئی، مجروحہ مسماۃ معلوم بی بی نے پولیس کو بتایا کہ ملزم سلیمان نے چند روز قبل مسماۃ شکیلہ ناز کا رشتہ مانگا تھا لیکن اس کا دوسری جگہ نکاح ہونے کے سبب ملزم نے شکیلہ کے خاوند عطاء اللہ کو دھمکی دی تھی کہ وہ لڑکی کو زبردستی اٹھا کرلے جائے گا۔ پولیس نے مقدمہ درج کرکے مزید تفتیش شروع کردی ہے۔ (روزنامہ آج)

تیز دھار آلے کے حملے سے لڑکی زخمی

کراچی کراچی کے علاقے ملیر میں لڑکی کو موٹر سائیکل سوار ملزم نے تیز دھار آلے کے وار سے زخمی کردیا۔ متاثرہ لڑکی جذبہ جاوید کا کہنا تھا کہ وہ سڑک پار کررہی تھیں کہ اچانک ایک دبلے پتلے لڑکے نے ان کے ہاتھ پر وار کیا اور فرار ہوگیا۔ پولیس نے واقعے کی ایف آئی آر سعود آباد، ملیر پولیس اسٹیشن میں درج کرلی، جبکہ علاقے کی سی سی ٹی وی فوٹیج اور دیگر فارنزک شواہد کے ذریعے حملہ آور کی شناخت کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ پولیس حکام نے واقعے کی مزید معلومات ملنے تک اس پر تبصرہ کرنے سے انکار کردیا۔ واضح رہے کہ پولیس کے پاس 25 ستمبر سے 5 اکتوبر تک گلستان جوہر اور گلشن اقبال کے علاقوں میں موٹر سائیکل سوار ملزم کے 'تیز دھار آلے' سے حملے کے 13 کیسز رپورٹ ہوئے، جس کے نتیجے میں مقامی رہائشیوں میں خوف و ہراس پھیل گیا۔ ان واقعات کے سامنے آنے کے بعد پولیس نے مذکورہ ملزم کی شناخت اور گرفتاری کے لیے تحقیقات کا آغاز کردیا تھا، تاہم فوری طور پر کوئی کامیابی نہیں ملی تھی۔ پیر کی رات فیڈرل بی ایریا کے علاقے میں جواں سالہ لڑکی کو موٹر سائیکل سوار نے حملہ کرکے زخمی کیا۔ تاہم یہ واضح نہیں ہوسکا کہ کیا اس واقعے کا گلستان جوہر اور گلشن اقبال میں پیش آنے والے واقعات سے کوئی تعلق تھا۔ 15 اکتوبر کو پنجاب کے شہر ساہیوال کی پولیس کا کہنا تھا کہ اس نے کراچی میں خواتین کو چھریوں کے وار سے زخمی کرنے والے مرکزی ملزم کو گرفتار کرلیا، جس کی شناخت وسیم کے نام سے ہوئی۔ تاہم مشتبہ شخص کو مزید قانونی کارروائی کے لیے کراچی منتقل نہیں کیا گیا اور پنجاب پولیس نے سندھ پولیس کو بتایا کہ وہ اس سے پہلے ساہیوال، راولپنڈی اور لاہور میں خواتین پر حالیہ حملوں کی تفتیش کرنا چاہتے ہیں۔

(بشکریہ ڈان)

خواتین پر تشدد کے خلاف پیدل مارچ

حیدر آباد 9 اکتوبر کو عوامی تحریک کے سربراہ اور سینئر قوم پرست رہنما رسول بخش پلیجو نے کہا ہے کہ کاروکاری، اور جرگہ سسٹم غیر انسانی رسمیں ہیں جن سے چھٹکارا حاصل کرنا بہت ضروری ہے۔ حیدر چوک پر عوامی تحریک کی ذیلی تنظیم سندھیانی تحریک کے تحت خواتین کے حقوق کے حصول کے لیے دیے جانے والے دھرنے کے شرکا سے خطاب کرتے ہوئے رسول بخش پلیجو کا کہنا تھا کہ اس وقت خواتین پر تشدد کی روک تھام کے لیے کوئی آواز بلند نہیں کررہا، جب ہم اپنی ہی خواتین پر تشدد نہیں رکوا سکتے تو عالمی سامراج کا مقابلہ کس طرح کرسکتے ہیں؟ ہمیں سمجھداری کے ساتھ منظّم ہو کر تعلیم عام کرنے کی ضرورت ہے، کسی بھی عورت کو کمتر سمجھنے والا خود کمتری کا شکار ہوتا ہے، عورت ہی پوری دنیا کو آگے لے کر چل رہی ہے۔ قبل ازیں سندھیانی تحریک کے تحت خواتین پر تشدد، کاروکاری، جرگہ سسٹم، طالبات کے قتل عام اور ہندو لڑکیوں کے اغوا کے خلاف سنٹرل جیل کے سامنے سے شروع ہونے والے پیدل مارچ کے شرکاء مختلف شاہراہوں سے ہوتے ہوئے حیدر چوک پہنچے جس میں خواتین کی بڑی تعداد شریک تھی۔ اس موقع پر متفقہ طور پر منظور کی گئی قراردادوں میں مطالبہ کیا گیا کہ کراچی میں خواتین پر چھریوں کے وار کرکے انہیں زخمی اور خوف میں مبتلا کرنے والے عناصر کو گرفتار کرکے ان پر دہشت گردی کے تحت مقدمات درج کیے جائیں۔ شادی سے انکار پر قتل کی جانے والی تانیہ خاص خیلی کے اہل خانہ کو حکومت سندھ نے تنہا چھوڑ دیا ہے، تانیہ کے والدین کا کہنا ہے کہ انہوں نے بیٹی کھودی اور اب وہ دربدر کی زندگی گزارنے پر مجبور ہیں، حیدرآباد میں عوامی تحریک کی ذیلی تنظیم سندھیانی تحریک کے خواتین حقوق کے لیے ہونے والے احتجاج میں تانیہ خاصخیلی کے والدین نے بھی اپنے بچوں کے ہمراہ خصوصی شرکت کی، دھرنے کے شرکا سے خطاب کرتے ہوئے تانیہ کی والدہ مسماۃ خورشید زارو قطار روکر انصاف کی بھیک مانگتی رہیں، انہوں نے کہا کہ بیٹی کے قتل کے بعد اس کے دوسرے بچوں اور شوہر کی زندگی کو خطرہ لاحق ہوگیا ہے، تاہم انہیں عدالت اور حکومت سے انصاف کی امید ہے۔ (لالہ عبدالحلیم)

بیوی کو تشدد کے بعد قتل کردیا

پشاور 10 اکتوبر کو تھانہ پہاڑی پورہ کے علاقے گل آباد میں گھریلو ناچاقی کی بناء پر شوہر نے بھائی کے ساتھ ملکر اپنی بیوی کو وحشیانہ تشدد کا نشانہ بنانے کے بعد فائرنگ کرکے قتل کردیا۔ مقتولہ کے ورثاء قتل کے خلاف سراپا احتجاج بن گئے اور نعش رنگ روڈ پر رکھ کر مظاہرہ کیا جس کے باعث ٹریفک کا نظام شدید متاثر ہوا۔ اطلاع ملتے ہی پولیس موقع پر پہنچ گئی اور ملزموں کی جلد گرفتاری کی یقین دہانی کرتے ہوئے مظاہرین کو منتشر کردیا، پولیس نے مقتولہ کے شوہر اور دیور کے خلاف مقدمہ درج کرکے ان کی تلاش شروع کردی ہے، پولیس کے مطابق گل آباد کے علاقے میں گھریلو ناچاقی کی بناء پر واحد ولد شمسی نے اپنے بھائی زاہد کی مدد سے اپنی بیوی مسماۃ خدیجہ دختر مہابت خان کو تشدد کے بعد فائرنگ کرکے قتل کردیا۔ پولیس نے مقدمہ درج کرکے تفتیش شروع کردی ہے۔

(روزنامہ آج)

تیزاب پھینکنے والے کو 14 سال کی قید

کوئٹہ کوئٹہ کی انسداد دہشت گردی کی عدالت نے دو خواتین پر تیزاب پھینکنے کا جرم ثابت ہونے پر وجے پرویز مسیح کو 14 سال قید کی سزا سنادی۔کوئٹہ میں خواتین پر تیزاب پھینکنے کا واقعہ مئی 2015 میں پیش آیا تھا۔انسداد دہشت گردی کی عدالت کے جج داؤد ناصر نے وجے پرویز مسیح کو 14 سال قید کی سزا سنانے کے ساتھ مجرم کو 10 لاکھ روپے جرمانے کا بھی حکم دیا۔مئی 2015 میں وجے پرویز مسیح نے 28 سالہ رمشا مسیح اور 16 سالہ حنا مسیح پر کوئٹہ کی پنجایئت بستی کے قریب اس وقت اس وقت تیزاب پھینک دیا تھا جب وہ مارکیٹ میں شاپنگ کر رہی تھیں۔تیزاب کے حملے کے بعد خواتین کو لیڈی ڈفرین ہسپتال منتقل کیا گیا، جہاں سے طبی امداد کے بعد انہیں بولان میڈیکل کالج ہسپتال کے برن وارڈ منتقل کیا گیا۔بعد ازاں انہیں علاج کے لیے کراچی منتقل کیا گیا۔ہسپتال ذرائع کا کہنا تھا کہ حنا کو ہاتھوں اور پاؤں پر جبکہ رمشا کو چہرے اور ہاتھوں پر جلنے کے زخم آئے تھے۔پولیس نے متاثرین کی شکایت پر وجے کو فوری طور پر گرفتار کرلیا اور اسے پہلے کوئٹہ کی ڈسٹرکٹ جیل اور پھر سینٹرل جیل منتقل کردیا گیا۔مجرم کے خلاف مقدمہ سٹی پولیس اسٹیشن میں پاکستان پینل کوڈ (پی پی سی) اور انسداد دہشت گردی کی دفعات کے تحت درج کیا گیا۔

(بشکریہ ڈان)

اسلام آباد میں خواتین پر تشدد کی تحقیقات کا مطالبہ

پشاور 11 اکتوبر کو فاٹا اصلاحات تحریک میں شریک پختون خواتین پر اسلام آباد پولیس کی جانب سے ہونے والے تشدد کو خواتین نے فاٹا کے حقوق آزادی پر حملہ قرار دیتے ہوئے واقعے کی وفاقی حکومت سے تحقیقات کا مطالبہ کیا ہے۔پشاور پریس کلب میں تکڑا قبائلی خویندو کے زیر اہتمام پریس کانفرنس کرتے ہوئے سابقہ رکن قومی اسمبلی جمیلہ گیلانی، ناہید آفریدی، عائشہ حسن، شاء اعجاز، لیلیٰ شاہنواز اور دیگر نے کہا کہ وہ فاٹا اصلاحات کیلئے گزشتہ روز اسلام آباد ڈی چوک میں ہونے والے پرامن دھرنے میں شرکت کرنے جا رہی تھیں کہ پولیس نے پرامن خواتین کو روک کر تشدد کرنا شروع کیا جو پولیس گردی کے مترادف ہے جس کی وہ پر زور مذمت کرتے ہیں۔انہوں نے سوال کیا کہ حکومتی ادارے اور اسلام آباد انتظامیہ بتائیں کہ کیا وہ ہمیں پاکستانی نہیں سمجھتے ہیں، یا خواتین پر تشدد کرنے کیلئے پہلے ہی سے منصوبہ بندی کی گئی تھی؟ تین دن گزرنے کے باوجود بھی اعلیٰ حکام نے ابھی تک واقعے کا نوٹس نہیں لیا۔انہوں نے کہا کہ خواتین پر ہونے والے تشدد کے خلاف وہ صوبائی و قومی اسمبلی سمیت سینٹ میں آواز اٹھائیں گی۔

(روزنامہ آج)

بیوی کی اجازت کے بغیر دوسری شادی کرنے والے شخص کو جیل

لاہور لاہور کی مقامی عدالت نے پہلی بیوی سے اجازت کے بغیر دوسری شادی کرنے والے شخص کو چھ ماہ قید اور دو لاکھ جرمانے کی سزا سنا دی۔لاہور کے جوڈیشل مجسٹریٹ جواد نقوی نے عائشہ بی بی نامی خاتون کی جانب سے اپنے شوہر کے خلاف دائر کی گئی درخواست کی سماعت کی۔درخواست میں موقف اپنایا گیا تھا کہ میرے شوہر شہزاد ثاقب نے مجھے لاعلم رکھتے ہوئے دوسری شادی کی جو ایک جرم ہے۔انھوں نے عدالت سے استدعا کی تھی کہ ان کے شوہر کی دوسری شادی کو غیر قانونی قرار دی جائے۔جوڈیشل مجسٹریٹ نے خاتون کی درخواست پر فیصلہ سناتے ہوئے دوسری شادی کرنے والے شخص کو دو لاکھ جرمانہ اور چھ ماہ قید کی سزا دیدی۔خیال رہے کہ اسلامی نظریاتی کونسل کی جانب سے دوسری شادی کے حوالے سے موجودہ قانون پر متعدد مرتبہ تنقید کی گئی ہے جس کے تحت کسی بھی شخص کو دوسری شادی کے لیے اپنی پہلی بیوی سے تحریری طور پر اجازت لینے کی ضرورت ہے۔

(بشکریہ ڈان)

پاکستانی بچی جس کا سر سیدھا نہیں ہو پاتا

تھرپارکر صوبہ سندھ کے علاقے مٹھی میں ایک نو سالہ بچی سے لوگ اتنا خوفزدہ ہیں کہ وہ معاشرے سے کٹ کر رہ گئی ہے جس کی وجہ اس کی گردن 180 ڈگری کے ناممکن زاویے پر جھک جانا ہے۔افشین قمبر نامی یہ بچی کسی نامعلوم عضلاتی مرض کی شکار ہے جس کی وجہ سے یہ اپنے سر کو سیدھا رکھنے میں ناکام رہتی ہے۔اس بیماری کے نتیجے میں افشین چلنے پھرنے یا کھڑے ہونے سے بھی معذور ہوگئی ہے اور ہر وقت بیٹھے رہنے پر مجبور ہوتی ہے جبکہ کھانے پینے اور ٹوائلٹ جانے کے لیے بھی اسے مدد کی ضرورت پڑتی ہے۔ایک رپورٹ کے مطابق علاقے کے بچے اس بچی سے خوفزدہ جبکہ بالغ افراد کا کہنا ہے کہ یہ بیماری گناہوں کا نتیجہ ہے۔یہ بچی اسکول بھی نہیں جا پاتی جبکہ اس کے دوست اس کے چھ بہن بھائی ہی ہیں۔اس کے والد 55 سالہ اللہ جڑیو اور ماں پچاس سالہ جمیلہ کا کہنا تھا کہ انہوں نے متعدد مقامی ڈاکٹروں کو بچی کو دکھایا مگر انہیں نے یہ کہہ کر معذرت کر لی کہ وہ ایسی بیماری کا علاج نہیں کرسکتے۔غربت کے شکار اس جوڑے کا انحصار بڑے بیٹے کی مالی مدد پر ہے اور مالی وسائل کی کمی کی وجہ سے وہ بیٹی کو اسپیشلسٹ کو دکھانے سے قاصر ہیں۔بچی کی ماں کے مطابق 'ہم بیٹی کی حالت دیکھ کر پریشان رہتے ہیں، میں اسے مزید تکلیف میں نہیں دیکھ سکتی، اب تک کوئی ڈاکٹر بیماری کی تشخیص نہیں کرسکا'۔ان کے بقول 'مقامی ڈاکٹروں نے ہمیں بچی کو کراچی کے جناح ہسپتال میں دکھانے کا مشورہ دیا ہے مگر ہمارے پاس بڑے ہسپتال میں علاج کرانے کے وسائل نہیں'۔افشین پیدائش کے وقت تو اپنے بہن بھائیوں کی طرح صحت مند تھی مگر آٹھ ماہ کی عمر میں اس کی زندگی بدلنا شروع ہوئی، جمیلہ نے بتایا 'جب وہ آٹھ ماہ کی تھی تو وہ گھر کے باہر کھیلتے ہوئے زمین پر گر گئی جس سے گردن متاثر ہوئی'۔مقامی ڈاکٹر دلیپ کمار کا اس حوالے سے کہنا تھا کہ اس طرح کے کیسز نہ ہونے کے برابر سامنے آتے ہیں، اس کی حالت ریڑھ کی ہڈی میں مسئلے یا عضلاتی مرض کی وجہ سے ہے مگر حتمی نتیجہ مناسب معائنے سے ہی نکالا جاسکتا ہے'۔

(بشکریہ ڈان)

جنسی زیادتی کرنے کی کوشش

عمرکوٹ 14 ستمبر کو بنی سر روڈ کے قریب گوٹھ ٹنڈو کولاچی میں شادی شدہ خاتون پر کچھ افراد نے مبینہ جنسی زیادتی کرنے کی کوشش کی۔متاثرہ خاتون اپنے شوہر کے ہمراہ بنی سر روڈ پولیس تھانے پہنچی۔پولیس نے ملزموں کے خلاف درخواست ملنے کے بعد ملزمان کے گھر پر چھاپہ مارا لیکن گرفتاری عمل میں نہ آئی۔متاثرہ خاتون نے اپنے شوہر اور دیور کے ساتھ احتجاج بھی کیا اور مطالبہ کیا کہ نامزد دونوں ملزموں کو گرفتار کیا جائے۔ملزموں کے خلاف مقدمہ درج نہ ہونے پر خاتون نے ورثاء کے ہمراہ ایس ایس پی آفس عمرکوٹ میں درخواست دی۔متاثرین کی اپیل ہے کہ ملزمان کو جلد از جلد گرفتار کیا جائے۔ایس ایس پی نے مقدمہ درج کرنے کا حکم دیا لیکن پولیس ٹال مٹول سے کام لے رہی ہے۔

(اوکھو منروپ)

فاٹا کی خواتین بنیادی حقوق کیلئے کوشاں

پشاور اگرچہ حکومت وفاق کے زیرِ انتظام قبائلی علاقے (فاٹا) کے اصلاحاتی بل کو پارلیمنٹ میں پیش کرنے کی منظوری دے چکی ہے، لیکن فاٹا کی خواتین حالیہ تجاویز میں مردوں کو زیادہ نمائندگی دینے پر اپنے حقوق کے لیے ایک مرتبہ پھر عملی طور پر کوشاں ہیں۔ایک ایسے وقت میں جب خیبر پختونخوا کی حکومت، فاٹا کو صوبے میں ضم کرنے اور اصلاحات نافذ کرنے کے مطالبے پر ڈٹی ہوئی ہے، وہیں فاٹا کی خواتین پر مشتمل ایک کمیٹی نے بنیادی حقوق، سہولیات اور فیصلہ سازی میں شمولیت سے محرومی جیسے اہم مسائل کو حل کرنے کے لیے نئی جدوجہد کا آغاز کیا ہے۔اس کمیٹی کی سربراہی کرنے والی ایک سماجی کارکن ثمینہ آفریدی کا کہنا ہے کہ ان کا مقصد فاٹا میں خواتین کو نا صرف منظّم کرنا، بلکہ انہیں ان کے بنیادی حقوق فراہم کرنا بھی ہے۔ڈان نیوز کے پروگرام 'نیوز وائز' میں گفتگو کرتے ہوئے ثمینہ آفریدی نے کہا کہ ذوالفقار علی بھٹو کے دور سے اب تک جتنی بھی اصلاحاتی کمیٹیاں قائم کی گئیں ان میں صرف مردوں کی نمائندگی تھی جہاں ایک بھی خاتون موجود نہیں تھی اور اگر مردوں کی بات کی جائے تو ان میں بھی فاٹا سے تعلق رکھنے والوں کی تعداد کم رہی ہے۔ان کا کہنا تھا کہ 'ہمارا مقصد یہ تھا کہ ایک ایسی کمیٹی بنائی جائے جہاں خواتین اپنی آواز بلند کرسکیں، جس سے ان کے اصل مسائل بھی سامنے آئیں گے'۔ثمینہ آفریدی نے بتایا کہ فاٹا میں تو ہر ایک کے ساتھ کوئی نہ کوئی مسئلہ ہے، لیکن خواتین کی صورتحال بہت زیادہ ابتر ہوچکی ہے، کیونکہ جو نظام وہاں رائج ہے، اُس میں ان کے لیے تعلیم کا حصول ممکن نہیں اور اسی وجہ سے وہ کئی شعبوں میں پیچھے ہیں۔انھوں نے کہا کہ اگر 1998 کی مردم شماری کے لحاظ سے دیکھیں تو فاٹا میں خواتین کی تعداد مردوں کے مقابلے میں انتہائی کم ہے اور یہی ایک بنیادی وجہ ہے کہ انتخابات میں خواتین ووٹرز کی تعداد کم نظر آتی ہے۔سماجی کارکن ثمینہ آفریدی کا کہنا تھا کہ فاٹا میں ہونے والے جرگوں میں آج تک کسی خاتون نے شرکت نہیں کی، کیونکہ وہاں ایسا نظام ہے جس میں خواتین کو قبائلی فیصلوں میں شامل ہی نہیں کیا جاتا اور اگر خاندانی مسائل پر نظر ڈالی جائے تو انہیں وراثت میں بھی حصہ دار نہیں سمجھا جاتا۔انھوں نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ 'بدقسمتی سے ایسی صورتحال کی وجہ سے قومی اسمبلی اور سینیٹ میں بھی فاٹا سے تعلق رکھنے والی کوئی خاتون موجود نہیں جو اپنی آواز کو اٹھا سکے اور میں سمجھتی ہوں کہ یہ بہت بدتر حالات ہیں'۔اس سوال پر کہ کچھ عرصہ قبل سوات میں بھی خواتین کا ایک جرگا بنایا گیا تھا تو کیا آپ نے اسی سے متاثر ہوکر یہ فورم بنانے کا فیصلہ کیا؟ ثمینہ آفریدی نے جواب دیا کہ ایک مرتبہ شہید بےنظیر بھٹو فاؤنڈیشن کے تحت ایک جرگے کا انعقاد ہوا تو اس میں 250 مردوں کے درمیان میں واحد خاتون تھی اور جب لوگوں نے خواتین کو شامل کرنے کی بات کی تو وہاں کچھ لوگوں نے اس کی مخالفت کی اور یہ سب کچھ دیکھ کر مجھے لگا کہ یہاں خواتین کو منظّم کرنے کی بہت ضرورت ہے، لہٰذا وہ اُس وقت سے ایسے گروپ کو قائم کرنے پر غور کر رہی تھیں۔ان کا مزید کہنا تھا کہ 2008 کے بعد سے پیپلز پارٹی کے دور میں بھی بہت سے جرگے تشکیل دیے گئے، لیکن وہ سب کے سب مردوں پر مشتمل تھے اور ان میں خواتین کو شامل کرنے پر صرف غور ہی کیا گیا، مگر عملی طور پر کچھ نہ ہوسکا۔انھوں نے بتایا کہ اس وقت اس کمیٹی میں فاٹا سے 350 کے قریب خواتین ہیں جو اپنے حقوق کے لیے آواز بلند کرنا چاہتی ہیں تاکہ نئی اصلاحات میں ان کے حقوق کو نظر انداز نہ کیا جائے۔خیال رہے کہ حال ہی میں وفاقی کابینہ نے فاٹا کو قومی دھارے میں لانے کے لیے فاٹا اصلاحات کا بل پارلیمنٹ میں پیش کرنے کی منظوری دی تھی۔مجوزہ بل کے تحت سپریم کورٹ اور اسلام آباد ہائی کورٹ کا دائرہ قبائلی علاقوں تک بڑھایا جائے گا، جبکہ ملک میں رائج قوانین پر فاٹا میں عملدرآمد ممکن ہوسکے گا۔بل کے پارلیمنٹ سے منظور ہونے کے بعد 'ایف سی آر' قانون کا خاتمہ ہوجائے گا، فاٹا میں ترقیاتی منصوبے شروع کیے جائیں گے اور صوبوں کے اتفاق رائے سے فاٹا کو قابل تقسیم محاصل سے اضافی وسائل بھی فراہم کیے جائیں گے۔واضح رہے کہ حکومت نے رواں سال مارچ میں فاٹا اصلاحات کی سفارشات کی اصولی منظوری دی تھی، جس کے تحت فاٹا کو پانچ سال میں صوبہ خیبر پختونخوا میں ضم کردیا جائے گا، تاہم خیبر پختونخوا حکومت کا مطالبہ ہے کہ حکومت 2018 کے عام انتخابات سے قبل فاٹا میں بلدیاتی انتخابات کرواکر اسے صوبے میں ضم کرے۔

(بشکریہ ڈان)

بیوی اور بھتیجے کی جان لے لی

سوات 15 اکتوبر کو تحصیل کبل باچا کلے میں شوہر نے غیرت کے نام پر بیوی اور بھتیجے کو قتل کردیا، پولیس نے ملزم کو گرفتار کرلیا، تحصیل کبل یونین کونسل ٹال کے علاقہ باچا کلے میں ممند ولد خانزادہ نامی شخص نے اپنی 40 سالہ بیوی مسماۃ (ج) کو اپنے بھتیجے سردار حسین کے ساتھ جنسی تعلقات کے شبہ پر قتل کردیا۔پولیس رپورٹ کے مطابق ملزم نے اعتراف جرم کرتے ہوئے کہا کہ مقتولین کے آپس میں تعلقات استوار تھے جس پر اس نے انہیں قتل کیا۔ (روزنامہ ایکسپریس)

بیوی کو قتل کردیا

سوات 11 اکتوبر کو سوات کی تحصیل بریکوٹ کے علاقہ غالیگے میں شوہر نے مبینہ طور پر اپنی 21 سالہ بیوی کو فائرنگ کرکے قتل کردیا، مقتولہ کے والد باچا رحمان ولد بہروز خان ساکن شموزئی نے تھانہ غالیگے میں رپورٹ درج کراتے ہوئے اپنے داماد عجب خان پر الزام لگایا ہے کہ اس نے میری بیٹی کو فائرنگ کرکے قتل کیا ہے، اس سے پہلے مقتولہ کے شوہر نے پولیس کو بتایا تھا کہ اس کی بیوی نے خود پر فائرنگ کرکے خودکشی کی ہے، پولیس نے مقتولہ کے شوہر عجب خان کو گرفتار کرکے تفتیش شروع کردی ہے۔

شادی کے 6 ماہ بعد نوجوان لڑکی کی سسرال میں پراسرار ہلاکت

حیدرآباد بھن تھانے میں چھلگری کے رہائشی محمد اسلم بلوچ نے پولیس کو اطلاع دی کہ اس کی بیٹی 20 سالہ امینہ کی شادی 6 ماہ قبل ٹنڈو حیدر کے رہائشی سلام الدین بلوچ سے ہوئی تھی۔اسے اس کا شوہر اور سسرالی رشتہ دار اکثر تشدد و مار پیٹ کا نشانہ بناتے اور جہیز نہ دینے کا طعنہ دیتے تھے۔آج اسے اس کے داماد نے اطلاع دی کہ اس کی بیٹی انتقال کرگئی ہے اور سسرالی خاموشی سے اس کی میت ٹنڈو جام میں واقع آبائی قبرستان میں تدفین کے لیے لے گئے تھے۔محمد اسلم نے کہا کہ مقتولہ کی تدفین روکی جائے اور اس کی لاش کا طبی معائنہ کرایا جائے۔اطلاع ملنے پر ایس ایچ او بھن منظور شورو نے قبرستان پر چھاپہ مارا جہاں امینہ کی تدفین کی تیاری کی جارہی تھی۔پولیس نے لاش تحویل میں لے کر سول ہسپتال پہنچائی جہاں سے پوسٹ مارٹم کے بعد لاش اسلم بلوچ کے حوالے کردی گئی۔ایس ایچ او بھن نے 'ایچ آر سی پی' کے رابطے پر بتایا کہ لیڈی میڈیکو لیگل آفیسر کا پوسٹ مارٹم کے بعد کہنا تھا کہ لڑکی کے جسم پر تشدد کے نشانات موجود تھے۔تاہم یہ موت کی وجہ نہیں ہیں۔متوفی خاتون کے اعضا کے نمونے کے لیے حاصل کرکے کیمیائی تجزیہ کے لیے کراچی فارمنگ لیبارٹری بھجوائے جارہے ہیں اس کے بعد ہی حتمی طور پر کچھ کیا جائے گا جبکہ پولیس کی جانب سے لاش تحویل میں لینے کے بعد خاتون کا شوہر اور گھر والے گھر پر تالا ڈال کر فرار ہوگئے ہیں۔

(لالہ عبدالحلیم)

پنجاب میں خواتین کے لیے خصوصی عدالتیں قائم کرنے کا فیصلہ

لاہور خواتین کے خلاف ہونے والے جرائم کے سدِ باب کے لیے حکومتِ پنجاب نے صوبے میں ایسی خصوصی عدالتیں قائم کرنے کا فیصلہ کیا ہے جن میں صرف خواتین جج مقرر کی جائیں گی اور وہ ہی ان خواتین کے خلاف جرائم کے مقدمات سنیں گی۔ ملتان میں رواں برس قائم کردہ جدید مرکز برائے تحفظِ خواتین میں گذشتہ چھ ماہ کے دوران خواتین کی جانب سے 1,100 سے زیادہ شکایات موصول ہوئیں جن میں سے 700 صرف خواتین پر گھریلو تشدد سے متعلق تھیں۔ اس جدید سینٹر میں ایک ہی چھت تلے پولیس، پراسیکیوشن، میڈیکل اور نفسیاتی علاج کی سہولیات کی وجہ سے 900 سے زیادہ شکایات حل کر دی گئیں۔ حکام کے مطابق زیادہ شکایات سامنے آنے کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ اس سینٹر کو مکمل طور پر خواتین چلاتی ہیں۔ یہ عدالتیں صوبے کے 36 اضلاع میں خواتین کے لیے قائم کیے جانے والے عدم تشدد کے مراکز میں قائم کی جائیں گی۔ اس حوالے سے حال ہی میں پنجاب کے وزیرِ اعلیٰ نے صوبے میں خواتین پر تشدد کے خلاف تحفظ کے قانون 2016 میں ضروری ترامیم لانے کی منظوری دی ہے۔ وزیرِ اعلیٰ پنجاب کے خصوصی اصلاحاتی کمیٹی یا سپیشل ریفارم یونٹ کے سربراہ سلمان صوفی نے بی بی سی کو بتایا کہ اگلے دو ماہ کے اندر ان عدالتوں کا قیام ممکن ہو پائے گا۔ سنہ 2016 کے قانون میں ترامیم کا مسودہ تیار کیا جا رہا ہے اور اسے رواں سال دسمبر میں منظوری کے لیے پنجاب اسمبلی میں پیش کر دیا جائے گا۔ ان کے مطابق درمیانی عرصے میں موجودہ قوانین کی بنیاد پر خصوصی

عدالت صوبہ پنجاب کے شہر ملتان میں قائم کردہ پہلے سینٹر برائے تحفظِ خواتین میں قائم کر دی جائے گی۔ دوسرے مرحلے میں یہ سینٹر ضلعی سطح پر لاہور، گوجرانوالہ اور فیصل آباد میں قائم کیے جا رہے ہیں جہاں نئی خصوصی عدالتیں بھی ساتھ ہی قائم کر دی جائیں گی۔ ان سینٹروں میں ایک ہی چھت تلے قائم عدالتوں اور پراسیکیوٹر کے دفاتر قائم ہونے کی وجہ سے خواتین کے خلاف تشدد اور دیگر جرائم کے مقدمات میں فیصلے جلد کرنے میں مدد ملے گی۔ سلمان صوفی کے مطابق ان مراکز میں ایک ہی چھت تلے قائم عدالتوں اور پراسیکیوٹر کے دفاتر قائم ہونے کی وجہ سے خواتین کے خلاف تشدد اور دیگر جرائم کے مقدمات میں فیصلے جلد کرنے میں مدد ملے گی۔ 'جس دن شکایت موصول ہو گی اسی روز عدالتی کارروائی کا آغاز بھی ممکن ہو پائے گا۔ اس طرح مقدموں کا جلد نمٹانا بھی ممکن ہو گا۔ مقدمات کے فیصلے دو ہفتے کے اندر کرنے بھی ممکن ہوں گے۔' ان کا کہنا تھا کہ ن ءعدالتیں خصوصی طور پر پنجاب میں خواتین پر تشدد کے خلاف تحفظ کے قانون کے لیے قائم کی جا رہی ہیں اور جو بھی جرائم اس کے دائرہ کار میں آتے ہیں یہ عدالتیں ان کی سماعت کریں گی۔ ان مقدمات میں خصوصاً مانیٹری آرڈر، پروٹیکشن آرڈر اور ریذیڈنسی آرڈر شامل ہوں گے۔ اس طرح دیوانی عدالتوں پر زیادہ بوجھ نہیں پڑے گا اور وہ ان کے پاس آنے والے اہم نوعیت کے دیگر مقدمات پر بھی یکساں توجہ دے سکیں گی۔ بی بی سی سے بات کرتے ہوئے جسٹس ریٹائرڈ ناصرہ جاوید کا کہنا تھا کہ اگر یہ عدالتیں خواتین کو تحفظ فراہم کرنے والے اداروں کے قریب واقع ہوں گی تو یقیناً اس سے خواتین کو مدد مل سکے گی۔ 'یہ تو وقت ہی بتائے گا کہ یہ کتنی کامیاب ہوتی ہیں۔ تاہم ہمارے معاشرے میں عدم برداشت بہت زیادہ ہو چکا ہے۔ اگر خاوند کو باہر کوئی مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو اس کا غصہ بھی وہ بیوی بچوں پر نکالتا ہے۔ اس لیے میرے خیال میں ایسی عدالتوں کا قیام ایک مثبت قدم ہے۔' ان کے مطابق سنہ 1964 کے فیملی کورٹ ایکٹ میں یہ شق موجود تھی کہ ہر ضلع میں کم از کم ایک خاتون جج فیملی کورٹ میں ہو گی۔ جسٹس ریٹائرڈ ناصرہ جاوید کا مزید کہنا تھا کہ جب خواتین جج آنا شروع ہو گئیں تو یہ تعداد بڑھا کر دو کر دی گئی۔ اگر یہ عدالتیں خواتین کو تحفظ فراہم کرنے والے اداروں کے قریب واقع ہوں گی تو یقیناً اس سے خواتین کو مدد مل سکے گی۔ جسٹس ریٹائرڈ, ناصرہ جاوید

'ہمارے پاس خواتین جج موجود ہیں اور اگر یہ خواتین کے خلاف جرائم کے مقدمات سننا شروع کر دیں تو بہت سی خواتین بلا جھجک ان کے پاس جا کر مسائل بیان کر پائیں گی۔' یاد رہے کہ ملتان میں قائم خواتین کے خصوصی سینٹر نے رواں برس کے آغاز میں کام کرنا شروع کیا تھا۔ سینٹر کی گذشتہ چھ ماہ کی کارکردگی رپورٹ کے مطابق اس سینٹر کو 1,143 شکایات موصول ہوئیں جن میں سے 952 پر تصفیہ کیا گیا اور 17 پر ایف آئی آر درج کی گئیں۔ ان میں 752 شکایات گھریلو تشدد کی تھیں جبکہ ہراساں کرنے کے 68، طلاق کے 51، ریپ کے 36 اور 19 جان کے خطرے کی شکایات تھیں۔ سلمان صوفی کے مطابق ملتان سینٹر کی کامیابی کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ وہاں کام کرنے والا تمام سٹاف خواتین پر مشتمل ہے۔ "ہم نے دیکھا کہ اگر چھ ماہ میں صرف ملتان ہی سے خواتین کے خلاف جرائم کی 1,100 سے زیادہ شکایات آئیں ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ عورتیں عورتوں کو اپنی پریشانی بتانے میں اور بات کرنے میں آسانی محسوس کرتی ہیں۔' اس بنا پر یہ فیصلہ کیا گیا کہ ان جدید سینٹروں کے اندر یہ خصوصی عدالتیں قائم کی جائیں جہاں پر صرف خواتین جج ہوں جو کہ خواتین کے مسائل سے آگاہ ہوں۔ اس طرح ان کے لیے خواتین کی شکایات سننا آسان ہو گا۔

(نامہ نگار)

بلوچستان سے خواتین کی گمشدگی اور وزیر اعلیٰ بلوچستان کی مداخلت پر واپسی

کوئٹہ پاکستان کے صوبہ بلوچستان سے تعلق رکھنے والے علیحدگی پسند رہنما ڈاکٹر اللہ نذر بلوچ کی اہلیہ اور بچوں سمیت دیگر خواتین کی گرفتاری کی خبر کو اگرچہ مقامی الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا میں کوئی جگہ نہیں ملی لیکن یہ سوشل میڈیا پر زیر بحث اہم موضوعات میں شامل رہی۔حکومت نے تین خواتین کی گرفتاری کی تصدیق تو کی ہے لیکن حکومت بلوچستان کے ترجمان کے مطابق ان خواتین کو افغانستان سے متصل سرحدی شہر چمن سے گرفتار کیا گیا تھا۔حکام کے مطابق یہ خواتین ایک گاڑی میں سرحد پار کر کے افغانستان جانا چاہتی تھیں۔ان خواتین کو کالعدم تنظیموں سے تعلق کے شبہے میں گرفتار کرنے کے بارے میں بتایا گیا لیکن تاحال ان کی شناخت کے بارے میں معلومات فراہم نہیں کی گئیں۔بلوچ قوم پرست تنظیموں اور حلقوں کی جانب سے یہ الزام بھی عائد کیا گیا ہے کہ ایک اور گوریلا کمانڈر اسلم بلوچ کی ہمشیرہ اور ان کے بچوں کو بھی حراست میں لیا گیا ہے۔دوسری جانب حکومت نے سینیٹ میں تسلیم کیا کہ بلوچستان میں گذشتہ دنوں گرفتار کی جانے والی تین خواتین سکیورٹی اداروں کی حراست میں ہیں۔تاہم حزب اختلاف کے سینیٹروں نے اس جواب کو ناکافی اور ان کی فوری رہائی کا حکم نہ دینے پر اجلاس سے احتجاجاً واک آؤٹ کیا۔بلوچستان نیشنل پارٹی (ایم) کے سینیٹر ڈاکٹر جہانزیب جمالدینی، پیپلز پارٹی کے فرحت اللہ بابر، پختونخوا ملی عوامی پارٹی کے محمد عثمان کاکڑ اور سردار محمد اعظم خان موسیٰ خیل نے مشترکہ توجہ دلاؤ نوٹس میں ایوان میں خواتین اور تین بچوں کی گمشدگی کا معاملہ اٹھایا۔وزیر مملکت برائے داخلہ طلال چوہدری نے ایوان کو بتایا کہ انھوں نے ان خواتین اور بچوں کے بارے میں تازہ ترین صورتحال جاننے کے لیے بلوچستان کے چیف سیکریٹری، ڈی آئی جی کوئٹہ اور آواران کے ڈی پی او سے بات کر کے معلومات لی ہیں۔ان کے مطابق یہ خواتین غیر قانونی طور پر چمن کے راستے افغانستان جانا چاہتی تھیں۔ان کا کہنا تھا کہ اگر ایوان مزید معلومات کے لیے انھیں وقت دے تو وہ مزید معلومات حاصل ہونے پر ایوان کے سامنے رکھ سکتے ہیں۔حراست میں لی جانے والی خواتین کی شناخت کے بارے میں تاحال نہ بتانے کی وجہ سے یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ ان خواتین کا تعلق ڈاکٹر اللہ نذر بلوچ یا اسلم بلوچ کے خاندان سے ہے۔تاہم اس سے فوری طور پر یہ تاثر ابھرا ہے کہ یہ ڈاکٹر اللہ نذر بلوچ کے خاندان کے لوگ ہیں۔لیکن قوم پرست جماعتوں کے علاوہ سوشل میڈیا پر یہ کہا جا رہا ہے کہ ڈاکٹر اللہ نذر بلوچ کی اہلیہ فضیلہ بلوچ اور ان کے بچوں کو کوئٹہ شہر سے مبینہ طور پر حراست میں لیا گیا۔قوم پرست جماعت بلوچ ریپبلکن پارٹی کی جانب سے ڈاکٹر اللہ نذر بلوچ کی اہلیہ کی ایک تصویر بھی جاری کی گئی ہے۔اگرچہ یہ نہیں بتایا جا رہا ہے کہ فضیلہ بلوچ کب کوئٹہ آئیں، لیکن یہ کہا جا رہا ہے کہ ان کو کوئٹہ شہر میں سریاب کے علاقے سے گرفتار کیا گیا۔قوم پرست جماعت بلوچ نیشنل موومنٹ (بی این ایم) کا کہنا ہے کہ فضیلہ کو ان کی بیٹی پوپل جان سمیت تین دیگر خواتین اور چھ بچوں کو 30 اکتوبر کو اٹھایا گیا۔بی این ایم کے چیئرمین خلیل بلوچ کے مطابق ان میں بلوچ قوم پرست رہنما اسلم بلوچ کی ہمشیرہ اور ان کے چار بچے بھی شامل ہیں۔خلیل بلوچ نے چمن سے ان خواتین کی گرفتاری کے بارے میں سرکاری موقف کو رد کرتے ہوئے اسے سرکاری پروپیگنڈا قرار دیا۔انھوں نے کہا کہ بلوچ خواتین کو چمن یا افغانستان جاتے ہوئے نہیں بلکہ کوئٹہ میں سریاب روڈ سے اسلم بلوچ کی ہمشیرہ کے گھر سے اٹھایا گیا۔خلیل بلوچ نے کہا کہ ڈاکٹر اللہ نذر کی اہلیہ ایک فوجی آپریشن میں زخمی ہوئی تھیں جس کے بعد ان کی کمر کا آپریشن ہوا تھا جو ناکام رہا۔ان کا کہنا ہے کہ وہ علاج کی غرض سے کوئٹہ میں موجود تھیں۔بلوچستان سے لاپتہ افراد کے رشتہ داروں کی تنظیم وائس فار مسنگ بلوچ پرسنز کے چیئرمین نصر اللہ بلوچ نے کوئٹہ میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے ان خواتین اور بچوں کو فوری طور پر منظر عام پر لانے کا مطالبہ کیا۔ان خواتین اور بچوں کی بازیابی کے لیے احتجاجی مظاہرہ بھی کیا گیا تھا۔وزیر اعلیٰ بلوچستان کی مداخلت پر ان کی رہائی ممکن ہوگئی۔ (بشکریہ ڈان)

فاٹا میں خواتین کے ووٹوں میں 36 فیصد اضافہ

پشاور جمیلہ (فرضی نام) پاکستان کے قبائلی علاقے اورکزئی ایجنسی کی ایک رہائشی خاتون ہیں جن کے ووٹ کا اندراج سنہ 2013 کے عام انتخابات کے بعد ہوا۔انھوں نے حال ہی میں الیکشن کمیشن کے ریکارڈ میں اپنا ووٹ چیک کرنے کے بعد تسلی کر لی ہے کہ وہ آئندہ عام انتخابات میں اپنا حق رائے دہی استعمال کر سکیں گی۔ان کا کہنا ہے کہ قبائلی علاقوں میں آپریشن اور نقل مکانی کی وجہ سے اگر ایک طرف لوگوں کو مشکلات کا سامنا رہا تو دوسری طرف اس سے فاٹا کے عوام میں کچھ تبدیلی بھی آئی ہے۔'مشکلات سہنے کے بعد اب قبائلی خواتین کو اپنے ووٹ کی اہمیت کا احساس ہوا ہے اور شاید یہی وجہ ہے کہ فاٹا میں خواتین کے ووٹ میں اضافہ دیکھنے میں آیا ہے۔'جمیلہ کے مطابق قبائلی علاقوں میں دہشت گردی کے خلاف جنگ کے دوران تقریباً تمام ایجنسیوں سے تعلق رکھنے والے افراد بے گھر ہوئے اور انھیں خیبر پختونخوا کے مختلف شہروں میں آنا پڑا جہاں انھیں معلوم ہوا کہ شہر اور ایجنسی کی زندگی میں کتنا فرق پایا جاتا ہے۔ملک میں حالیہ مردم شماری کے مطابق گذشتہ تقریباً چار سال کے دوران ایک کروڑ آٹھ لاکھ نئے ووٹروں کا اندراج کیا گیا ہے۔حیران کن طور پر قبائلی علاقوں میں خواتین ووٹروں کی تعداد میں سب سے زیادہ اضافہ دیکھا گیا ہے۔الیکشن کمیشن کی ویب سائٹ پر جاری کردہ تازہ اعداد و شمار کے مطابق پچھلے چار سالوں کے دوران ملک میں خواتین کے ووٹوں کے اندراج میں سب سے زیادہ اضافہ یعنی 36 فیصد قبائلی علاقوں میں ہوا جہاں ان کے ووٹوں کی کل تعداد چھ لاکھ سے بڑھ کر آٹھ لاکھ سے زیادہ ہوگئی ہے۔سات ایجنسیوں اور چھ نیم خودمختار ایف آر ریجنز پر مشتمل قبائلی علاقہ جات گذشتہ ایک دہائی سے زیادہ عرصے تک دہشت گردی کے خلاف جنگ کے باعث بری طرح متاثر رہے ہیں جہاں اب ان کی بحالی کا مرحلہ جاری ہے۔ماہرین کا کہنا ہے کہ شورش کے نتیجے میں بعض ایسے مخصوص حالات پیدا ہوئے جس کے بعد قبائل کو سرکار کے ساتھ رجسٹر کروانا ضروری ہو گیا تھا۔انھوں نے کہا کہ اس ضمن میں نادرا نے آئی ڈی پیز کیمپوں میں خصوصی کاؤنٹر قائم کیے اور متاثرین کے لیے ہنگامی بنیادوں پر شناختی کارڈ بنوائے جس کا یہ فائدہ ہوا کہ قبائلی خواتین کی اکثریت سرکاری ریکارڈ پر آ گئی اور اس طرح ان کا اندراج بحیثیت ووٹر ہوا۔ظہیر خٹک کے مطابق حکومت کی جانب سے جو نیا قانون منظور کیا گیا ہے اس کے تحت ہر قومی اور صوبائی اسمبلی کے حلقے میں خواتین کے دس فیصد ووٹوں کا پول ہونا لازمی قرار دیا گیا ہے بصورت دیگر اس حلقے کا پورا انتخاب کالعدم قرار دیا جا سکتا ہے۔قبائلی علاقوں میں نام نہاد مقامی روایات ہمیشہ خواتین کو ان کا جائز مقام دلانے میں سب سے بڑی روکاوٹ رہی ہیں۔پشاور یونیورسٹی میں شعبہ پولیٹکل سائنس کی پروفیسر اور قبائلی خواتین کی تنظیم قبائلی خور نیٹ روک کی رہنما ڈاکٹر نورین نصیر کا کہنا ہے کہ آپریشن اور لوگوں کی اپنے علاقوں سے نقل مکانی نے قبائلی علاقوں کا سارا نقشہ ہی تبدیل کر کے رکھ دیا ہے۔ان کے بقول 'شدید مشکلات اور نقل مکانی نے قبائلی خواتین کو کافی حد تک تعلیم دی ہے اور ان کو کسی حد تک اپنے حقوق سے روشناس بھی کرایا ہے جس کے بعد اب قبائلی خواتین اپنے حق کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی ہیں۔'انھوں نے کہا کہ فاٹا میں آنے والے انتخابات میں نہ صرف خواتین بڑی تعداد میں اپنا حق رائے دہی کا استعمال کریں گی بلکہ وہ ان میں حصہ بھی لیں گی۔فاٹا میں خواتین کے ووٹوں میں خاطر خواہ اضافے کو ایک مثبت پیش رفت قرار دیا جا رہا ہے تاہم اب ضرورت اس امر کی ہے کہ حکومت خواتین کے لیے ایسا ماحول یقینی بنائے جہاں نہ صرف وہ اپنی مرضی سے حق رائے دہی کا استعمال کر سکیں بلکہ جنرل نشستوں پر انتخابات میں حصہ بھی لے سکیں۔

(بشکریہ ڈان)

تعلیم

سکول کی عمارت کیلئے طلباء کا احتجاجی مظاہرہ

سوات 10 اکتوبر کو گورنمنٹ پرائمری سکول اغل برتھانہ تحصیل مٹہ کے طلباء نے سکول کی عمارت کیلئے احتجاجی مظاہرہ کیا۔طلباء کرایہ کی کچی عمارت میں زمین پر مزید بیٹھنے سے انکاری ہوگئے۔طلباء نے'' ہمیں سکول چاہیے'' کے نعرے لگائے،اور کہا کہ سکول میں طلباء کیلئے بجلی،فرنیچر،پانی اور دیگر بنیادی سہولیات تک موجود نہیں ہیں،طلباء اور والدین نے وزیراعلیٰ خیبر پختونخوا پرویز خٹک اور صوبائی وزیر محمود خان سے فوری طور پر سکول کیلئے سرکاری عمارت تعمیر کرنے کا مطالبہ کیا ہے، مقامی لوگوں کے مطابق سرکاری ریکارڈ میں یہ سکول 1972 میں کھولا گیا ہے۔ (روزنامہ آج)

طالب علم کے خلاف جھوٹا مقدمہ درج

میرپور، آزاد کشمیر آزاد کشمیر بورڈ میرپور کے تحت ایف ایس سی ایف اے کے سالانہ امتحانات منعقد ہوئے اور بوائز ڈگری کالج بھیرہ میں بیالوجی سال اول کا پیپر لیا گیا تمام طلباء پرچہ دینے کے بعد سنٹر سے چلے گئے۔اسی دوران امتحانی عملہ سے طالب علم ذیشان سلیمان کا حل شدہ پرچہ دانستہ یا غیر دانستہ طور پر گم ہوگیا۔جس کی تحقیقات کئے بغیر سپرنٹنڈنٹ امتحان نے خود کو بچانے کی خاطر آسان راستہ اختیار کیا اور اپنے اختیارات کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے متاثرہ طالب علم ہی پر جھوٹی ایف آئی آر درج کروادی۔طالب علم ذیشان نے اس الزام کی تردید کرتے ہوئے کہا کہ اس کا گمشدہ بیالوجی کا پرچہ بھی اچھا ہوا تھا جو امتحان باقی طالب علم ساتھیوں کی موجودگی میں ڈیوٹی پر مامور نگرانی طاہر محمد کے حوالے کیا۔دیگر طلباء نے بھی اس بات کی تصدیق کرتے ہوئے کہا ہے کہ ذیشان نے اپنا حل شدہ پیپر نگران کے حوالے کیا۔سپرنٹنڈنٹ امتحان اور نگران نے ایف آئی آر میں بالکل بے بنیاد اور من گھڑت موقف اختیار کیا ہے۔طالب علم کے بقول اس کے تمام پرچے بہت اچھے ہوئے ہیں۔امتحانی عملہ نے اپنی غلطی چھپانے کی خاطر ہمارے لیے مسائل پیدا کردیئے ہیں۔طالب علم نے وزارت تعلیمی، بورڈ حکام اور دیگر متعلقہ ذمہ داران سے اپیل کی ہے کہ اس کے تمام پیپرز میں کارکردگی کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کے ساتھ انصاف کیا جائے۔جبکہ پیپر گم کئے جانے کے مرتکب افراد کے خلاف کارروائی کی جائے۔

(عابد حسین عابدی)

ٹوٹی سڑک بچوں کی تعلیم میں رکاوٹ

چنیوٹ ایک شکستہ حال سڑک کئی دیہات کے لوگوں کے لیے مشکلات کی باعث بننے کے ساتھ ساتھ بچوں کے اسکول چھوڑ دینے کا سبب بھی بنتی جارہی ہے۔چنیوٹ میں موجود بھوانہ-امین پور نہ صرف چنیوٹ کے دو بڑے قصبوں کو ملاتی ہے، بلکہ بھوانہ قصبے کو امین پور قصبے کے ذریعے فیصل آباد سے بھی ملاتی ہے جو کہ 2000ء میں تعمیر کی گئی تھی لیکن جلد ہی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوگئی اور دو سال کے عرصے کے اندر ہی اس سڑک کا زیادہ تر حصہ ٹوٹ کر پتھروں کے ڈھیر میں تبدیل ہو چکا تھا۔یہ سڑک نہ صرف سینکڑوں دیہات کو بھوانہ کے تحصیل ہیڈکوارٹرز سے ملاتی ہے بلکہ اسی سڑک پر موجود اسکولوں کے ہزاروں طلباء بھی گزر کر اسکول جاتے ہیں جن میں گورنمنٹ گرلز ہائی اسکول چک 184 اور بوائز ہائی اسکول چک 237 جے بی اور کئی پرائمری اور ایلیمنٹری شامل ہیں جو اس سڑک پر واقع ہیں۔ان دیہات کے لوگ گزشتہ 15 برس سے اذیت کا شکار ہیں مگر یکے بعد دیگرے تین صوبائی حکومتیں بھی اس مسئلے کو حل نہیں کرسکیں جبکہ یہ علاقہ قومی اسمبلی کی نشست این اے 86 اور پنجاب اسمبلی کی نشست پی پی 74 کا حصہ ہے۔چنیوٹ کے چک 237 جے بی کے ایک عمر رسیدہ کسان غلام علی کے مطابق اس علاقے سے الیکشن میں کامیاب ہونے والے ممبر قومی اسمبلی اور ممبر صوبائی اسمبلی دونوں ہی نے انتخابات کے بعد سے اب تک یہاں کا رخ نہیں کیا۔سڑک کی خستہ حالی کی وجہ سے دونوں قصبوں کے درمیان پبلک ٹرانسپورٹ بھی بند ہو چکی ہے۔ٹرانسپورٹ مالکان اب بھوانہ- جامی آباد- امین پور روڈ کو ترجیح دیتے ہیں جو اس سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔تاہم علاقے میں موجود ہائی اسکولز چھوٹے دیہات سے 10 سے 15 کلومیٹر دور تھے اور پبلک ٹرانسپورٹ ہی طلباء کے لیے اسکولوں تک پہنچنے کا واحد ذریعہ تھا، چنانچہ جب سے ٹرانسپورٹ بند ہوئی ہے تب سے بچوں کی تعلیم کو دھچکا لگا ہے۔علاقہ مکینوں نے اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس علاقے طلبہ تو پھر بھی صبح کسی نہ کسی طرح اپنے اسکولوں تک پہنچ جاتے ہیں مگر طالبات کو اسکولوں تک پہنچنے میں شدید مشکلات کا سامنا ہے اور انہیں اپنی تعلیم کو مکمل طور پر چھوڑنا پڑ رہا ہے۔پنجاب کے محکمہ تعلیم کے ایک مقامی عہدیدار نے نام ظاہر نہ کرنے کی شرط پر بتایا کہ لڑکیوں کے اسکولوں میں داخلے حقیقتاً ٹرانسپورٹ کی کمی کی وجہ سے کم ہوتے جارہے تھے تاہم پھر بھی محکمہ تعلیم کسی نہ کسی طرح والدین کو اپنے بچوں کو اسکول بھیجنے کے لیے قائل کرنے کی کوشش میں ہے۔پنجاب ہائی ویز سب ڈویژنل آفیسر منظور احمد نون نے ڈان کو بتایا کہ ان کا محکمہ صوبے کے مرکزی ہائی وے کی دیکھ بھال اور مرمت پر توجہ دیے ہوئے ہے جو چنیوٹ کو دوسرے بڑے شہروں سے ملاتا ہے۔انہوں نے تسلیم کیا کہ 24 کلومیٹر طویل سڑک ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے جبکہ اس کا 4 کلومیٹر کا حصہ مکمل طور پر ناقابل استعمال ہے۔ان کا مزید کہنا تھا کہ محکمے نے حکومتِ پنجاب سے مرمت کے لیے 3 کروڑ روپے کے فنڈز جاری کرنے کی درخواست کی ہے،اور جیسے ہی فنڈز جاری کر دیے جائیں گے تو اس کی مرمت پر کام شروع کردیا جائے گا۔

(بشکریہ ڈان)

37 طلبا کے وارنٹ گرفتاری جاری

اسلام آباد پولیس نے قائداعظم یونیورسٹی کے 37 طلبا کی گرفتاری کے وارنٹ حاصل کرلیے ہیں جہاں گزشتہ دو ہفتوں سے طلبا کی ہڑتال کے باعث تعلیمی سرگرمیاں معطل ہیں۔قائداعظم یونیورسٹی کے طلبا نے اپنے مطالبات کے حق میں 4 اکتوبر کو احتجاج شروع کیا تھا جبکہ یونیورسٹی انتظامیہ سے طلبا کے مذاکرات ناکام ہوگئے تھے۔طلبا کی جانب سے یونیورسٹی میں جھگڑنے کے الزام میں خارج کیے گئے طلبا کو بحال کرنے کا مطالبہ کیا جارہا ہے۔احتجاج کے دوران طلبا نے مرکزی یونیورسٹی روڑ کو بلاک کردیا یونیورسٹی کے طلبا اور اساتذہ کو لے جانے والی بسوں کو بھی روک دیا۔قائدین اسٹوڈنٹس فیڈریشن کی جانب سے احتجاج کی کال پر طلبا مسلسل احتجاج کررہے ہیں اور اپنے مطالبات کو دہرارہے ہیں جس میں خارج کیے گئے طلبا کی بحالی، طلبا کی سہولتوں میں بہتری، نئے ہوسٹلز کی تعمیر سمیت دیگر مطالبات شامل ہیں۔تاہم سب سے اہم مطالبہ خارج کیے گئے طلبا کی بحالی ہے۔قائداعظم یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر جاوید اشرف نے احتجاج کرنے والے طلبا کو کہا ہے کہ خارج کیے گئے طلبا کو بحال کرنے کا کوئی اختیار نہیں لیکن انھوں نے یونیورسٹی کی سینڈیکیٹ کے سامنے مطالبات رکھنے کا وعدہ کیا ہے۔ذرائع کے مطابق 37 طلبا کی گرفتاری کیلئے پولیس ٹیمیں بھی تشکیل دی گئی ہیں اور آئندہ 24 گھنٹے میں گرفتاری کیلئے چھاپے مارے جائیں گے۔تازہ ترین اطلاع کے مطابق خارج کیے گئے تمام طلبہ وطالبات کو بحال کیا گیا ہے جس کے بعد طلبہ نے احتجاجی کیمپ ختم کرنے کا اعلان کیا ہے۔ (بشکریہ ڈان)

لڑکیوں کے سرکاری اسکول کے نام بین الاقوامی ایوارڈ

ٹوبہ ٹیک سنگھ پنجاب کے ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ کا ایک سرکاری اسکول برطانوی ایوارڈ اپنے نام کروانے میں کامیاب ہوگیا۔ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ کے شہر گوجرہ کے علاقے چک 338- جے بی، نوان میں گورنمنٹ گرلز ہائی اسکول واقع ہے، جسے مقامی ثقافت کو فروغ دینے کے لیے برطانوی کونسل کا انٹرنیشنل اسکول ایوارڈ (آئی ایس اے) دیا گیا۔ اس اسکول میں طلبہ کو ثقافتی کھیل، مٹکے بنانا، مختلف زبانیں، کاریگری وغیرہ سکھائی جاتی ہے۔ یہ تمام مہارت برطانوی کونسل انٹرنیشنل کے ساتھ مشترکہ ممالک بنگلہ دیش، افغانستان، لبنان، ہندوستان، سری لنکا اور نیپال میں اسکائپ کے ذریعے دکھائی گئیں۔ اسکول کی پرنسپل سعدیہ خالد کا میڈیا سے بات کرتے ہوئے کہنا تھا کہ ان کا اسکول 2015 میں برٹش کونسل انٹرنیشنل کا شراکت دار بنا، جس کے بعد یہاں ہونے والی سرگرمیوں سے اساتذہ اور طلبہ کے اعتماد میں اضافہ ہوا۔ انہوں نے مزید کہا کہ یہ ایوارڈ ملنا ان کے اسکول کے لیے فخر کا موقع ہے، اور برٹش کونسل جلد اس ایوارڈ کو وصول کرنے کے لیے اسکول کو مدعو کرے گی۔

(بشکریہ ڈان)

بچے

عملے کے انکار کے باعث ہسپتال کے باہر فرش پر بچے کی پیدائش

لاہور صوبہ پنجاب کے دارالحکومت لاہور کے علاقے رائیونڈ کی تحصیل ہیڈکوارٹرز ہسپتال میں ڈاکٹر کی عدم موجودگی اور عملے کی جانب سے علاج معالجے سے انکار کے باعث ایک خاتون نے ہسپتال کے باہر فرش پر بچے کو جنم دیا۔ ہسپتال کی جانب سے کی گئی ابتدائی انکوائری کے مطابق رائیونڈ کے نواحی گاؤں سے ایک خاتون سمیرہ بی بی کو زچگی کے لیے صبح سوا 6 بجے کے قریب تحصیل ہیڈ کوارٹرز ہسپتال لایا گیا، تاہم ڈاکٹر موجود نہ ہونے پر عملے نے علاج معالجے سے انکار کر دیا، جس کے بعد خاتون نے ساڑھے 6 بجے انتہائی تکلیف کی حالت میں ہسپتال کے باہر فرش پر بچے کو جنم دیا۔ ہسپتال، نواز شریف کی رہائش گاہ سے کچھ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ موقع پر موجود لوگوں نے ڈان نیوز کو بتایا کہ ریسکیو 1122 کی کوئی ایمبولینس اُس وقت وہاں موجود نہیں تھی، لیکن جب تک ایمبولینس کو بلوایا گیا، اس وقت تک بچے کی ولادت ہوچکی تھی۔ جب اس حوالے سے پنجاب کے وزیر صحت خواجہ عمران نذیر سے رابطہ کیا گیا تو انہوں نے بتایا کہ صوبائی وزارت نے واقعے کی تحقیقات کا حکم دے دیا ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ واقعے میں ملوث کسی بھی ڈاکٹر یا اسٹاف ممبر کے خلاف کارروائی کی جائے گی اور اس معاملے کی تحقیقات کے لیے کمیٹی قائم کی جاچکی ہے۔ دوسری جانب سیکریٹری ہیلتھ علی جان خان نے بتایا کہ 'تحصیل ہیڈکوارٹرز ہسپتال رائیونڈ میں گائنی سے متعلق تمام سہولیات دستیاب ہیں'، ساتھ ہی انہوں نے بتایا کہ حالیہ واقعے کی تحقیقات کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دی جاچکی ہے۔ ہسپتال ذرائع کے مطابق صوبائی حکومت کی جانب سے تشکیل دی گئی انکوائری کمیٹی تحصیل ہیڈکوارٹرز ہسپتال پہنچ چکی ہے اور تحقیقات کی جارہی ہیں۔ دوسری جانب ہسپتال کے میڈیکل سپرنٹنڈنٹ ڈاکٹر عامر نے بتایا کہ ماں اور بچہ دونوں بالکل ٹھیک ہیں جبکہ معاملے کی انکوائری کی جارہی ہے۔ واضح رہے کہ مذکورہ ہسپتال رائیونڈ میں واقع سابق وزیراعظم نواز شریف کی رہائش گاہ جاتی عمرہ سے کچھ میل کے فاصلے پر ہی واقع ہے۔

(بشکریہ ڈان)

11 سالہ بچی کا 'ریپ' کے بعد قتل

کراچی کراچی کے علاقے سہراب گوٹھ میں 11 سالہ بچی کو زیادتی کا نشانہ بنانے کے بعد قتل کر دیا گیا۔ پولیس کے مطابق اغوا کے بعد قتل ہونے والی بچی کی لاش سہراب گوٹھ پولیس اسٹیشن کی حدود میں واقع ایوب گوٹھ کی جھاڑیوں سے برآمد ہوئی۔ بچی کی لاش کو پوسٹ مارٹم کے لیے عباسی شہید ہسپتال منتقل کیا گیا۔ لاش میں برآمد ہونے کے وقت سڑنے کے آثار نمایاں تھے جس سے ظاہر ہوا کہ بچی کو کئی گھنٹے قبل قتل کر کے اس کی لاش سنسان جھاڑیوں میں پھینکی گئی۔ سینئر سپرنٹنڈنٹ پولیس (ایس ایس پی) ملیر راؤ انوار احمد نے کہا کہ بچی کو اغوا کے بعد کسی دوسرے علاقے میں قتل کیا گیا اور پھر اس کی لاش یہاں پھینکی گئی۔ ان کا کہنا تھا کہ بچی کی شناخت تاحال نہیں ہوسکی اور پولیس اس کے اہلخانہ کو تلاش کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔

(بشکریہ ڈان)

پیسوں کے عوض بچی کی جبری شادی

عمرکوٹ 10 ستمبر کو عمرکوٹ شہر کے علاقے رحیم کالونی کی رہائشی یتیم معصوم بچی نصیباں نے میڈیا اور انسانی حقوق کے مقامی کارکنوں کو بتایا کہ اس کا باپ پانچ برس قبل فوت ہوگیا تھا اور والد کے انتقال کے بعد اس کی ماں روبینہ سولنگی نے اسے پھوپھی رانی کے حوالے کر کے خود دوسری شادی کر لی۔ اس نے مزید کہا کہ اس کی والدہ کی طرف سے دوسری شادی کرنے کے بعد اس کی پھوپھی رانی نے نو ماہ قبل پیسوں کے لالچ میں آکر اسے اسلام کوٹ کے گوٹھ تھاریو ہالیپوٹو کے رہائشی چالیس سالہ مشتاق ہالیپوٹو، جو کہ پہلے سے شادی شدہ تھا، کو ڈیڑھ لاکھ روپے میں فروخت کر دیا۔ جہاں مشتاق ہالیپوٹو اس پر تشدد کرتا ہے۔ جس کے بعد مشتاق ہالیپوٹو نے اس کے ساتھ متعدد بار زیادتی کرنے کی کوشش کی، لیکن میری طرف سے چلانے اور مزاحمت کرنے پر محلے داروں نے اسے تحفظ فراہم کیا۔ اس نے مزید کہا کہ گزشتہ عید پر وہ اپنی پھوپھی سے ملنے گئی۔ جہاں سے واپس نہ آنے پر مجھے زبردستی اغوا کرنے کی کوشش بھی کی گئی۔ وہاں بھی چلانے پر پڑوسیوں نے مدد کر کے بچالیا۔ متاثرہ لڑکی نے عمرکوٹ شہر کے علاقے رحیم کالونی میں سماجی رہنما خاتون نور جہاں گیلہڑو کے پاس پناہ لی ہے۔ متاثرہ لڑکی نے اعلیٰ حکام سے انصاف کی اپیل بھی کی ہے۔

(اوکھومنروپ)

صحت

شہری گندہ پانی پینے پر مجبور

ٹوبہ ٹیک سنگھ واٹرسپلائی کا پائپ پھٹنے سے شہری گندا پانی پینے پر مجبور ہیں۔ گوجرہ شہر کو پانی کی فراہمی کے لیے نہر گوگیرہ برانچ پر ٹیوب ویل نصب کیے گئے ہیں، دھمہ بنگلہ سے جھنگ روڈ پر بچھایا گیا پائپ منڈی مویشیاں کے قریب کئی روز قبل پھٹ گیا جس کی وجہ سے لائن میں گندا پانی شامل ہو رہا ہے۔ یہ پانی پینے سے شہریوں کے موذی امراض میں مبتلا ہونے کا خدشہ ہے۔ شہریوں کی جانب سے بار بار شکایت کرنے پر پائپ لائن کی مرمت تو نہ ہوسکی تاہم میونسپل کمیٹی کے اہلکاروں نے اس کے اردگرد گڑھا کھود دیا ہے جس میں جمع ہونے والے پانی پر مچھر و دیگر حشرات الارض کی افزائش ہو رہی ہے۔ شہریوں نے ڈپٹی کمشنر ٹوبہ ٹیک سنگھ سے اصلاح احوال کا مطالبہ کیا ہے۔

(اعجاز اقبال)

لیڈی ہیلتھ ورکرز نے انسداد پولیو مہم کے بائیکاٹ کا اعلان کر دیا

حیدر آباد سندھ کی 24 ہزار لیڈی ہیلتھ ورکرز نے تین ماہ سے تنخواہوں کی عدم ادائیگی کے خلاف 17 اکتوبر کو دھرنا دینے اور 23 اکتوبر کو انسداد پولیو مہم کے بائیکاٹ کا اعلان کر دیا۔ آل سندھ لیڈی ہیلتھ ورکرز اینڈ ایمپلائز یونین کی صدر حلیمہ ذوالقرنین اور جنرل سیکرٹری شمع گلانی نے پریس کانفرنس کرتے ہوئے کہا کہ انہیں جولائی سے ستمبر تک کی تنخواہیں ادا نہیں کی گئیں۔ سپریم کورٹ کے حکم پر انہیں مستقل تو کر دیا گیا لیکن مناسب تنخواہیں اور مراعات نہیں دی جا رہیں جس کی وجہ سے لیڈی ہیلتھ ورکرز میں بے چینی پائی جاتی ہے۔ انہوں نے حکومت کو متنبہ کیا کہ اگر انہیں فوری طور پر تنخواہیں ادا نہ کی گئیں تو 17 اکتوبر کو حسین آباد کے گدو چوک پر دھرنا دیا جائے گا جس میں سندھ بھر سے لیڈ ہیلتھ ورکرز شریک ہوں گی۔ دھرنا اس وقت تک جاری رکھا جائے گا جب تک ان کے مطالبات تحریری طور پر تسلیم نہیں کیے جائیں گے۔ بعدازاں 23 اکتوبر سے شروع ہونے والی انسداد پولیو مہم کا بھی مکمل بائیکاٹ کیا جائے گا۔

(لالہ عبدالحلیم)

طبی سہولیات کی قلت

اوکاڑہ بصیر پور کے نواحی گاؤں بنگ میں واقع مرکز صحت میں ایک سینئر میڈیکل اور تین میڈیکل آفیسر تعینات ہیں۔ مرکز صحت مذکور میں موجود ڈاکٹروں کی رہائشوں کو عارضی طور پر ڈی پی ایس بصیر پور کے لیے مختص کر کے بصیر پور شہر سے پانچ کلومیٹر دور ڈی پی ایس (ڈویژنل پبلک سکول) بصیر پور کا اجراء کر دیا گیا تاہم پانچ سال سے زائد عرصہ گزر جانے کے باوجود تا حال ڈی پی ایس مذکور کی نئی عمارت کی تعمیر کا کام شروع نہیں ہوسکا۔ سینئر میڈیکل آفیسر اور میڈیکل آفیسروں کے لیے مرکز صحت مذکور میں رہائش نہ ہونے کی وجہ سے ڈاکٹروں کو شدید مشکلات کا سامنا ہے۔ مرکز صحت مذکور کا سیوریج سسٹم بند ہو چکا ہے۔ نکاسی آب کا کوئی خاطر خواہ انتظام نہیں ہے۔ گندہ پانی مرکز صحت کے احاطہ میں کھڑا رہتا ہے۔ مرکز صحت میں میٹرنٹی شعبہ میں 24 گھنٹے ڈلیوری کی سہولت موجود ہے مگر رات کے اوقات میں صرف ایک ایل ایچ وی کی تعیناتی کی وجہ سے مریضوں کو شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

(اصغر حسین حماد)

حیات آباد میڈیکل کمپلیکس سے 'میٹرک پاس ڈاکٹر' گرفتار

پشاور پشاور میں واقع حیات آباد میڈیکل کمپلیکس میں پولیس نے ایک میٹرک پاس 'ڈاکٹر' کو گرفتار کر لیا، جو 2 سال سے سینئر ٹرینی میڈیکل آفیسر (ٹی ایم او) کی حیثیت سے تنخواہ بھی لیتا رہا۔ ہسپتال انتظامیہ کے مطابق ینگ ڈاکٹر ایسوسی ایشن کی جانب سے اس بات کی نشاندہی کی گئی کہ میڈیکل وارڈ میں تعینات سینئر ٹرینی میڈیکل آفیسر ڈاکٹر قدرت اللہ صرف میٹرک پاس ہیں۔ جس کے بعد انتظامیہ حرکت میں آئی اور پولیس نے کارروائی کرتے ہوئے جعلی ڈاکٹر قدرت اللہ کو گرفتار کر کے مقدمہ درج کر لیا جبکہ مزید تحقیقات بھی شروع کر دی گئیں۔ ہسپتال ترجمان کے مطابق جعلی ڈاکٹر کی تمام اسناد کی انکوائری کی جا رہی ہے۔ ہسپتال ذرائع کے مطابق قدرت اللہ کو حیات آباد میڈیکل کمپلیکس کے کسی سینئر ڈاکٹر کی پشت پناہی حاصل ہے اور اس نے نہ صرف محکمہ صحت سے تنخواہ وصول کی بلکہ بحیثیت سینئر ٹی ایم او مفت ہاسٹل کی سہولت بھی حاصل کی۔ ذرائع کے مطابق قدرت اللہ کا ہنگو کے علاقے ٹل میں ایک ذاتی کلینک بھی ہے، جبکہ وہ خود کو ماہر امراض معدہ، جگر، ٹی بی، فالج، دل اور بانجھ پن ظاہر کرتا رہا ہے۔ قدرت اللہ کا یہ بھی دعویٰ تھا کہ وہ ایوب میڈیکل کمپلیکس ایبٹ آباد میں بحیثیت وزیٹنگ کنسلٹنٹ بھی خدمات سرانجام دیتا ہے۔ قدرت اللہ نے ہائی اسکول غلام جان بکہ خیل، بنوں سے 2015 میں میٹرک کیا تھا۔

(بشکریہ ڈان)

خسرہ کی زائد المعیاد ویکسین سے بچوں کی ہلاکت

ٹوبہ ٹیک سنگھ ٹوبہ ٹیک سنگھ کے نواحی گاؤں 262 گ ب میں محکمہ ہیلتھ کی جانب سے خسرہ کی بیماری سے بچاؤ کی ویکسین پلائی جا رہی تھی کہ ویکسین پلانے سے اچانک بارہ کمسن بچوں کی حالت تشویشناک ہو گئی جنہیں فوری طور پر مختلف ہسپتالوں میں داخل کروایا گیا۔ دوران علاج تین کمسن جاں بحق ہو گئے۔ جبکہ تین بچوں کی حالت انتہائی تشویشناک ہے واقعہ کا علم ہونے پر پولیس محکمہ ہیلتھ کی ٹیم متاثرہ گاؤں پہنچ گئی ہیں۔ بچوں کی ہلاکت پر اہل علاقہ نے بنیادی مرکز صحت کا گھیراؤ کیا اور حکومت کے خلاف شدید احتجاج کیا اور نعرہ بازی کی ہے۔ لواحقین کا کہنا ہے کہ زائد المعیاد ویکسین پلانے سے بچوں کی موت ہوئی غفلت کے مرتکب افراد کے خلاف کارروائی کی جائے۔

(اعجاز اقبال)

گردہ فروش گروہ کی گرفتار

پیر محل ایف آئی اے کی مسجد بلاک میں کامیاب کارروائی کے باعث گردہ فروش گروہ کے سات افراد گرفتار، آپریشن میں مصروف گرفتار افراد میں گردہ خریدنے والے دو غیر ملکی بھی شامل تھے۔ آپریشن کرنے والی ٹیم میں نجی ہسپتال کے عملہ سمیت چھ افراد شامل ہیں۔ گردہ دینے والی خاتون کو سمندری کے علاقہ سے لایا گیا جس کا نام ثناء بیان کیا گیا۔ گرفتار افراد میں ڈاکٹر شاہد رشید، ڈاکٹر شاہد محمود، رانا محمد اشفاق، شہزاد، رمضان، غلام رسول اور عبداللہ شامل ہیں۔ گردہ دینے والی خاتون اور لینے والے غیر ملکی کو آپریشن مکمل ہونے کے بعد طبی امداد کے لئے ڈی ایچ کیو بھیج دیا گیا۔ ملزمان مسجد بلاک میں کوٹھی میں آپریشن تھیٹر بنا کر کام کر رہے تھے۔

(اعجاز اقبال)

کاروکاری، کہہ کر مارڈالا:

مختلف اخبارات میں شائع ہونے والی خبروں اور ''جہد حق'' کے نامہ نگاروں کی جانب سے بھجوائی جانے والی رپورٹوں کے مطابق 26 ستمبر سے 20 اکتوبر تک 7 افراد پر کاروکاری کا الزام لگا کر قتل کر دیا گیا۔ جن میں 4 خواتین اور 3 مرد شامل ہیں۔

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	ملزم کا نام	آلہ واردات	ملزم کا متاثرہ عورت / مرد سے تعلق	مقام	واقعہ کی بظاہر کوئی اوروجہ	ایف آئی آر درج / نہیں	ملزم گرفتار / نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن / اخبار
26 ستمبر	ناہیدہ ناریجو	خاتون	27 برس	شادی شدہ	نظر علی ناریجو	بندوق	شوہر	گوٹھ خدابخش ناریجو ضلع خیر پور	۔	درج	گرفتار	عوامی آواز
1 کتوبر	حسینہ بنگلانی	خاتون	25 برس	شادی شدہ	حسین بخش بنگلانی	کلہاڑی	شوہر	گوٹھ جوئی شاخ۔ خانپور ضلع شکار پور	۔	درج	۔	کاوش
4 اکتوبر	اشرف لنڈ	مرد	--	---	۔	بندوق	مقامی	گوٹھ شیر محمد لنڈ۔ ڈہرکی ضلع گھوٹکی	۔	درج	۔	کاوش
11 اکتوبر	ہزاری ڈوندو	مرد	55 برس	شادی شدہ	۔	بندوق	مقامی	میر پور ماتھیلو ضلع گھوٹکی	۔	درج	گرفتار	کاوش
12 اکتوبر	حسینہ محمدانی	خاتون	25 برس	شادی شدہ	غلام بشیر باجکانی	بندوق	شوہر	گوٹھ قمبر باجکانی۔ بخشاپور ضلع کشمور	۔	درج	۔	کاوش
20 اکتوبر	ماروی چانڈیو	خاتون	23 برس	شادی شدہ	حسین چانڈیو	بندوق	شوہر	گوٹھ غلام حسین چانڈیو۔ وارہ ضلع قمبر	۔	درج	گرفتار	کاوش
20 اکتوبر	عبدالرحمان	مرد	22 برس	---	حسین چانڈیو	بندوق	اہل علاقہ	گوٹھ غلام حسین چانڈیو۔ وارہ ضلع قمبر	۔	درج	گرفتار	کاوش

جنسی تشدد کے واقعات:

مختلف اخبارات میں شائع ہونے والی خبروں اور جہد حق کے نامہ نگاروں کی جانب سے بھجوائی جانے والی رپورٹوں کے مطابق 23 ستمبر سے 21 اکتوبر تک 91 افراد کو جنسی تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ جنسی زیادتی کا شکار ہونے والوں میں 68 خواتین شامل ہیں۔ 42 واقعات کے مقدمات درج کیے گئے اور 6 واقعات میں ملوث افراد گرفتار ہوئے۔

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	ملزم کا نام	ملزم کا متاثرہ عورت / مرد سے تعلق	مقام	ایف آئی آر درج / نہیں	ملزم گرفتار / نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن / اخبار
23 ستمبر	م	خاتون	۔	۔	نسیم	۔	قصبہ گوہر پور، سیالکوٹ	۔	۔	نوائے وقت
23 ستمبر	۔	خاتون	۔	شادی شدہ	اسلم	۔	گاؤں مٹی، پاکپتن	۔	۔	نوائے وقت
23 ستمبر	۔	خاتون	۔	شادی شدہ	اللہ دتہ، محمد علی	۔	پاک کالونی، اوکاڑہ	۔	۔	نوائے وقت
23 ستمبر	علی احمد	بچہ	۔	۔	ذیشان	۔	ساہیوال	۔	۔	نوائے وقت
23 ستمبر	ث	بچی	13 برس	غیر شادی شدہ	۔	۔	فرید ٹاؤن، ساہیوال	۔	۔	نوائے وقت
23 ستمبر	۔	بچہ	9 برس	غیر شادی شدہ	۔	۔	فرید ٹاؤن، ساہیوال	۔	۔	نوائے وقت
24 ستمبر	راحیل	بچہ	5 برس	غیر شادی شدہ	صمد	محلّہ دار	محمد زئی کالونی، تنگی، چارسدہ	درج	گرفتار	آج
25 ستمبر	۔	بچی	13 برس	غیر شادی شدہ	عمر حیات	چچا	گاؤں برج جیوے خان، صدر گوگیرہ	۔	۔	ایکسپریس
25 ستمبر	ت ب	خاتون	۔	۔	۔	۔	بہاولنگر	۔	۔	خبریں
25 ستمبر	۔	خاتون	۔	۔	۔	۔	بدین	درج	۔	نوائے وقت
26 ستمبر	۔	بچہ	۔	۔	خضر	ٹیچر	چیچہ وطنی	درج	۔	ایکسپریس
26 ستمبر	ج ب	خاتون	۔	شادی شدہ	شان	۔	قبولہ، پاکپتن	درج	۔	ایکسپریس

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	ملزم کا نام	ملزم کا متاثرہ عورت /مرد سے تعلق	مقام	ایف آئی آر درج /نہیں	ملزم گرفتار/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
26 ستمبر	-	خاتون	14برس	-	منیر	-	اوکانوالہ، چیچہ وطنی	درج	-	ایکسپریس
27 ستمبر	-	بچی	9برس	غیرشادی شدہ	چھ نامعلوم افراد	-	شمع کالونی، فیروزوالا	-	-	نوائے وقت
27 ستمبر	ک ف	خاتون	-	-	-	-	قصبہ نواب پور، شاہ پور صدر	درج	-	نوائے وقت
27 ستمبر	ش ح	خاتون	-	-	محمد اسلم	-	جوہر ٹاؤن، ساہیوال	درج	-	نوائے وقت
27 ستمبر	ابرار	بچہ	-	-	رمضان، بشیر	-	کالا خطائی روڈ، فیروزوالا	درج	-	نوائے وقت
27 ستمبر	-	خاتون	-	-		-	شاہدرہ	درج	-	نوائے وقت
27 ستمبر	رفاقت	بچہ	8برس	-	قیصر شوکت	-	محلّہ نئی آبادی، لدھیوالا وڑائچ	-	-	نوائے وقت
28 ستمبر	حسنین	بچہ	12برس	-	زاہد، راحیل	-	ننکانہ صاحب	درج	-	نوائے وقت
28 ستمبر	عابدہ	خاتون	18برس	-	رضی اللہ	-	چھانگا مانگا	-	-	نوائے وقت
28 ستمبر	الف ب	خاتون	-	شادی شدہ	سپرد علی، زاہد علی	-	قصور	-	-	نوائے وقت
28 ستمبر	م	خاتون	-	-	زاہد علی	-	چھانگا مانگا	-	-	نوائے وقت
29 ستمبر	ف	خواجہ سراء	-	-	محمد شفیق	-	ہشت نگری صدیقی پلازہ، پشاور	درج	-	آج
30 ستمبر	عبدالرحمان	بچہ	12برس	-	اکمل، عمران، ساجد	-	جڑانوالہ	درج	-	نوائے وقت
یکم اکتوبر	ع	خاتون	-	-	وقار	-	ملتان	درج	-	جنگ
یکم اکتوبر	ت ع	خاتون	-	-	یونس، خادم	-	ملتان	درج	-	جنگ
3اکتوبر	گ	بچی	10برس	غیرشادی شدہ	-	-	مانانوالہ، شیخوپورہ	-	-	خبریں
4اکتوبر	ط	بچہ	--	---	چار نامعلوم افراد	-	سلطان پور۔ پنوعاقل ضلع سکھر	درج	-	کاوش اخبار
4اکتوبر	محمد اذان	بچہ	-	غیرشادی شدہ	محمد اسرار	-	پتوکی	درج	-	خبریں
4اکتوبر	علی رضا	بچہ	-	غیرشادی شدہ	ندیم	-	پتوکی	درج	-	خبریں
4اکتوبر	-	بچی	11برس	غیرشادی شدہ	صہیب	-	کھڈیاں، قصور	-	-	نئی بات
5اکتوبر	ش	خاتون	27برس	شادی شدہ	یاسین	سسر	مندرہ کلاں دولت پور، ڈی آئی خان	درج	-	آج
5اکتوبر	ک	خاتون	-	شادی شدہ	اصغر، الیاس	-	نوشہرہ ورکاں	-	-	نوائے وقت
5اکتوبر	-	خاتون	-		اسلام دین	-	بھکر	-	-	نوائے وقت
5اکتوبر	ش	خاتون	-	-	شہباز	-	کسووال	-	-	خبریں
6اکتوبر	الف ب	خاتون	-	-	شہزاد	-	پاکپتن	-	-	نوائے وقت
6اکتوبر	س ب	خاتون	-	-	نیامت علی	-	لکھاہانس، پاکپتن	-	-	نوائے وقت

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	ملزم کا نام	ملزم کا متاثرہ عورت/مرد سے تعلق	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	ملزم گرفتار/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
6اکتوبر	ص	خاتون	ـ	ـ	سبطین	ـ	شیخوپورہ	درج	ـ	نوائے وقت
7اکتوبر	م	خاتون	ــ	غیرشادی شدہ	مقامی	مقامی	گوٹھ پھوڑی۔فیض گنج ضلع خیرپور	ـ	ـ	عوامی آواز اخبار
7اکتوبر	ب	بچی	9برس	غیرشادی شدہ	ـ	ـ	بھاٹی گیٹ، لاہور	ـ	ـ	خبریں
7اکتوبر	ـ	خاتون	ـ	ـ	آصف	ہمسایہ	قصور	درج	ـ	نوائے وقت
8اکتوبر	ث	خاتون	ـ	ـ	چارافراد	ـ	پاکپتن	ـ	درج	نئی بات
8اکتوبر	ـ	خاتون	ـ	ـ	6افراد	ـ	رحیم یارخان	ـ	5 گرفتار	نوائے وقت
8اکتوبر	احسن	بچہ	5برس	غیرشادی شدہ	راشد	اہل خانہ	مغل چک، قلعہ دیدارسنگھ	ـ	ـ	نوائے وقت
9اکتوبر	ـ	خاتون	ـ	ـ	الرحمان	ـ	محلّہ ٹاہلی، پاکپتن	درج	ـ	ایکسپریس
9اکتوبر	ـ	خاتون	ـ	ـ	شان	ـ	پاکپتن	درج	ـ	ایکسپریس
9اکتوبر	ـ	خاتون	ـ	ـ	زاہد، طیب، عدنان	ـ	حجرہ شاہ مقیم، اوکاڑہ	درج	ـ	خبریں
9اکتوبر	الف ب	خاتون	ـ	ـ	محمد عثمان	ـ	پتوکی	درج	ـ	خبریں
9اکتوبر	ـ	بچی	ـ	ـ	ـ	ـ	ٹوبہ ٹیک سنگھ	درج	ـ	ڈان
10اکتوبر	خ	خاتون	ـ	ـ	ـ	ـ	ٹبہ شیرکوٹ، پاکپتن	درج	ـ	نئی بات
10اکتوبر	ـ	خاتون	14برس	ـ	ـ	اہل علاقہ	خان والا قصور	ـ	ـ	ڈان
11اکتوبر	ـ	خاتون	ـ	ـ	اسحاق	ـ	چک29-sp، پاکپتن	ـ	ـ	دی نیوز
11اکتوبر	ش ب	خاتون	ـ	ـ	فاروق	ـ	ساہیوال	ـ	ـ	نوائے وقت
11اکتوبر	ل ب	خاتون	ـ	ـ	علی	ـ	چک95-6، پاکپتن	درج	گرفتار	نوائے وقت
11اکتوبر	سلیم	مرد	18برس	ـ	وقاص، اشرف	ـ	گنڈا سنگھ والا قصور	درج	ـ	نوائے وقت
12اکتوبر	ـ	خاتون	ـ	ـ	چارنامعلوم	ـ	عباسی کالونی، گوجرانوالہ	درج	گرفتار	ایکسپریس ٹریبون
12اکتوبر	پ	بچی	5برس	غیرشادی شدہ	ـ	ـ	عباس نگر، گوجرانوالہ	درج	ـ	مشرق
12اکتوبر	ع ف	بچی	3برس	غیرشادی شدہ	ـ	ـ	مورج گنج، بہاولنگر	درج	ـ	مشرق
12اکتوبر	کاشف	بچہ	ـ	غیرشادی شدہ	عابد علی، ادریس	ـ	گاؤں قلعہ بخشہ، جلال پور بھٹیاں	درج	ـ	خبریں
12اکتوبر	شہناز شیخ	بچی	15برس	غیرشادی شدہ	نامعلوم	ـ	مسلم کالونی۔ڈہرکی ضلع گھوٹکی	درج	فرار	عوامی آواز اخبار
13اکتوبر	خلیل احمد	بچہ	ـ	غیرشادی شدہ	ـ	ـ	اسلام پورہ، حافظ آباد	درج	ـ	خبریں
13اکتوبر	الف ش	بچی	8برس	غیرشادی شدہ	محمد یوسف	ـ	رشید پورہ، حافظ آباد	ـ	ـ	خبریں
14اکتوبر	گ۔م	خاتون	ــ	بیوہ	ہریش میگھواڑ	ڈسپنسر	سول ہسپتال ضلع میرپورخاص	درج	ـ	عوامی آواز اخبار
14اکتوبر	الف	خاتون	ـ	شادی شدہ	سمیر	ـ	جھلے بھائیوال، فیروز والا	ـ	ـ	نوائے وقت

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	ملزم کا نام	ملزم کا متاثرہ عورت /مرد سے تعلق	مقام	ایف آئی آر درج /نہیں	ملزم گرفتار/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
14اکتوبر	ع	خاتون	-	-	نعیم	سابقہ شوہر	کوٹ عبدالمالک	-	-	نوائے وقت
14اکتوبر	محمد علی	بچہ	10برس	غیرشادی شدہ	اویس	-	بھروانہ، جھنگ	-	-	نوائے وقت
14اکتوبر	امتیاز	بچہ	6برس	غیرشادی شدہ	بلال	-	بھروانہ، جھنگ	-	-	نوائے وقت
14اکتوبر	ث	خاتون	-	شادی شدہ	نیامت	تعلق دار	پتوکی	درج	-	خبریں
15اکتوبر	س	خاتون	-	-	شفیق	اہل علاقہ	گاؤں گلشن اقبال کالونی، پاکپتن	-	-	نوائے وقت
16اکتوبر	ع	خاتون	-	-	سہیل،غفران	-	چک 242/A ٹی ڈی اے، فتح پور	درج	-	خبریں
16اکتوبر	-	خاتون	16برس	-	-	-	فورٹ عباس، بہاولنگر	درج	گرفتار	ڈان
16اکتوبر	-	بچہ	5برس	-	-	-	بستی نورپور، بہاولنگر	درج	-	دی نیوز
17اکتوبر	ع ب	خاتون	-	-	مزمل	-	مرادپور، سیالکوٹ	-	-	نوائے وقت
17اکتوبر	-	خاتون	-	شادی شدہ	محمد مرتضیٰ	-	موچی پور، پاکپتن	-	-	نوائے وقت
17اکتوبر	س ب	خاتون	-	-	صابر علی	-	موضع بڈھی ٹھٹھی، جھنگ	-	-	نوائے وقت
17اکتوبر	الف ش	خاتون	-	-	علی رضا	اہل علاقہ	-	-	-	نوائے وقت
18اکتوبر	-	خاتون	-	-	احسان،عبدالرشید	-	رینالہ خورد،اوکاڑہ	-	-	نوائے وقت
18اکتوبر	ک	خاتون	-	شادی شدہ	سلمان	سوتیلا باپ	شاہکوٹ	-	-	نوائے وقت
18اکتوبر	ک	خاتون	20برس	-	زبیر	-	رحمان پورہ،شیخوپورہ	-	-	نوائے وقت
18اکتوبر	ح	بچہ	13برس	-	ابرار	-	فیروزوالا،شیخوپورہ	-	-	نوائے وقت
18اکتوبر	ف	خاتون	-	-	نسیم اور چار دیگر	-	فاروق آباد،شیخوپورہ	-	-	نوائے وقت
18اکتوبر	ابراہیم	بچہ	-	-	-	-	فیصل آباد	-	-	نوائے وقت
18اکتوبر	ی	خاتون	-	-	-	-	جڑانوالہ	-	-	نوائے وقت
18اکتوبر	-	خاتون	-	شادی شدہ	منیر،قاسم	-	گجرات	-	-	نوائے وقتو
18اکتوبر	ن ب	خاتون	--	شادی شدہ	7مقامی وڈیرے	مقامی	گوٹھ لالاباھ ضلع عمرکوٹ	درج	-	کاوش اخبار
18اکتوبر	الف		-	-	عادل	-	ڈہرانوالا،چشتیاں	درج	-	نوائے وقت
19اکتوبر	اعجاز	بچہ	12برس	-	علی،شعیب	-	شاہ پور،صدر	-	-	نوائے وقت
20اکتوبر	م ب	خاتون	-	شادی شدہ	عاشق علی	-	جھنگ	-	-	نوائے وقت
20اکتوبر	ش	خاتون	-	-	جمشید	-	ٹوبہ ٹیک سنگھ	-	-	نوائے وقت
20اکتوبر	-	خاتون	-	شادی شدہ	-	-	ڈسکہ	درج	-	نئی بات
21اکتوبر	-	خاتون	-	شادی شدہ	سجاد	اہل علاقہ	رینالہ خورد،اوکاڑہ	درج	-	ایکسپریس

بلوچستان میں اخبارات شائع مگر فروخت نہ ہوسکے

کوئٹہ پاکستان کے صوبہ بلوچستان میں مسلح تنظیموں کی جانب سے دی جانے والی دھمکیوں کے بعد ٹرانسپورٹروں اور ہاکروں نے اخبارات کی ترسیل اور تقسیم سے انکار کر دیا ہے جس کے بعد قارئین کی اکثریت گذشتہ دو روز سے اخبار پڑھنے سے محروم ہے۔ روزنامہ 'انتخاب' کراچی کی ایڈیٹر نرگس بلوچ نے بی بی سی کو بتایا کہ ٹرانسپورٹروں نے بلوچستان میں سیکیورٹی کے مسئلے کی وجہ سے اخبارات اٹھانے سے انکار کر دیا ہے۔ بلوچستان کے ترقی پسند اخبار 'آزادی' کے چیف ایڈیٹر صدیق بلوچ نے بتایا کہ ان کے اخبار کی ترسیل نہیں ہو سکی۔ 'ہم نے اخبار شائع کیا تاہم وہ عوام تک نہیں پہنچ سکا۔' صدیق بلوچ کے مطابق 'ہاکر ڈرا ہوا ہے، وہ کہتا ہے کہ اگر ہم اخبار کے بنڈل کو بوری میں چھپا کر لے جائیں تو فوج پکڑے گی کہ اس میں بم ہے اگر ویسے لے جائیں تو جو سیاسی کارکنان اس بائیکاٹ کی حمایت کر رہے ہیں وہ چھین لیں گے اور تشدد بھی کریں گے۔ اب اس صورت حال میں کوئی بھی خطرہ مول لینے کے لیے تیار نہیں ہے۔' صدیق بلوچ ان کا کہنا ہے کہ دو طرفہ دباؤ ہے، 'ایک طرف حکومت کی کارروائی ہے تو دوسری جانب عسکریت پسند ہیں۔' مسلح تنظیمیں اس سے پہلے بھی اخبارات کا بائیکاٹ کرتی تھیں تاہم وہ علامتی ہوتا تھا اور ان کی تھوڑی بہت خبریں شائع ہو جاتی تھیں لیکن اب تو ان کی خبریں بالکل ہی بند ہیں۔ ان تنظیموں کی جو پریس ریلیز آتی تھی وہ غیر واضح جگہ پر شائع ہوتی تھیں، لیکن حکومت نے اس پر شدید ناراضی کا اظہار کیا کہ آپ ان کی تشہیر کر رہے ہیں۔'

واضح رہے کہ بلوچستان کی مسلح تنظیموں بلوچستان لبریشن آرمی اور بلوچستان لبریشن فرنٹ نے دو ہفتے قبل اخبارات اور ٹی وی چینلوں کے بائیکاٹ کا اعلان کرتے ہوئے پرنٹ میڈیا سے وابستہ تمام صحافیوں اور دیگر ملازمین کو پریس کلبوں سے دور رہنے کی ہدایت کی تھی۔ ان تنظیموں کی جانب سے ایک اعلامیے میں کہا گیا ہے کہ بلوچستان میں جاری آپریشن اور حملے سنگین صورت حال اختیار کر چکے ہیں، عالمی میڈیا کو وہاں جانے کی اجازت نہیں جبکہ مقامی میڈیا ریاست کے کنٹرول میں ہے اور صحافت سول و عسکری بیانیہ تک محدود ہے۔ دوسری جانب کونسل آف پاکستان نیوز پیپرز ایڈیٹرز کے وفد نے وزیر اعلیٰ بلوچستان ثناءاللہ زہری سے ملاقات کی اور اخبارات کو درپیش صورت حال سے آگاہ کیا۔ اس موقعے پر بات کرتے ہوئے ثناءاللہ زہری کا کہنا تھا کہ عسکریت پسند اپنی بے بسی کا غصہ میڈیا پر نکال رہے ہیں۔ 'میڈیا کو قومی یکجہتی کو فروغ دینا چاہیے، اس کا مرکز نگاہ دہشت گردی کے متاثرین نہیں بلکہ اس میں ملوث عناصر ہوتے ہیں۔' بلوچستان میں مقامی میڈیا کو محدود اور بین الاقوامی میڈیا کو صفر رسائی حاصل ہے، انسانی حقوق کی تنظیمیں صوبے میں جبری گمشدگیوں اور آپریشن سمیت انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی نشاندہی کرتی رہی ہیں لیکن میڈیا آزادانہ طور پر ان کی تصدیق یا تردید کرنے سے قاصر ہے۔

(بشکریہ بی بی سی اردو)

ریلوے انتظامیہ نے گھر گرا دیے

عمرکوٹ 21 ستمبر کو چھور ریلوے اسٹیشن کے قریب آباد لوگوں کے گھروں کو ریلوے انتظامیہ نے غیر قانونی تعمیرات قرار دے کر پولیس کی بھاری نفری کے ہمراہ کارروائی کر کے کئی گھر گرا کر زمین دوز کر دیے۔ گھر گرانے کے دوران ریلوے انتظامیہ اور مقامی لوگوں کے درمیان تکرار بھی ہوئی۔ اس موقع پر متاثرین نے محکمہ ریلوے کے اس عمل کے خلاف احتجاجی مظاہرہ کرتے ہوئے کہا کہ وہ گزشتہ پچاس برسوں سے یہاں آباد ہیں لیکن ریلوے انتظامیہ نے بلاجواز پولیس کے ہمراہ دھاوا بول کر ان کے گھر مسمار کیے ہیں۔ جو کہ ہم غریبوں سے ناانصافی ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ ریلوے انتظامیہ نے بااثر اور غیر قانونی قبضہ کرنے والے افراد کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی۔ ہم اعلیٰ حکام سے انصاف کی اپیل کرتے ہیں۔ محکمہ ریلوے کے اسسٹنٹ انجینئر شاہ محمد مستوئی کے مطابق مذکورہ زمین محکمہ ریلوے کی ہے۔ جہاں انہوں نے غیر قانونی قبضہ کر کے گھر بنا رکھے تھے۔ ہماری طرف سے نوٹس دے کر قبضہ خالی کرنے کو کہا گیا لیکن انہوں نے عمل نہیں کیا۔ گھر گرانے کے مسئلے پر ہونے والی تکرار پر چھور ٹاؤن کمیٹی کے چیئرمین ٹاؤن کمیٹی چھور مولوی یعقوب کنبھر، سابق تحصیل نائب ناظم حافظ میر محمود اور دیگر نے ریلوے انتظامیہ سے مذاکرات کیے اور مزید گھر گرانے کی کارروائی معطل کروائی اور کہا کہ مسئلے کے مستقل حل کے لیے ریلوے کے اعلیٰ حکام ڈی ایس سے رابطہ کیا جائے گا۔

(اوکھو منروپ)

دو افراد جاں بحق

لکی مروت لکی مروت میں ذاتی دشمنی پر فائرنگ سے دو افراد جاں بحق اور تین زخمی ہو گئے۔ تفصیلات کے مطابق لکی مروت کے علاقے لینڈ یو میں مخالفین نے ایک دوسرے پر فائرنگ کی جس کے نتیجے میں دو افراد جاں بحق جبکہ تین زخمی ہو گئے۔ پولیس نے واقعے کی انکوائری شروع کر دی تھی۔

(محمد ظاہر شاہ)

بیٹے کو بازیاب کرایا جائے

حیدر آباد 16 اکتوبر کو گوٹھ محمد سومرو عبداللہ قاسم آباد کے رہائشی محمد رحیم سومرو نے اپنے دیگر اہل خانہ، اہلیہ، مریم، بھائی شیر یار اور دیگر کے ہمراہ حیدر آباد پریس کلب میں پریس کانفرنس کرتے ہوئے کہا کہ جمعہ 13 اکتوبر کی رات 8 بجے کے قریب پولیس اور سادہ وردیوں میں ملبوس اہلکار جو کہ متعدد گاڑیوں میں سوار تھے اس کی کریانہ کی دکان پر بیٹھے ہوئے اس کے 21 سالہ بیٹے محمد صدیق سومرو کو زبردستی اپنے ساتھ لے گئے۔ جس کی ابتدائی رپورٹ نیلم نگر تھانے میں درج کرا دی گئی تاہم صدیق سومرو کا کوئی سراغ نہیں مل سکا۔ انہوں نے کہا کہ ان کے بیٹے صدیق سومرو کا کسی سیاسی تنظیم سے کوئی تعلق یا واسطہ نہیں ہے اور نہ ہی وہ کسی قسم کی غیر قانونی سرگرمی میں ملوث ہے۔ اہل خانہ شدید پریشانی میں مبتلا ہیں، انہوں نے چیف جسٹس آف پاکستان آئی جی سندھ اور ڈی آئی جی حیدر آباد سمیت دیگر حکام سے پرزور اپیل کی کہ وہ اس کے بیٹے صدیق سومرو کی بازیابی میں اہل خانہ کی مدد کریں اور اگر ان کے بیٹے پر کوئی الزام ہے تو اسے عدالت میں پیش کیا جائے۔

(لالہ عبدالحلیم)

سپریم کورٹ نے توہینِ رسالت کے ملزم کا نفسیاتی ریکارڈ طلب کر لیا

اسلام آباد سپریم کورٹ نے ٹوبہ ٹیک سنگھ کی ضلعی جیل کے سپرنٹنڈنٹ سے توہین رسالت کے الزام میں سزائے موت کے منتظر ملزم کا نفسیاتی ریکارڈ طلب کر لیا۔جسٹس منیر عالم اور جسٹس دوست محمد خان کی سربراہی میں قائم سپریم کورٹ کے دو رکنی بینچ نے توہین رسالت کے ملزم کی جانب سے سزائے موت کے خلاف دائر اپیل پر سماعت کرتے ہوئے کہا کہ توہین رسالت کے ملزم کو سزا دینے سے قبل اس کی ذہنی حالت کا جائزہ لیا جانا چاہیے۔عدالت نے کہا کہ اگر ملزم کی ماضی میں نفسیاتی حالت بہتر تھی تو پھر اسے سخت سزا کا سامنا کرنا پڑے گا۔سزائے موت کے منتظر اس ملزم کو پاکستان پینل کوڈ (پی پی سی) کی دفعہ 295 سی کے تحت توہین رسالت کے الزامات کا سامنا ہے جس کے مطابق انہوں نے خطوط لکھ کر یہ دعویٰ کیا تھا کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا عملی نمونہ ہے۔اس شخص کو لاہور پولیس نے 2001 میں توہین رسالت کے قانون کے تحت گرفتار کیا تاہم ایک برس بعد ٹرائل کورٹ نے اسے جولائی 2002 میں سزائے موت دینے کا فیصلہ کیا تھا جبکہ اس پر 5 لاکھ روپے جرمانہ بھی عائد کیا گیا تھا۔تاہم ملزم نے سزائے موت کے خلاف لاہور ہائی کورٹ میں درخواست دائر کی جسے عدالت عالیہ نے 30 جون 2014 کو مسترد کرتے ہوئے اس کی سزا کا فیصلہ برقرار رکھنے کا حکم جاری کیا۔تاہم گزشتہ روز (31 اکتوبر کو) سپریم کورٹ نے سماعت کے دوران عندیہ دیا کہ ملزم کی ذہنی حالت کی جانچ پڑتال کے لیے ایک میڈیکل بورڈ تشکیل دیا جائے گا۔پنجاب کے پراسیکیوٹر جنرل محمد جعفر نے ملزم کی سزائے موت کا دفاع کرتے ہوئے کہا کہ اب تک ملزم کے حق میں ایک بھی ثبوت سامنے نہیں آیا۔انہوں نے عدالت کے سامنے بتایا کہ ملزم نے پی پی سی کی دفعہ 295 سی کے تحت لگائے جانے والے الزامات کو قبول کیا اور اعتراف کیا کہ اُس نے اس وقت کے وزیر اعظم، چیف سیکریٹری پنجاب اور اقوام متحدہ سمیت اسرائیلی وزیر اعظم کو خط لکھ کر اپنے دعوے کے بارے میں آگاہ کیا تھا جس کا اس وقت کے اسرائیلی وزیرِ اعظم نے جواب بھی بھیجا تھا۔انہوں نے بتایا کہ ملزم ایک پڑھا لکھا انسان ہونے کے ساتھ انتہائی شاطر بھی ہے اور اس کا تعلق محکمہ فشریز سے ہے۔ان کا یہ بھی کہنا تھا کہ اس ملزم نے خود ہی اپنی گرفتاری کے خلاف پٹیشن دائر کی تھی اور اس طرح کے لوگ سستی شہرت حاصل کرنے کے لیے ایسے ہتھکنڈے کرتے رہتے ہیں۔بعد ازاں عدالت نے کارروائی کو غیر معینہ مدت کے لیے ملتوی کر دیا۔یہ خبر یکم نومبر 2017 کو ڈان اخبار میں شائع ہوئی۔ (بشکریہ ڈان)

اساتذہ سڑکوں پر نکل آئے

نوشہرہ 14 اکتوبر کو خیبر پختونخوا کے تمام سرکاری کالجوں کے اساتذہ اپنے مطالبات کے حق میں حکومت کے خلاف سڑکوں پر نکل آئے، ہزاروں مرد و خواتین لیکچرارز نے نوشہرہ شوبرا چوک میں احتجاجی مظاہرہ کیا، مظاہرین نے بینرز اور پلے کارڈ اٹھا رکھے تھے جن پر ان کے مطالبات درج تھے، مظاہرین کی قیادت پروفیسر سبز علی خان مروت، پروفیسر حمید آفریدی، پروفیسر جمشید خان، پروفیسر ابرار اور پروفیسر رئیس خان کر رہے تھے۔مظاہرین نوشہرہ پوسٹ گریجویٹ کالج سے ہوتے ہوئے نوشہرہ شوبرا چوک پہنچنے کے بعد پریس کلب کے سامنے آئے جہاں پر مظاہرین سے خطاب کرتے ہوئے پروفیسر سبز علی مروت، پروفیسر حمید آفریدی اور پروفیسر جمشید خان نے کہا کہ موجودہ صوبائی حکومت نے نہ صرف کالج اساتذہ کے ساتھ امتیازی سلوک روا رکھا ہے بلکہ صوبے میں تعلیم دشمن پالیسیوں کی بھی منصوبہ بندی کر رکھی ہے اور ایسے حالات میں کالج اساتذہ خاموش نہیں رہ سکتے، کیونکہ حکومت نے کالجوں میں خود مختیاری کے نام پر بورڈ آف گورنر کے قیام کا جو فیصلہ کیا ہے اس سے غریب طلبہ کو نقصان پہنچے گا۔ (روزنامہ ایکسپریس)

مشال خان مقدمے کے گواہوں پر دباؤ

صوابی پاکستان کے صوبے خیبر پختونخوا کی عبدالولی خان یونیورسٹی میں توہین مذہب کے الزام میں قتل کیے جانے والے طالب علم مشال خان کے والد نے صوبائی حکومت کی جانب سے ان کے بیٹے کے عدالتی کیس کے اخراجات برداشت کرنے کے اعلان پر عدم اطمینان کا اظہار کیا ہے۔مشال خان کے والد اقبال خان نے بتایا کہ انھوں نے حکومت کو اپنے بیٹے کے عدالتی کیس کے اخراجات برداشت کرنے کے لیے دو وکلا کے نام دیے تھے لیکن حکومت نے ایک وکیل کے اخراجات برداشت کرنے کی منظوری دی ہے۔انھوں نے کہا کہ گذشتہ روز وزیر اعلی سیکریٹریٹ کی جانب سے ان کو اس ضمن میں آگاہ کیا گیا تاہم وہ اس اعلان سے مطمئن نہیں ہیں۔'میرے ساتھ چھ وکلا پر مشتمل ٹیم فی سبیل اللہ ہری پور جیل جاتے ہیں جو آنے جانے کے تمام اخراجات خود برداشت کرتے ہیں اور ان میں اگر سب کو نہیں تو کم از کم دو وکلا کو تو ان کا معاوضہ ملنا چاہیے جو ان کا حق بھی بنتا ہے۔یاد رہے کہ خیبر پختونخوا حکومت نے بدھ کو مشال خان قتل کیس کے تمام عدالتی اخراجات برداشت کرنے کا اعلان کیا تھا۔اس سلسلے میں وزیر اعلی سیکریٹریٹ سے جاری ہونے والے مختصر بیان میں کیا گیا تھا کہ وزیر اعلی خیبر پختونخوا پرویز خٹک کی جانب سے وکیل کے اخراجات کے لیے فنڈز کی منظوری دے دی گئی ہے۔ہم نے قانون کا راستہ اختیار کیا ہے لیکن بعض سیاسی قوتیں جن کے وہ نام بھی جانتے ہیں وہ ہمیں قانونی جنگ لڑنے کے لیے بھی نہیں چھوڑ رہے ہیں۔اقبال خان نے مزید کہا کہ وہ صوبائی حکومت کے اعلان کا خیر مقدم کرتے ہیں لیکن ساتھ ساتھ ان کے کچھ تحفظات بھی ہیں کیونکہ ملزمان کی جانب سے 25 وکلا پیش ہو رہے ہیں اس صورت حال میں ان کا ایک وکیل کیسے مقابلہ کر سکے گا؟ انھوں نے کہا کہ مشال خان قتل کے بعد حکومت کی جانب سے ان سے جو وعدے کیے گئے تھے ان کو تا حال پورا نہیں کیا گیا جن میں شہید پیکج دینا اور مشال خان کے نام سے کسی یونیورسٹی کو منسوب کرنا شامل ہے۔ہری پور جیل میں جاری مشال خان قتل مقدمے کے ضمن میں بات کرتے ہوئے اقبال خان نے کہا کہ وہ اب تک ہونے والی عدالتی کارروائی سے مطمئن ہیں تاہم اس کیس میں ملزمان کے خاندانوں کی جانب سے پرائیوٹ گواہان پر دباؤ ڈالنے کا سلسلہ جاری ہے۔انھوں نے کہا کہ گواہان کو عدالت جاتے یا وہاں سے واپسی پر آتے ہوئے راستے میں روک کر ان کو ڈرایا اور دھمکایا جاتا ہے اور ان پر دباؤ ڈالا جارہا ہے کہ عدالت میں سچ نہ بولیں۔'ہم نے قانون کا راستہ اختیار کیا ہے لیکن بعض سیاسی قوتیں جن کے وہ نام بھی جانتے ہیں وہ ہمیں قانونی جنگ لڑنے کے لیے بھی نہیں چھوڑ رہے ہیں۔مشال خان قتل کیس میں اب تک 40 گواہوں کے بیانات قلمبند ہو چکے ہیں جبکہ 10 سے 15 کے قریب مزید گواہوں کے بیانات لیے جائیں گے جن میں یونیورسٹی کے اساتذہ اور طلبا شامل ہیں۔مردان پولیس کے مطابق اس مقدمے میں اب تک 57 ملزمان کو گرفتار کیا جا چکا ہے جبکہ چار ملزمان بدستور روپوش ہیں۔اقبال خان نے مزید کہا کہ مشال خان کے قتل کے بعد ان کے دو بیٹیوں کا تعلیمی سلسلہ خوف کی وجہ سے منقطع ہو گیا ہے اور اب وہ گھر میں پرائیوٹ تعلیم حاصل کرنے کی کوشش کر رہی ہیں۔انھوں نے کہا کہ ان کی دونوں بیٹیاں کلاس میں اول پوزیشن حاصل کرتی تھیں لیکن بدقسمتی سے اب انھیں گھر میں پڑھانے کی بجائے اور کوئی چارہ نہیں کیونکہ باہر وہ محفوظ نہیں ہیں۔ان کے بقول اس ضمن میں حکومت کو درخواست دی گئی تھی کہ ان کی دونوں بیٹیوں کو تعلیم کی خاطر صوابی سے اسلام آباد منتقل کیا جائے لیکن ارباب اختیار کی جانب سے ان کو ابھی تک کوئی جواب نہیں دیا گیا ہے۔

(بشکریہ بی بی سی اردو)

توہین آمیز خاکے شائع کرنے کے الزام پر عمر قید کی سزا

رحیم یار خان رحیم یار خان کی ڈسٹرکٹ جیل میں ہونے والی سماعت میں ایڈیشنل سیشن جج نے انٹرنیٹ پر توہین آمیز خاکے شائع کرنے کا جرم ثابت ہونے پر ملزم کو عمر قید اور ایک لاکھ روپے جرمانہ کی سزا سنائی ہے۔ صادق آباد کے صدر تھانے کے ایس ایچ او عبدل ہادی نے بی بی سی کے نامہ نگار عابد حسین سے بات کرتے ہوئے بتایا کہ گذشتہ سال جولائی میں ان کے سامنے یہ کیس پیش آیا جس میں وقاص احمد بھیٹ نامی نوجوان پر الزام لگایا گیا تھا کہ اس نے فیس بک پر توہین آمیز خاکے شائع کیے ہیں اور اس سے مسلمانوں کے احساسات مجروح ہوئے ہیں۔ عبدل ہادی کے مطابق ایف آئی آر ان کی مدعیت میں درج کی گئی جبکہ مقدمے کی سماعت دو ماہ قبل شروع ہوئی تھی اور اس کا فیصلہ سنیچر کی دوپہر کو سنا گیا۔ واضح رہے کہ ملزم وقاص احمد بھیٹ کو ڈپٹی کمشنر کی ہدایت پر 90 روز کے لیے ڈسٹرکٹ جیل میں نظر بند بھی رکھا گیا تھا جبکہ مقدمہ کی ابتدائی سماعت سکیورٹی کے پیش نظر ڈسٹرکٹ جیل میں کی جاتی رہی ہے جہاں ایڈیشنل سیشن جج کی عدالت نے اس درج مقدمہ کا فیصلہ سنایا۔

(بشکریہ بی بی سی اردو)

اقوام متحدہ، جنوبی ایشیا کو ہتھیاروں کی منتقلی کا نوٹس لے

جنیوا جنیوا میں اقوام متحدہ کے لیے پاکستان کے مستقل مندوب فرخ عامل نے جنرل اسمبلی کی اسلحہ کے عدم پھیلا ہو اور بین الاقوامی سلامتی کی کمیٹی کے اجلاس میں اظہار خیال کرتے ہوئے شورش زدہ علاقوں میں روایتی ہتھیاروں کی بڑھتی ہوئی منتقلی پر تشویش ظاہر کی ہے اور کہا ہے کہ اس سے علاقائی توازن خطرے میں پڑ جائے گا۔ انہوں نے بھارت کا نام لیے بغیر کہا کہ اسی طرح کے مشکلات پیدا کرنے والے رجحانات بالخصوص جنوبی ایشیا میں نظر آرہے ہیں جہاں ایک ملک کے بھاری فوجی اخراجات کے اثرات دوسرے تمام ممالک پر پڑ رہے ہیں۔ فرخ عامل نے کہا کہ پاکستان جنوبی ایشیا میں سٹریٹجک استحکام کے لیے پرعزم ہے۔ جنوبی ایشیا میں بھارت نے جو روش اختیار کر رکھی ہے اس کا کوئی جواز نہیں اسے کسی سے جنگ نہیں لڑنی، سوا ہے اس کے ہمسایوں کو ڈرانا دھمکانا، علاقے میں چودھراہٹ قائم کرنا اور جو ملک خودداری کی راہ اختیار کرے، اس کے اندر، تخریبی کارروائیوں کے لیے ایجنٹ چھوڑنا، آزادی کی تحریک کو دبانا یہ ہیں وہ ضرورتیں جن کی خاطر وہ روایتی اور غیر روائتی اسلحہ کے دھڑا دھڑ انبار لگا رہے ہیں۔ اسے اسلحہ اور ہتھیار وہ ممالک فراہم کر رہے ہیں جنہوں نے خود آزاد قوموں کو غلام بنا رکھا ہے۔ ان میں امریکہ اور اسرائیل سرفہرست ہیں۔ ان ملکوں کو اگر ذرا بھی امن عالم اور بین الاقوامی سلامتی سے دلچسپی ہو تو وہ بھارت کو اسلحہ فراہم کرنے سے انکار کردیں۔ بھارت کے ان رویوں اور پالیسیوں کے باعث پاکستان کو اپنے دفاع سالمیت اور سلامتی کے لیے بجٹ کا بھاری حصہ ہتھیاروں کے لیے وقف کرنا پڑتا ہے۔ جس سے اس کے عوام کی بہبود، تعلیم اور صحت کے منصوبے متاثر ہوتے ہیں۔ بھارت کی ستر فیصد آبادی خط غربت سے نیچے رو رہی ہے۔ ایسے لوگوں کی تعداد کروڑوں میں ہے جن کے پاس رہنے کو مکان تک نہیں، وہ فٹ پاتھوں پر پیدا ہوتے ہیں اور فٹ پاتھوں پر اپنی زندگی گزار کر رخصت ہو جاتے ہیں۔ بھارت جو رقم جنگی تیاریوں اور کشمیریوں کی آزادی سلب کرنے اور پاکستان میں تخریب کاری اور بدامنی پھیلانے پر خرچ کر رہا ہے۔ اگر اسے اپنے عوام کی حالت بہتر بنانے پر خرچ کرے تو غربت دور ہو سکتی ہے۔ پاکستانی مندوب نے کہا ہے کہ پاکستان خطے میں اسلحہ کی دوڑ میں شامل ہے اور نہ اس کا خواہاں ہے لیکن بھارت کو اسلحہ فراہم کرنے والے ملکوں سے یہ ضرور توقع رکھتا ہے کہ وہ بھارت کو اسلحہ دینے سے پہلے کم از کم یہ تو دیکھ لیا کریں کہ کیا واقعی بھارت کے دفاع کو ان ہتھیاروں کی ضرورت ہے۔ اقوام متحدہ کو اس صورتحال کا ہر صورت نوٹس لینا چاہیے۔

(نامہ نگار)

بس کے ڈرائیور اور کنڈیکٹر کے تشدد سے مسافر ہلاک

کراچی کراچی کے علاقے بہادر آباد میں ایک بس کے ڈرائیور اور کنڈیکٹر نے بس کرایے پر ہونے والے معمولی تنازع کے دوران تشدد کر کے مسافر کو ہلاک کر دیا۔ پولیس کے مطابق واقعے کے بعد ملزمان کو گرفتار کر لیا گیا۔ پولیس نے واقعے کی تفصیلات بتاتے ہوئے کہا کہ مقتول کی شناخت 30 سالہ عبدالرحمن کے نام سے ہوئی ہے جس کا بہادر آباد میں روٹ ایکس 23 کی بس کے کنڈیکٹر عمر خان کے ساتھ کرایے پر معمولی تنازع ہوا تھا۔ پولیس کا کہنا تھا کہ تنازع کے دوران بس کے ڈرائیور نے مداخلت کی اور اس کے بعد تنازع شدت اختیار کر گیا اور ملزمان نے عبدالرحمن پر تشدد کیا۔ پولیس نے بتایا کہ واقعے میں بس کا ڈرائیور بھی زخمی ہوا۔ سائٹ بی تھانے کے ایس ایچ او انسپکٹر قمر زیب ستی کا کہنا تھا کہ 'عبدالرحمن کو سر پر شدید چوٹیں آئی تھیں جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ متعدد مرتبہ کسی دھاتی آلے سے اس کے سر کو نشانہ بنایا گیا'۔ ان کا کہنا تھا کہ 'تنازع کے بعد عبدالرحمن بے ہوش ہو گیا جبکہ بس کا ڈرائیور عمر خان زخمی ہو گیا، اس موقع پر ڈرائیور نے شور مچا دیا اور مسافروں کو گاڑی سے اتر جانے کو کہا تاکہ وہ انہیں ہسپتال منتقل کر سکے، بعد ازاں ڈرائیور نے بس کے ذریعے زخمیوں کو میٹرول میں منتقل کیا اور وہاں سے انہیں ایک خیراتی ادارے کی ایمبولنس میں منتقل کر دیا گیا'۔ اس ایچ او کا کہنا تھا کہ ڈرائیور پریشان تھا اور اس لیے اس نے زخمیوں کو خود ہسپتال منتقل کرنے کے بجائے انہیں ایمبولنس کا استعمال کیا۔ مذکورہ خیراتی ادارے کے اہلکاروں نے مقامی پولیس کو زخمیوں کی اطلاع دی جس کے بعد پولیس نے بس ڈرائیور کو گرفتار کیا جبکہ ہسپتال کی جانب سے طبی امداد دیئے جانے کے بعد پولیس نے کنڈیکٹر کو بھی گرفتار کر لیا۔ پولیس کے مطابق مقتول ایک نجی سیکیورٹی کمپنی سے منسلک تھا۔ یہ رپورٹ 18 اکتوبر 2017 کو ڈان اخبار میں شائع ہوئی۔

(بشکریہ ڈان)

خواجہ سراؤں کا پولیس کیخلاف احتجاج

بہاولپور ضلع بہاولپور کی تحصیل احمد پور شرقیہ کے رہائشی خواجہ سراؤں نے بتایا کہ وہ شادی کے پروگرام سے واپس اپنے گھر آرہے تھے کہ انہیں احمد پور شرقیہ سٹی پولیس کے کچھ اہلکاروں نے روک لیا۔ ان سے بدتمیزی کی اور غیر اخلاقی حرکت کی۔ جس کی ان سب نے مزاحمت کی تو ان سے رقم چھین لی اور دھمکی دی کہ وہ ان کو حوالات میں بند کر دیں گے۔ خواجہ سراء شہزادی نے بتایا کہ اس کے ساتھ گڑیا اور ثناء بھی تھیں۔ پولیس کے رویے کے سبب انہوں نے کچہری روڈ پر احتجاج کیا جس کے سبب شہریوں کو آمد ورفت میں شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ بالآخر ڈی ایس پی سٹی نے خواجہ سراؤں کے ساتھ مذاکرات کئے اور یقین دلایا کہ واقعہ میں ملوث اہلکاروں کے خلاف قانونی کارروائی کی جائے گی اس کے بعد درجن سے زائد خواجہ سراؤں نے روڈ کو کھول دیا۔

(خواجہ اسداللہ)

خبر رساں ادارے کے دفتر پر حملہ، 8 افراد زخمی

تربت صوبہ بلوچستان کے علاقے تربت میں علیحدگی پسند تنظیموں نے مبینہ طور پر خبر رساں ادارے کے دفتر پر دستی بم حملہ کیا اور فرار ہوگئے جس کے نتیجے میں ڈیوٹی پر مامور ٹریفک پولیس اہلکار اور ایک بچے سمیت 8 افراد زخمی ہوگئے۔ پولیس کے مطابق موٹر سائیکل سواروں نے تربت میں واقع پاک نیوز کے دفتر پر دستی بم سے حملہ کیا جس کے نتیجے میں ایک ٹریفک پولیس کانسٹیبل، ایک بچہ اور خبر رساں ادارے کے ملازمین سمیت 8 افراد زخمی ہوگئے۔ انہوں نے بتایا کہ حملے کے فوری بعد قانون نافذ کرنے والے اداروں کے اہلکاروں نے جائے وقوع پر پہنچ کر زخمیوں کو تربت کے ڈسٹرکٹ ہسپتال منتقل کر دیا۔ انہوں نے مزید بتایا کہ زخمی ہونے والے بچے کی حالت نازک ہونے کے باعث اسے کراچی منتقل کر دیا گیا۔ دوسری جانب علیحدہ حملے میں دہشت گردوں نے آواران کے علاقے میں لے جانے والی گاڑی پر حملہ کیا اور گاڑی پر فائرنگ کر کے چاروں ٹائر پھاڑ دیئے اور تمام سامان کو آگ لگا دیا۔ (نامہ نگار)

بھائی کو قتل کر دیا

میرپور آزاد کشمیر میرپور کے علاقے جاندلاں کے نواحی گاؤں کس کھڈوڑا کے رہائشی محمد عاصم ولد مطلوب حسین نے معمولی رنجش پر اپنے بڑے بھائی محمد آصف کو رات کو سوتے وقت گولی مار کر ابدی نیند سلا دیا۔ اور خود موقع سے فرار ہوگیا۔ پولیس نے نعش کو قبضہ میں لے کر پوسٹ مارٹم کے لیے ہسپتال منتقل کر دی۔ اور مختلف جگہوں پر چھاپے مار کر ملزم کو آلہ قتل سمیت گرفتار کر لیا۔ ملزم کے خلاف پرچہ درج کر کے قانونی کارروائی شروع کر دی ہے۔ (عابد حسین)

گمشدہ افراد بازیابی کمیشن کی پیشرفت

اسلام آباد لاپتہ افراد کی بازیابی کے لیے قائم کمیشن نے ستمبر 2017 کی رپورٹ جاری کر دی ہے۔ وفاقی حکومت کے قائم کردہ کمیشن کے سربراہ جسٹس ر جاوید اقبال ہیں۔ کمیشن کی رپورٹ کے مطابق گزشتہ ماہ کے دوران کمیشن نے مبینہ طور پر جبری گمشدگیوں کے 268 کیسوں کی سماعت کرتے ہوئے 44 کیس نمٹائے۔ ایک خاتون سمیت 37 افراد کو بازیاب کرالیا گیا۔ اس ماہ کے دوران جبری گمشدگی کے 58 نئے کیس کمیشن کے سامنے دائر کئے گئے جس سے زیر تفتیش کیسوں کی تعداد 1386 ہوگئی ہے۔ ستمبر کے مہینے میں 268 کیسوں کی سماعت اسلام آباد، لاہور اور کراچی میں ہوئی۔ کمیشن نے جن افراد کا پتہ چلایا ہے ان کے نام بھی جاری کئے گئے ہیں۔ بلوچستان میں اکبر بگٹی کے واقعہ کے بعد صوبے میں علیحدگی پسندوں اور بلوچ تنظیموں نے تحریک شروع کی تھی، اس کے ساتھ ساتھ کئی بلوچ سردار بیرون ملک چلے گئے تھے اور انہوں نے بلوچستان کے عوام کو آزادی دلانے کے لیے تحریک شروع کی، اس میں براہمداغ بگٹی اور کئی دیگر بلوچ سردار شامل ہیں۔ اسی طرح میر آف قلات بھی بیرون ملک چلے گئے۔ اس دوران بلوچستان میں بھارت نے بھی اپنا کھیل کھیلنا شروع کر دیا اور اس نے را کے عہدے دار یہاں بھیجے۔ اس کے ساتھ ساتھ بلوچستان کی کالعدم تنظیموں کو اسلحہ اور پیسہ فراہم کرنا جاری رکھا۔ کالعدم بلوچ لبریشن فرنٹ اور دیگر کالعدم تنظیموں نے پاکستان کی اہم عمارات، تنصیبات، فوجی قافلوں، پوسٹوں پر حملے شروع کر دیئے۔ ان کالعدم تنظیموں اور دہشت گردوں نے بلوچستان میں مختلف فرقوں کے لوگوں کو نشانہ بنایا۔ ہزارہ برادری کا نشانہ بنایا گیا۔ ہسپتالوں، میڈیکل کالج، عدالتوں اور شہری علاقوں میں بم دھماکوں میں سینکڑوں شہریوں کو نشانہ بنایا۔ اس کے خلاف سیاسی حکومت کی ہدایت پر سکیورٹی فورسز نے آپریشن شروع کیا تو ان دہشت گردوں نے لیوز، پیرا ملٹری فورسز، پولیس پر حملے کر کے کئی سکیورٹی فورسز کے افراد کو نشانہ بنایا۔ پولیس کے کئی افسروں کو حملہ کر کے شہید کیا۔ گیا۔ فورسز کی مسلسل کارروائیوں کے نتیجے میں ان دہشت گردوں کو ظلم کرنے پر مجبور کر دیا گیا۔ اس دوران را کے افسر کلبھوشن یادیو کی گرفتاری سے ان کے سہولت کار، مالی مدد دینے اور اسلحہ کی فراہمی کے ذمہ دار بے نقاب ہوگئے۔ سکیورٹی فورسز کے آپریشن کے دوران دہشت گردوں سے ان کے کئی ٹھکانے چھڑائے گئے۔ جس کی وجہ سے دہشت گرد فرار ہونے پر مجبور ہوگئے۔ کئی دہشت گرد پہاڑوں پر چڑھ گئے لیکن ان کے عزیز واقارب نے ان کی جبری گمشدگی کا شور بلند کر دیا۔ اس حوالے سے وہ سپریم کورٹ اور دیگر عدالتوں میں بھی جا پہنچے۔ کئی معاملات سامنے آنے کے بعد وفاقی حکومت نے سپریم کورٹ کی ہدایت پر کمیشن قائم کیا تاکہ گمشدہ افراد کے ہر کیس کو مستقل بنیادوں پر سننے کا انتظام کیا جائے۔ اس کمیشن کی تشکیل کے بعد اب یہ کمیشن مسلسل اپنی کارروائی جاری رکھے ہوئے ہے جس کے نتیجے میں مسلسل گمشدہ افراد بازیاب ہو رہے ہیں۔ اس دوران بلوچستان میں صوبائی حکومت نے فراری کمانڈروں سے قومی دھارے میں شامل ہونے کی درخواست کی جس پر بلوچستان میں مختلف مراحل میں ایک ہزار سے زاید افراد پہاڑوں سے اتر کر ہتھیار ڈالنے کے بعد پرامن زندگی گزار رہے ہیں۔ گمشدہ افراد کے بارے میں کمیشن کے سربراہ جاوید اقبال نے حال ہی میں میڈیا سے گفتگو میں کہا تھا کہ بلوچستان میں 25 ہزار سے زائد افراد کی جبری گمشدگی کا دعویٰ درست نہیں تھا۔ چند ہزار افراد غائب ہوئے ہیں لیکن یہ ضروری نہیں کہ انہیں اغواء کیا گیا ہو۔ اب کمیشن نے ماہ ستمبر کی کارکردگی کی رپورٹ جاری کر دی ہے۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ کمیشن اپنا کام مسلسل کیے جا رہا ہے۔ پاکستان کے دشمنوں نے اس حوالے سے پاکستان کے سکیورٹی اداروں کو ہر ممکن بدنام کرنے کی سعی کی تاہم اب کمیشن کی کارروائی کے نتیجے میں بہت سے حقائق بے نقاب ہوگئے ہیں۔ قوم کو توقع ہے کہ کمیشن تمام گمشدہ افراد کو بازیاب کرا کر اس معمالے کو ہمیشہ کے لیے نمٹا دے گا اور بلوچستان میں بھارت اور دیگر ملک دشمن عناصر مکمل طور پر ناکام ہوں گے۔ (نامہ نگار)

سیاسی جماعت کا رہنما قتل

لکی مروت بنوں سے تعلق رکھنے والے ایک شخص کو فائرنگ کر کے قتل کر دیا گیا ہے۔ مومند خیل وزیر قبیلے سے تعلق رکھنے والے پی ٹی آئی کے رہنما حکومت خان تین روزہ تبلیغی اجتماع سے واپس آرہے تھے کہ راستے میں مخالفین کی فائرنگ کی زد میں آکر جاں بحق ہوگئے۔ ملزمان واردات کے بعد فرار ہوگئے۔ پولیس نے مقدمہ درج کر کے تفتیش شروع کر دی ہے۔ واقعہ 8 اکتوبر کو پیش آیا۔ (محمد ظاہر شاہ)

ہاری بازیاب

عمرکوٹ 29 ستمبر کو سیشن جج عمرکوٹ کے حکم پر شادی پلی پولیس نے زمیندار زاہد عرف صابو چیمہ کی زرعی زمین پر چھاپہ مار کر جبری مشقت کا شکار چوبیس ہاری افراد کو بازیاب کرالیا۔ مذکورہ ہاریوں کی بازیابی کے لیے گوردھن بھیل نے عدالت میں درخواست دائر کی تھی۔ عدالت نے تمام ہاریوں کو اپنی مرضی اور پسند کے مطابق آزاد زندگی گزارنے کی اجازت دے دی۔ (اوکھومنروپ)

طبی سہولیات کی کمی

تورغر تحصیل جدبا میں قائم صحت کے بنیادی مراکز میں طبی سہولیات کی شدید قلت ہے۔ ادویات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ انفراسٹرکچر کی حالت غیر تسلی بخش ہے اور مریضوں کے علاج ومعالجے کے لیے قابل ڈاکٹرز دستیاب نہیں ہیں۔ مریض اپنے علاج کے لیے نجی ہسپتالوں میں جانے پر مجبور ہیں مگر انہیں اس حوالے سے شدید مالی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ (محمد زاہد)

دو افراد جاں بحق

لکی مروت بیگو خیل میں سکول ٹیچر رحمدل خان سکول سے واپسی پر گھر جا رہے تھے کہ ملزمان کی فائرنگ سے موقع پر جاں بحق ہوگئے۔ ملزمان کے ساتھ چند روز قبل مقتول کی معمولی تکرار ہوئی تھی۔ ملزمان واردات کے بعد فرار ہوگئے۔ مقتول رحمدل کے بیٹے ریاض کی مدعیت میں ملزمان شوکت اللہ اور رؤف کے خلاف مقدمہ درج کرکے تفتیش شروع کردی۔ ایک دوسرے واقعے میں تھانہ تھوڑی کے علاقے برام خیل میں ملزم حمید اللہ نے فائرنگ کرکے ہارون اللہ کو قتل کردیا۔ پولیس نے مقتول کی والدہ کی مدعیت میں ملزم کے خلاف مقدمہ درج کرکے تفتیش شروع کردی۔ دونوں واقعات 19 اکتوبر کو پیش آئے تھے۔

(محمد ظاہر شاہ)

سزائے موت کے خاتمے کا مطالبہ

حیدر آباد پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق ٹاسک فورس حیدر آباد کی جانب سے موت کی سزا کے خلاف عالمی دن کے موقع پر حیدر آباد پریس کلب کے سامنے احتجاجی مظاہرہ کیا گیا جس کی قیادت ڈاکٹر آ شوتھاما، غفرانہ آرائیں، ڈاکٹر فصیح طارق، لال خان، خمیسو بھیل، ہیرو کولہی اور راجہ بھیل کر رہے تھے۔ مظاہرین نے پلے کارڈ اور بینرز اٹھائے ہوئے تھے اور موت کی سزا کے خلاف نعرے لگاتے رہے۔ مقررین نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ کسی بھی شخص کو پھانسی دینا ریاست کی جانب سے قتل کرنے کے برابر ہے۔ پولیس کی جانب سے جرائم کی غلط تفتیش کے طریقہ کار، عدالتی نظام کی کمزوریاں، اثر ورسوخ، قانونی عمل میں سیاسی اور طبقاتی مداخلت کے ماحول کے سبب عمومی طور پر بے گناہ افراد کو بھی پھانسی پر چڑھائے جانے کا امکان ہوتا ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ ہیومن رائٹس کمیشن ہر سال سزائے موت کے قیدیوں اور ان کے اہل خانہ سے یکجہتی کے طور پر 10 اکتوبر کو موت کی سزا کے خلاف عالمی دن کے طور پر مناتا ہے اور حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ جلد از جلد ایسے اقدامات یا ایسی پالیسیاں تشکیل دی جائیں جس سے شہریوں کی زندگیوں کو تحفظ حاصل ہوسکے۔ پھانسی کی سزا کے خلاف پریس کلب کے سامنے ایک تھیٹر پیش کیا گیا، آزاد تھیٹر گروپ لاہور کے تحت پیش کیے جانے والے تھیٹر کو ''انتظار'' کا نام دیا گیا اور یہ تھیٹر اس سے قبل ساہیوال، ملتان، اور سکھر میں بھی پیش کیا جاچکا ہے، سزائے موت کے قیدیوں کی زندگی پر تحریر کیے جانے والے اس تھیٹر ڈرامے کی کہانی شاہد ندیم نے لکھی ہے جبکہ ہدایت کاری کے فرائض ملک اسلم نے انجام دیئے، تھیٹر گروپ کے مرد و خواتین اداکاروں نے تھیٹر کے دوران قتل کیس میں ملزم کی گرفتاری سے لے کر سزائے موت پانے اور پھانسی گھاٹ تک کے مناظر پیش کیے۔

(لالہ عبدالحلیم)

انسداد پولیو ٹیم پر حملہ، 3 لیویز اہلکار زخمی

پشاور وفاق کے زیر انتظام قبائلی علاقے (فاٹا) کی باجوڑ ایجنسی کی تحصیل خار میں انسداد پولیو ٹیم کے قریب ہونے والے بم دھماکے کے نتیجے میں 3 لیویز اہلکار زخمی ہوگئے۔ پولیٹیکل انتظامیہ کے مطابق تحصیل خار میں ہونے والے بم دھماکے میں پولیو ٹیم کو نشانہ بنایا گیا تھا جس کی زد میں آکر ٹیم کی سیکیورٹی پر مامور 3 لیویز اہلکار زخمی ہوگئے۔ انہوں نے بتایا کہ دھماکہ خیز مواد سڑک کے کنارے نصب کیا گیا تھا جبکہ پولیو کی ٹیم حملے میں محفوظ رہی۔ انتظامیہ کا مزید کہنا تھا کہ پولیو ٹیم صوبے میں جاری انسداد پولیو مہم کے سلسلے میں بچوں کو پولیو سے بچاؤ کے قطرے پلانے میں مصروف تھی۔ واقعے میں زخمی ہونے والے متاثرین کو علاج کے لیے باجوڑ ایجنسی کے ڈی ایچ کیو ہسپتال منتقل کیا گیا۔ گذشتہ روز پاکستان کے قبائلی علاقے جنوبی وزیرستان میں سیکیورٹی چیک پوسٹ کے قریب دھماکے کے نتیجے میں فرنٹیئر کور (ایف سی) کا ایک جوان شہید ہوگیا تھا۔ اس سے قبل خیبر ایجنسی میں افغانستان کے سرحدی علاقے سے دہشت گردوں نے امن لشکر کے مورچوں پر فائرنگ کی تھی تاہم رضاکاروں کی جوابی کارروائی میں 2 حملہ آوروں کے ہلاک ہوگئے تھے۔ یاد رہے کہ خیبر ایجنسی افغان سرحد کے ساتھ پاکستان کے قبائلی علاقے میں وفاق کے زیر انتظام علاقوں میں سے ایک ہے۔ پاک افغان سرحد پر ان قبائلی علاقوں میں فوج متعدد آپریشنز کر چکی ہے جس کے بعد یہاں سیکیورٹی صورتحال بہتر کرنے کا دعویٰ کیا جاتا ہے۔ خیبر ایجنسی میں گذشتہ 2 برس میں 2 آپریشن خیبر-ون اور خیبر-ٹو کیے گئے جبکہ شمالی وزیرستان میں جون 2014 سے آپریشن ضرب عضب جاری ہے۔

(بشکریہ ڈان)

غیرت کے نام پر شہری قتل

صوابی 8 اکتوبر کو سرکوٹ کے نواحی گاؤں چنار کوٹ میں غیرت کے نام پر ملزم شفاقت نے محمود کو چھری سے قتل کردیا، غازی کوٹ پولیس نے وقوعہ کی ایف آئی آر درج کرتے ہوئے ملزم کی گرفتاری اور تفتیش کا سلسلہ شروع کردیا ہے۔ تحصیل غازی کی یونین کونسل سریکوٹ کے نواحی گاؤں چنار کوٹ میں شفاقت ولد عبدالرزاق کو شک تھا کہ محمود ولد عبدالرشید کے اسکی بیوی سے ناجائز تعلقات ہیں چنانچہ ملزم شفاقت نے تیز دھار چھری سے محمود کو ذبح کرکے قتل کردیا۔ غازی کوٹ پولیس نے مقدمہ درج کرکے ایف آئی آر درج کرکے ملزم کی گرفتاری کیلئے چھاپوں کے ساتھ ساتھ مختلف پہلوؤں پر تفتیش شروع کردی ہے۔

(روزنامہ مشرق)

مزدوروں کا احتجاج

کمالیہ پاور لومز ورکرز کا مطالبات کی منظوری کے لیے احتجاج دسویں روز بھی جاری رہا، مظاہرین نے ریلی بھی نکالی۔ تفصیلات کے مطابق حکومتی احکامات کے باوجود پاور لومز مالکان کی جانب سے اجرت نہ بڑھانے پر مزدوروں نے احتجاج شروع کیا تھا۔ لیبر قومی مومنٹ کے زیر اہتمام سینکڑوں مزدوروں نے خالد کالونی سے لاری اڈا چوک تک احتجاجی ریلی نکالی جس کی قیادت تنظیم کے تحصیل صدر ملک عبدالمجید نے کی۔ اس موقع پر خطاب کرتے ہوئے مقررین نے کہا کہ لیبر ڈیپارٹمنٹ اور مالکان کی ملی بھگت مزدوروں کے معاشی قتل کا سبب بن رہی ہے، ڈی سی ٹوبہ کی جانب سے کمیٹی تشکیل دیے جانے کے باوجود طے شدہ شیڈول کے مطابق اجرت نہیں دی جا رہی جس کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے۔ انہوں نے ڈسٹرکٹ لیبر آفیسر کی فوری معطلی کا مطالبہ کرتے ہوئے کہا کہ ان کے مطالبات فوری طور پر پورے نہ کیے گئے تو ڈی سی آفس کے سامنے دھرنا دیں گے۔

(اعجاز اقبال)

مزدوروں کا احتجاج

حیدر آباد 14 اکتوبر کو حیدر آباد کے چوڑی مزدوروں نے چوڑی کارخانوں میں لیبر قوانین کے مطابق قانونی حقوق اور بنیادی سہولتوں کی عدم فراہمی کے خلاف پریس کلب کے سامنے احتجاجی مظاہرہ کیا۔اس موقع پر مہران بینگل مزدور فیڈریشن کے رہنما رئیس گدی، منا قریشی، شکیل قریشی، رضوان و دیگر نے کہا کہ حیدر آباد میں 20 سے زائد چوڑی کارخانے ہیں جن میں ایک ہزار سے زائد مزدور کام کرتے ہیں مگران محنت کشوں کو لیبر قوانین کے تحت کسی بھی قسم کی کوئی سہولت حاصل نہیں اور نہ ہی ان کے حقوق محفوظ ہیں۔چوڑی کارخانہ مالکان محکمہ محنت کے افسران سے ملی بھگت کر کے چوڑی مزدوروں کے حقوق غصب کر رہے ہیں۔اب چوڑی کارخانہ مالکان نے کچھ عرصے سے ایک نیا طریقہ اختیار کر رکھا ہے جس کے تحت پہلے سے اضافی چوڑیاں تیار اور ذخیرہ کر کے کارخانے بند کر دیے جاتے ہیں جس کے باعث ایک جانب کارخانہ مالکان چوڑی کی من مانی قیمت وصول کرتے ہیں تو دوسری جانب کارخانے بند ہونے سے مزدور بیروزگار اور فاقہ کشی پر مجبور ہو جاتے ہیں۔انہوں نے چیف جسٹس سندھ ہائی کورٹ سے اپیل کی کہ وہ معاملے کا نوٹس لے کر چوڑی کارخانوں میں لیبر قوانین پر عمل درآمد کو یقینی بنائیں۔

(لالہ عبدالحلیم)

خُدا اپناہ! یہ کہاں میں رہتا ہوں؟
روز اِک درد دنیا میں سہتا ہوں
خدا اپناہ! یہ کہاں میں رہتا ہوں
زندگی سے دُور
کوسوں دُور
اِک عجب سی دنیا سجی ہوئی ہے
اِک غضب کی آگ لگی ہُوئی ہے
جہاں روز و شب میں اِک مُٹھ بھیڑ رہتی ہے
کبھی کوئی درندہ اپنی ہوس بُجھانے کو
کسی نازک کلی کو مسل دیتا ہے
کہیں کوئی بے پناہ زور آور
کسی بیکس کو کُچل دیتا ہے
خُونِ ناحق بھی بہتے دیکھا ہے
اور انتقاماً بھی مرتے دیکھا ہے
خُدا اپناہ! یہ کہاں میں رہتا ہوں؟
روز اِک حادثہ ہوتا ہے
روز جانیں چلی جاتی ہیں
اُس کے اسباب جانچنے کو
روز نشستیں لگائی جاتی ہیں

روز عزم و یقیں کے وعدوں پہ
ساری باتیں بھولی جاتی ہیں
خُدا اپناہ! یہ کہاں میں رہتا ہوں؟
کہیں فرقوں پہ ہے صف آرائی
کہیں زبان کی تقسیم زباں پہ جاری
اِک بے رنگ سی ثقافت ہے
برپا اُس میں بھی ایک ہنگامہ آرائی
اہلِ دانش' ماورائے عقل
اپنی تاویلیں گھڑ کے لاتے ہیں
فیصلے مصلحت کے ترازو میں
اہلِ منصف تول کر سُناتے ہیں
خُدا اپناہ! یہ کہاں میں رہتا ہوں؟
لوگ بیزار رہبروں سے
لوگ لاچار رہزنوں سے
شکایتیں ہیں محافظوں سے
کبھی دُہائی صحافیوں سے
نہ جانے کب ختم ہوگا؟
یہ جاری سفر دہائیوں سے۔۔۔

(بقا بگٹی)

ملازمین کو تنخواہیں نہ ملنے پر مشکلات درپیش

سوات 8 اکتوبر کو ضلع سوات کے مختلف بی ایچ یوز میں تعینات ایک سال سے تنخواہ سے محروم ملازمین اپنی فریاد لیکر ڈسٹرکٹ کونسلر اتحاد مٹہ اور ہمسایہ کونسل مٹہ خریزئی کے دفتر پہنچ گئے، ان کا کہنا تھا کہ ایک سال سے ریگولر ڈیوٹی دینے کے باوجود تنخواہوں سے محروم ہیں، جس کی وجہ سے اس وقت وہ شدید مشکلات سے دوچار ہیں، ہمیں انصاف دلایا جائے، متاثرین کے وفد نے ڈسٹرکٹ کونسلر اتحاد کے سینئر نائب صدر سعید احمد خان ایڈوکیٹ اور ناظم نائبر ہوڈ کونسل مٹی خریزئی بہادر خان سے ان کی دفتر میں ملاقات کی اور ان کو اپنے اس جائز مسئلے سے آگاہ کیا۔اس موقع پر سعید احمد خان ایڈوکیٹ اور ناظم بہادر خان نے کہا کہ وہ متاثرہ ملازمین کے دکھ درد میں برابر کے شریک ہیں اور ان کے ساتھ ہر ممکن تعاون کریں گے۔

(روزنامہ ایکسپریس)

17 مغویوں کو فوری رہا کیا جائے

خیبر ایجنسی 15 اکتوبر کو لنڈی کوتل شنواری خوگہ خیل قبیلے کے علماء و قومی مشران اور 17 مغویوں رشتہ داروں اور ان کے چھوٹے معصوم بچوں نے اپنے رشتہ داروں کی افغانستان سے باحفاظت رہائی کے لئے مشترکہ پریس کانفرنس کی۔مغویوں میں بارہویں جماعت کا طالب علم شفیع اللہ بھی شامل ہے جس کی ماں راہ تکتے تکتے ذہنی توازن کھو چکی ہے، پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے مفتی اعجاز شنواری، قاری مجاہد، قاری جہاد شاہ، مولانا شکور، نیاز محمد، سفارش خان، عالم نور، اعزار اور تنویر نے کہا کہ شنواری خوگہ خیل گاگرہ اور عبالخادقوم کے جن 17 افراد کو 4 ستمبر 2017 کو ایز رونا وا (بخنہ چینہ) سے اغواء کر کے افغانستان منتقل کیا گیا وہ سارے مزدور، غریب اور مجبور لوگ ہیں، ان کو یرغمال بنائے جانے کے بعد ان کے گھروں میں صف ماتم بچھی ہوئی ہے۔

(روزنامہ آج)

فنڈز کی بندش، کرک کے ہسپتال بنیادی سہولیات سے محروم

کرک ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال سمیت مختلف 37 ہسپتالوں اور مراکز صحت میں مفت ادویات کی فراہمی تو درکنار ابتک سٹاف اور آلات کی کمی پوری نہیں ہو سکی، جس کا انکشاف ڈی ایچ او ڈاکٹر رسول جان نے نو تعینات ڈپٹی کمشنر شفیع اللہ کو بریفنگ دیتے ہوئے کیا۔انہوں نے کہا کہ اس وقت محکمہ صحت کو ڈپٹی ڈی ایچ او سمیت گریڈ 19 کے چار اور گریڈ 18 کے دس ڈاکٹرز، 41 سپیشلسٹ اور 94 میڈیکل آفیسر سمیت چھ عدد ایمبولینس کی کمی کا سامنا ہے جبکہ دوسری جانب فنڈ بھی نہیں دیا گیا ہے جس سے ہم گاڑیوں میں فیول ڈلوا سکیں جس کے باعث ایمرجنسی صورتحال سے نمٹنا تو دور کی بات ہم ہسپتالوں میں معمول کا نظام بھی چلانے سے قاصر ہیں۔

(روزنامہ ایکسپریس)

قومی اداروں میں غیر مسلموں کی شمولیت

ڈاکٹر رمیش کمار

ڈی جی آئی ایس پی آر میجر جنرل آصف غفور باجوہ کا حالیہ دنوں میں ایک مثبت بیان سامنے آیا ہے کہ پاک فوج میں ہر مذہب، فرقے، رنگ اور نسل کے پاکستانی باشندے شامل ہیں اور جب وہ فوجی وردی پہن لیتے ہیں تو ان کا مقصدِ حیات مادرِ وطن پاکستان کا دفاع ہوتا ہے۔ اسی طرح گزشتہ دنوں ایک اور خوشخبری سننے کو ملی کہ پاکستان دو سال کے وقفے کے بعد اقوامِ متحدہ کی انسانی حقوق کونسل کی نشست حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا، میری نظر میں پاکستان کی اس عظیم کامیابی کے عوامل میں موجودہ حکومت کے دور میں قائد میاں نواز شریف، اپوزیشن رہنماؤں عمران خان اور بلاول بھٹو زرداری کی طرف سے مذہبی اقلیتوں کی تقریبات میں بھرپور شرکت اور وزیر اعظم ہاؤس میں شرمین عبید چنائے کی حوصلہ افزائی جیسے اقدامات بھی شامل ہیں جس سے عالمی برادری کو یہ پیغام ملا کہ پاکستان کی سیاسی قیادت ملک میں بسنے والے تمام باشندوں کے حقوق کے تحفظ کیلئے متحد ہے، ان حالات میں جب دنیا کا اعتماد انسانی حقوق کے حوالے سے پاکستان پر بحال ہو رہا ہے تو پارلیمنٹ کے فلور پر اقلیتی مسلک پر قومی اداروں کے دروازے بند کرنے کا مطالبہ قابلِ مذمت ہے جس کے نتیجے میں نہ صرف ہمارے معاشرے میں انتشار پھیلنے کا اندیشہ ہے بلکہ بیرونی قوتوں کے مذموم عزائم کو بھی تقویت مل سکتی ہے، میں سمجھتا ہوں کہ انسانی حقوق کونسل کی نشست جیتنے کے بعد ہم پر یہ ذمہ داری بڑھ جاتی ہے کہ ہم جذبات میں آ کر ایسا کوئی منفی اقدام نہ اٹھائیں جس سے مذہبی اقلیتیں خوف و ہراس کا شکار ہوں یا وطن عزیز کی نیک نامی پر حرف آتا ہو۔ میں اپنے گزشتہ کالموں میں متعدد مرتبہ تذکرہ کر چکا ہوں کہ انگریز سامراج نے برصغیر میں اپنے دورِ حکومت میں ''تقسیم کرو اور حکومت کرو'' کی نفرت انگیز پالیسی کو پروان چڑھایا، تقسیم برصغیر کے بعد انگریز تو ہمیشہ کیلئے ہمارے ملک سے چلا گیا لیکن ورثے میں مذہبی تفرقہ بازی جیسے حساس ایشوز دے گیا جو آج بھی ہمارے قومی وجود کو کچوکے لگا رہی ہے۔ آزادی کے موقع پر قائداعظم محمد علی جناح نے اپنی گیارہ اگست کی تقریر میں پاکستان کے امورِ مملکت چلانے کیلئے واضح پالیسی بیان کردی تھی کہ پاکستان میں بسنے والے تمام شہریوں کو ترقی کے یکساں مواقع میسر ہونگے، قائداعظم یہ حقیقت جانتے تھے کہ وہی معاشرے ترقی کی دوڑ میں آگے بڑھتے ہیں جہاں بسنے والے تمام باشندوں کو امن وسکون سے ملکی ترقی میں اپنا بھرپور کردار ادا کرنے دیا جاتا ہے، انہوں نے اپنے الفاظ کا پاس غیر مسلموں کو اپنی کابینہ میں اہم ذمہ داریاں سونپ کر کیا، انکی ایک اپیل پر پاکستان میں بسنے والے سینکڑوں غیر مسلم گھرانوں نے ہجرت کا ارادہ ملتوی کرتے ہوئے پاکستان کو اپنی دھرتی ماتا بنا لیا لیکن قائداعظم کی وفات کے بعد غیر مسلم پاکستانیوں کے حقوق کی فراہمی تو دور کی بات مشرقی حصے میں بسنے والوں کی شکایات کا ازالہ نہ کیا جا سکا جسکا خمیازہ ملک دولخت ہونے کی صورت میں بھگتنا پڑا۔ ہم نے اپنی ستر سالہ ملکی تاریخ میں بے شمار غلطیاں کی ہیں، متعدد قومی اداروں کو اپنی انا کی بھینٹ چڑھایا، آج عوام کا اعتماد بدعنوانی کی شکایات عام ہونے کی وجہ سے کم و بیش تمام اداروں پر سے اٹھتا جا رہا ہے لیکن اعلیٰ عدلیہ اور پاک فوج کا وقار محبِّ وطن عوام کے دلوں میں قائم و دائم ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ دونوں اہم ترین قومی ادارے میرٹ کے فروغ اور قومی ہم آہنگی کی وجہ سے عوام میں مقبول ہیں۔

> پاکستان سے حب الوطنی کے نام پر کسی خاص کمیونٹی کو تعصب کا نشانہ بنانا سراسر ناانصافی ہے۔

ملکی تاریخ میں ایک روشن باب رانا بھگوان داس کی بطور چیف جسٹس تعیناتی کی صورت میں رقم ہوا جب اسلامی ملک کی اعلیٰ عدلیہ میں ایک غیر مسلم اپنی قابلیت کے بل بوتے پر اعلیٰ ترین عہدے پر فائز ہوا، آنجہانی رانا بھگوان داس کے ایماندارانہ فیصلے تاریخ کا حصہ ہیں اور آج تک کسی کو انگلی اٹھانے کی مجال نہیں ہوئی اس لئے کہ انکے کسی فیصلے سے تعصب کی بو نہیں آتی تھی، دوسری طرف اعلیٰ عدلیہ کے قابلِ تحسین فیصلوں کی بنا پر عالمی برادری میں پاکستان کا نام روشن ہوا۔ میرے خیال میں یہی ایک جمہوری اور انصاف پسند معاشرے کا حسن ہوا کرتا ہے کہ وہاں مختلف سماجی اور مذہبی وابستگیوں کے حامل افراد اپنے وطن کے مفاد کو اولین ترجیح دیتے ہوئے آپس میں اتحاد و اتفاق کا مظاہرہ کرتے ہیں اور کڑا وقت آنے پر دشمن کے خلاف سیسہ پلائی دیوار بن جاتے ہیں، ہم مذہبی طور پر مختلف عقائد سے تعلق ضرور رکھ سکتے ہیں اور ہمارے مابین اختلافِ رائے بھی ممکن ہے لیکن پاکستان سے حب الوطنی کے نام پر کسی خاص کمیونٹی کو تعصب کا نشانہ بنانا سراسر ناانصافی ہے۔ آج پاک فوج کی جانب سے کینیڈین مغویوں کو بازیاب کرانے کیلئے موثر کردار ادا کرنے پر امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ کو بھی پاکستان کا شکریہ ادا کرنے پر مجبور کردیا ہے تو دوسری طرف حال ہی میں ہندو برادری سے تعلق رکھنے والے پاک فوج کے بہادر جوان لال چند نے جنوبی وزیرستان میں جاری آپریشن کے دوران اپنی جان کا نذرانہ پیش کیا ہے۔ کچھ شدت پسند عناصر غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کی موجودگی اور قومی اداروں میں شمولیت کو برداشت کرنے پر آمادہ نہیں، میں سمجھتا ہوں کہ انکا یہ موقف سراسر لاعلمی اور ہٹ دھرمی پر مبنی ہے، پاکستان اسلام کے نام پر معرضِ وجود میں آیا تھا اور میری معلومات کے مطابق اسلام غیر مسلم شہریوں پر ایسی کوئی قدغن نہیں لگاتا کہ وہ قومی عہدوں پر فائز نہیں ہوسکتے، دنیا کی پہلی اسلامی مملکت مدینہ منورہ میں پیغمبر اسلام نے قائم کی تھی اور میثاقِ مدینہ کے تحت وہاں بسنے والے غیر مسلم شہریوں کو مساوی حقوق فراہم کئے گئے بلکہ اس بات پر بھی اتفاق کیا گیا کہ دشمن کے حملے کی صورت میں مسلمان اور غیر مسلم شہری باہمی طور پر مدینہ کا دفاع کریں گے۔ یہ قانونِ فطرت ہے کہ عدل و انصاف کے یہ سنہری اصول جس قوم نے اختیار کئے وہ ترقی وخوشحالی کی معراج پر جا پہنچی اور جو معاشرہ سماجی ناانصافی اور مذہبی تعصب کا شکار ہوا، ذلت و ناکامی اسکا مقدر بنی۔ امریکہ کو سپر پاور امریکہ بنانے میں دنیا بھر کے ان تارکین وطن کا ہاتھ ہے جنہیں ایک ایسا انسانی حقوق، شخصی آزادی اور جمہوریت کا نام لیوا معاشرہ میسر آیا جس نے انکی صلاحیتوں کا اعتراف کیا، دوسری طرف سوویت یونین جیسی مضبوط اقتصادی طاقت اپنے بے جا غرور، گھمنڈ، انسانی حقوق کی پامالی اور غیر جمہوری اقدامات کی وجہ سے دنیا کے نقشے سے مِٹ گئی۔ میں نے اپنے حالیہ دورہِ کوریا کے دوران وہاں یہ تفریق واضح دیکھی کہ ایک طرف جمہوریت پسند جنوبی کوریا ترقی کی دوڑ میں دن بدن آگے نکلتا جا رہا ہے تو دوسری طرف مہلک ہتھیاروں کے رسیا شمالی کوریا کے عوام غربت وافلاس کی دلدل میں دھنستے جا رہے ہیں۔ اگر ہم حقیقت میں پاکستان کو ترقی یافتہ ممالک کی فہرست میں دیکھنا چاہتے ہیں تو ہم سب کو شدت پسند عناصر کے منفی نظریات کو رد کرتے ہوئے برداشت، رواداری اور تحمل پر مبنی معاشرے کے قیام کیلئے تمام پاکستانی شہریوں کو ملک و قوم کی خدمت کرنے کیلئے یکساں مواقع فراہم کرنا ہونگے، ہمیں اس حقیقت کا اعتراف کرنا ہوگا کہ تحریکِ پاکستان میں مسلمانوں کے شانہ بشانہ غیر مسلموں نے بھی اپنا کردار ادا کیا تھا، بانی پاکستان قائداعظم نے غیر مسلم وزراء کو اپنی کابینہ میں شامل مذہبی عقیدے کی بنا پر نہیں بلکہ انکی قابلیت کی وجہ سے کیا تھا، قائداعظم یونیورسٹی میں ایک غیر مسلم پاکستانی سائنسدان کے نام سے منسوب بلاک مذہبی وابستگی نہیں بلکہ سائنسی میدان میں پاکستان کا نام عالمی سطح پر روشن کرنے کی بنا پر ہے۔ وقت آ گیا ہے کہ پاکستان کے تمام ادارے اعلیٰ عدلیہ اور پاک فوج کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اکثریت اور اقلیت کی تفریق سے بالاتر ہوکر تمام پاکستانی شہریوں کیلئے ترقی کے دروازے میرٹ کی بنیاد پر کھولنے کیلئے ٹھوس اقدامات اٹھائیں۔

(بشکریہ جنگ)

اے عظیم سازشی تیرا شکریہ

وسعت اللہ خان

یقیناً سترہ اکتوبر کو سر سید احمد خان کی دو صد سالہ سالگرہ کی تقریبات و تذکرے سے پاکستان کا قریہ قریہ سج چکا ہوتا، ایوانِ صدر یا اسلام آباد کے کنونشن سینٹر میں مسلم لیگ کے دو قومی نظریے کے روحانی باپ کے اعزاز میں مرکزی تقریب ضرور ہوتی اور ہر ٹی وی چینل خدماتِ سر سید پر خصوصی پروگرام بھی پیش کرتا۔

اخبارات دس دس صفحات کے یادگاری ضمیمے بھی شائع کرنے سے نہ ہچکچاتے اگر سترہ اکتوبر کو مریم نواز اپنے چچا شہباز شریف کے گھر جا کر چائے نہ پیتیں، سپریم کورٹ میں عمران خان کے اثاثوں کی سماعت نہ ہو رہی ہوتی، افغان سرحدی صوبے پکتیا میں پاکستانی سرحد سے کچھ فاصلے پر ڈرون حملے نہ ہوتے، فوج اور سویلین ایک صفحے پر ہیں کہ نہیں پر بحث لازمی نہ ہوتی اور اگر لاکھوں چسکہ نواز پاکستانی مڈل کلاسئے ٹویٹر پر ''می ٹو ہیش ٹیگ'' فالو نہ کر رہے ہوتے۔

سر سید مصلح، دردمند ہندوستانی مسلمان رہنما اور اپنی ذات کو قوم کے تعلیمی و سیاسی مستقبل پر لٹا دینے والے اور اٹھارہ سو ستاون کی آندھی میں تنکوں کی طرح بکھر جانے والی مسلمان اشرافیہ کو پھر سے جوڑ کر اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے اور انھیں جدید دنیا کی جانب بالوں سے پکڑ کر کھینچنے والے تھے کہ نہیں یہ تو میں نہیں جانتا، البتہ ان کی خوش قسمتی پر ضرور رشک آتا ہے کہ دو سو برس پہلے پیدا ہوئے اور ایک سو بیس برس پہلے انتقال فرما گئے۔ اسی لیے آج کی نسل کم از کم دورِ کم سنی میں ہی سہی ان کی تھوڑی بہت عزت کرتی ہے۔

ذرا سوچیے 2017 میں سر سید احمد خان جیسا آدمی کیسے زندہ رہ پاتا اگر اس پر ان میں سے کسی ایک الزام کا چھینٹا بھی پڑ جاتا کہ جو ڈیڑھ سو برس قبل کے تمام جید علماِ کرام بلا امتیاز فرقہ و جماعت درجنوں کے حساب سے لگا رہے تھے۔ ایک جانب یہاں سے وہاں تک سید گلی گلی جدید تعلیم کے لیے پیسے کی بھیک مانگ رہا تھا اور اس کے پیچھے انجمنِ انسدادِ کفرِ سر سید لٹھ گھماتے ہوئے چل رہی تھی۔

یعنی سید احمد خان نامی شخص انگریزوں کے جوتے چاٹنے والا، ملحد، کافر، نیچری، تعلیماتِ اسلام کا منکر کہ جو مسلمانوں کو جدید مغربی و سائنسی تعلیم کی طرف راغب کر کے انھیں انگریزوں کا ذہنی غلام، بے غیرت اور دینی حمیت سے بے بہرہ کرنے کی فری میسنری سازش کا سرخیل ہے۔ لہذا ایسے بے دین مغربی تہذیب کے تنخواہ دار ایجنٹ کے کسی بھی تعلیمی منصوبے کے لیے چندہ دینا یا اس کے سیاسی نظریات کو قبول کرنا دراصل کفر و الحاد کے فروغ کی سازش میں حصہ ڈالنے اور عذابِ جہنم مول لینے کے برابر ہے۔

اگر سید احمد خان نامی یہ شخص ''جو ہوں اور جیسا ہوں'' کی بنیاد پر اپنی بات پر اڑے رہنے کے بجائے موسلا دھار فتووں کے آگے ہتھیار ڈال دیتا اور باقی زندگی اپنے کردار و اخلاص کی صفائی پیش کرتے کرتے حالتِ گوشہ نشینی میں معذرت خواہانہ مر جاتا تو سوچیے کیا ہوتا۔ میں جمال الدین افغانی اور

سید نے لاعلمی و جہالت کی سنگلاخ زمین میں آگے دیکھنے سے قاصر عمائدین کے ہوتے 1875 میں برصغیر کے پہلے جدید مسلم اعلیٰ تعلیمی ادارے محمڈن اینگلو اورینٹل کالج کی بنیاد رکھی۔ یہی کالج 1920 میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں تبدیل ہوا (پہلی چانسلر نواب سلطان جہاں بیگم والئی بھوپال)۔

اکبر الہ آبادی کی بات نہیں کرتا۔ کیا کوئی صاحب کوئی کتاب کھولے بغیر محض اپنی یادداشت کے بل پر ڈیڑھ سو برس پہلے کے ایسے پانچ جید علماِ کرام کے نام بتا سکتے ہیں جنہوں نے سر سید کو مسلمانوں کے نام پر دھبہ اور ان کی مدد کرنے والے کو نارِ جہنم کی نوید سنائی تھی؟

مگر سر سید نے لاعلمی و جہالت کی سنگلاخ زمین میں آگے دیکھنے سے قاصر عمائدین کے ہوتے 1875 میں برصغیر کے پہلے جدید مسلم اعلیٰ تعلیمی ادارے محمڈن اینگلو اورینٹل کالج کی بنیاد رکھی۔ یہی کالج 1920 میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں تبدیل ہوا (پہلی چانسلر نواب سلطان جہاں بیگم والئی بھوپال)۔

اس ادارے نے پچھلے ایک سو بیالیس برس میں کیسے کیسے دوزخی پیدا کیے۔ یہ جاننا بھی بہت ضروری ہے۔ میں یہ نام بلا ترتیب و تعارف پیش کر رہا ہوں۔ جسے تجسس ہو وہ ان کے بارے میں خود جانے۔

علامہ شبلی نعمانی، مولانا شوکت علی، مولانا محمد علی جوہر، مولوی عبدالحق، خان عبدالغفار خان، نوابزادہ لیاقت علی خان، نواب حمید اللہ خان، مہندرا پرتاپ، دلیپ تاہل، شیخ محمد عبداللہ، ڈاکٹر ذاکر حسین، ڈاکٹر ضیاالدین احمد، اے بی حلیم، اشتیاق حسین قریشی، ڈاکٹر سلیم الزماں صدیقی، ڈاکٹر نبی بخش بلوچ، مولانا ظفر علی خان، خواجہ ناظم الدین، ملک غلام محمد، محمد ایوب خان، سردار بہادر خان، خان حبیب اللہ خان، فضل الٰہی چوہدری، میر غوث بخش بزنجو، محسنہ قدوائی، منصور علی، ایم اے جی عثمانی، میاں غلام جیلانی، سید سبطِ حسن، رشید احمد صدیقی، سلمہ صدیقی، عصمت چغتائی، اسرار الحق مجاز، علی سردار جعفری، راہی معصوم رضا، شکیل بدایونی، بشیر بدر، آغا اشرف علی، پروفیسر ایشوری پرشاد، مشتاق احمد یوسفی، شان الحق حقی، خواجہ احمد عباس، مختار مسعود، ابواللیث صدیقی، عرفان حبیب، حبیب تنویر، جاں نثار اختر، نصیر الدین شاہ، سعید جعفری، راجہ مظفر علی، مفتی محمد سعید، غلام نبی فائی، حامد انصاری، راجہ راو؟، انو بھو سنہا، آندرے ویل، پروفیسر مشیر الحسن، اسماعیل گل جی، اختر حسین، صلاح الدین اویسی، علی احمد فضیل، احمد علی، روئیداد خان، لالہ امرناتھ، اولمپین ظفر اقبال۔۔ یہ تو بس ایک جھلک ہے۔۔۔

محمد علی جناح پہلی بار 1940 میں علی گڑھ گئے اور پھر ہر سال جاتے ہی رہے۔ بقول جون ایلیا ''پاکستان علی گڑھ کے لونڈوں کی شرارت ہے''۔ 1945 میں ان لونڈوں نے کتابیں رکھیں طاق پر اور نکل کھڑے ہوئے پنجاب تا بنگال پاکستان کی کنویسنگ پر۔ نتیجہ دسمبر چھیالیس کے جداگانہ انتخابات میں سامنے آ گیا۔

اس دوران جمعیت علماِ ہند، خاکسار تحریک اور جماعتِ اسلامی کے زعما وہی کرتے رہے جو اسی برس پہلے سر سید کے ساتھ ہو چکا تھا۔ اور پھر سینتالیس کے بعد یوں ہوا کہ یہ سب ''کفرستان'' جانے والی پہلی بس میں قطار پھلانگتے ہوئے سوار ہو گئے اور روحِ علی گڑھ وقت کے فٹ پاتھ پر ہکا بکا رہ گئی۔ آج سر سید پرائمری اسکول کے نصاب کی چند سطروں میں رہتا ہے اور اسکول ان کے قبضے میں ہیں جن کا بس چلتا تو سید کو کھڑے کھڑے سنگسار کر دیتے۔

پاکستان آج معیاری تعلیم کے عالمی چارٹ پر ایک ایسے نقطے جیسا ہے جسے دیکھنے کے لیے دیدہ پھاڑنا پڑتا ہے۔ اس نقطے کا حجم کیسے بڑھے؟ قریب کی نگاہ ناک سے آگے دیکھ نہیں سکتی، دور کی نگاہ کام نہیں کرتی، ناک علاوہ شک کچھ سونگھ نہیں سکتی، زبان کھل نہیں سکتی، سوال گلے سے باہر اگ نہیں سکتا۔ حالات کم و بیش 1875 والے ہی ہیں۔ بس سید احمد خان غائب ہے اور وہ بھی اجتماعی یادداشت سے۔۔۔

(بشکریہ ایکسپریس اردو)

گلگت بلتستان کی نئی حیثیت کا تعین ضروری ہے

افضل علی شگری

تاریخی طور پر گلگت بلتستان کو کشمیر کی شاہی ریاست کا حصہ قرار دیا گیا تھا۔ تاہم گزشتہ سات دہائیوں کے دوران گلگت بلتستان کے لوگوں میں پاکستان سے الحاق کی آوازیں بلند ہونے لگی ہیں۔ انیس سوسینتالیس میں تقسیم کے وقت اس خطے کے لوگوں نے پاکستان کے ساتھ الحاق کیلئے کشمیر کی باقاعدہ فوج کے ساتھ مل کر جدوجہد کی۔ تاہم حکومت پاکستان نے اقوام متحدہ کی طرف سے کشمیریوں کو حق خودارادیت دینے کی قرارداد کی منظوری کے بعد گلگت بلتستان کو بھی کشمیر میں شامل قرار دیدیا اور وہ پراعتماد ہے کہ مقامی لوگ پاکستان کے ساتھ غیر متزلزل وابستگی رکھتے ہیں۔ ابھی تک کشمیر میں ریفرنڈم نہیں ہو سکا اور مستقبل قریب میں ایسا ہونے کا امکان بھی نظر نہیں آتا۔ یوں گلگت بلتستان کی تقدیر بھی آئینی لحاظ سے بے یقینی کا شکار ہے۔ دوہزارنو میں پی پی پی کی حکومت نے اس علاقے کے لوگوں کو خودمختاری دینے کے حوالے سے پہلا بڑا قدم اٹھاتے ہوئے قانون ساز اسمبلی قائم کی جسے صوبائی اسمبلی کے ڈھانچے سے مماثل کیا گیا تھا اور اس کے ساتھ اسے مخصوص شعبوں کے اندر محدود اختیارات دیئے گئے۔ پھر بھی اس خطے کے لوگوں کو وہ اختیارات حاصل نہیں ہیں جو صوبائی حکومت کو حاصل ہوتے ہیں۔

جب مسلم لیگ ن حکومت میں آئی تو یہ توقع کی جارہی تھی کہ گلگت بلتستان کو صوبے کا درجہ دینے کے لئے آئینی اصلاحات کی جائیں گی۔ سول سوسائٹی کے مطالبات اور گلگت بلتستان کی منتخب اسمبلی میں قرارداد کی منظوری کے باوجود موجودہ حکومت نے آئینی اصلاحات سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہوئے دوہزار پندرہ میں امور خارجہ کے مشیر کی نگرانی میں کمیٹی قائم کر کے اس آئینی مسئلے کے حل کیلئے سفارشات پیش کرنے کو کہا اور یوں بڑی صفائی سے سارا معاملہ مشیر خارجہ اوران کی کمیٹی کے سپرد کردیا گیا۔ جنوری دوہزارسولہ میں گلگت بلتستان کے وزیراعلیٰ نے کہا کہ اہل علاقہ کی امنگوں کی روشنی میں سفارشات کو حتمی شکل دے دی گئی ہے اور ان کا جلد اعلان ہو گا۔ اس اعلان کو دو سال گزرنے کے بعد بھی سٹیٹس کو برقرار ہے۔ اب امریکی دفاع نے پاک، چین تجارتی راہداری کے تناظر میں گلگت بلتستان کی حیثیت سے متعلق جو بیان دیا ہے اس کے بعد فوری طور پر ایسی سرگرمیاں دیکھنے میں آئیں جن کا مقصد یہ دکھانا تھا کہ اس معاملے کو حل کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ ایک طرف تو پاکستانی حکومت کا امریکی وزیردفاع کے بیان پر ردعمل ابہام کا

شکار ہے جس میں انہوں نے بھارت کے اس دعوے کی توثیق کی ہے کہ سی پیک متنازعہ علاقے کا حصہ ہے، تو دوسری طرف نام نہاد قوم پرست لیڈروں نے اس موقعے کا فائدہ اٹھا کر نام نہاد ظلم وستم کا بہانہ کر کے پاکستان کو بدنام کرنا شروع کردیا ہے۔ اور یہ کام ان ریپریزنٹڈ نیشنز اور پیپیاآرگنائزیشن (یواین پی او) کے پلیٹ فارم سے کیا جارہا ہے۔ یہ این جی او یورپ میں قائم ہے اور بھارتی میڈیا اسے بھرپور کوریج دے رہا ہے۔ مقامی اسمبلی کے اراکین نے اس بیان کی مذمت کی ہے اور ایک بار پھر متفقہ طور پر پاکستان سے مطالبہ کیا ہے کہ گلگت بلتستان کو ملک کا حصہ بنایا جائے۔ گلگت بلتستان کے وزیراعلیٰ نے امریکی وزیردفاع کے بیان پر تنقید کی ہے اور اس خدشے کا اظہار کیا ہے کہ پاکستان کے دشمن امریکی موقف کو استعمال کر کے سی پیک کو سبوتاژ کرنے کی کوشش کرسکتے ہیں کیونکہ اس کا چین سے پاکستان میں داخل ہونے والا پانچ سومیل کا حصہ گلگت بلتستان سے گزرتا ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ پاکستانی حکومت گلگت بلتستان کی آئینی حیثیت کے معاملے کو سرگرمی سے حل کرنے کی بجائے منفی پراپیگنڈے کا جواب دینے پر توجہ مرکوز کررہی ہے اور اس مقصد کیلئے گلگت بلتستان کے اراکین اسمبلی کا ایک وفد یورپ بھیجنے کی منصوبہ بندی بھی ہو رہی ہے۔ اس منفی پراپیگنڈے کا مقابلہ کرنے کا سادہ سا حل یہ ہے کہ گلگت بلتستان کو (ریفرنڈم) ہونے تک عبوری طور پر پاکستان کا حصہ بنانے کے ٹھوس منصوبے پر عمل شروع کردیا جائے۔ گلگت بلتستان کے شہریوں کی واحد خواہش یہ ہے کہ وہ پاکستان کا حصہ بن جائیں اور انہوں نے ملک کے دفاع کی خاطر بار بار قربانیاں دے کر اپنی حب الوطنی کو ثابت کیا ہے۔ ان کی ان قربانیوں کو سراہا جانا چاہیے۔ اس بات سے قطع نظر کہ پاکستان کے دشمن سی پیک کو سبوتاژ کرنا چاہتے ہیں، گلگت بلتستان کے لوگوں کو آئینی درجہ نہ دینے اور وہاں منظّم ترقی سی پیک

کے باوجود نہ ہونے کے نتیجے میں مقامی آبادی میں عدم اطمینان بڑھے گا۔ علاقے کے پڑھے لکھے نوجوان مسلسل وہ مسائل اٹھا رہے ہیں جو ان کی روزمرہ زندگیوں پر اثرانداز ہوتے ہیں۔ نمائندگی کے بغیر ٹیکسوں کی وصولی پہلے ہی ایک بڑا مسئلہ بن گئی ہے، زمین کا تعین بھی ایک ایسا مسئلہ ہے جو چنگاری سے شعلہ بن سکتا ہے جبکہ انتظامیہ اور عدلیہ میں اہم عہدوں پر تقرریوں کے مسائل بھی موجود ہیں۔ سی پیک کی کامیابی کیلئے اس خطے کی اہمیت کے پیش نظر مذکورہ بالا مسائل کی بنیاد پر اگر عوام میں عدم اطمینان پیدا ہوتا ہے تو یہ سارے منصوبے کیلئے خطرناک ہوگا۔ اس صورتحال کا حقیقت پسندی سے سامنا کرنے کی ضرورت ہے اور اس کے ساتھ ایک ایسا معقول طریقہ اپنایا جائے جس سے وہاں کے لوگ بھی مطمئن ہوں۔ حکومت کی طرف سے تاخیر اور التوا کا شکار آئینی اصلاحات پر کھوکھلے سیاسی بیانات سے سٹیٹس کو پر عوام میں بڑھتی ہوئی بے چینی کو زیادہ دیر تک نہیں روکا جاسکتا۔ اس حوالے سے عدم اطمینان بڑھ رہا ہے اور لوگ ان بہت سے ایشوز کے متعلق اپنی آوازیں بلند کرر ہے ہیں۔ یورپ یا کسی اور علاقے میں وفد بھیجنے سے بات نہیں بنے گی۔ اس سے معاملات اور بھی پیچیدہ ہوں گے اور ایسا تاثر ملے گا جیسے کسی چیز کی پردہ پوشی کی جارہی ہے۔ کمیٹی کی رپورٹ کے مندرجات خواہ کچھ بھی ہوں ان پر فوری توجہ دینی چاہیے اور وزیراعظم کو چاہیے کہ وہ بڑا فیصلہ کرتے ہوئے۔ گلگت بلتستان کو پاکستان کا حصہ بنائیں۔ بھارت کی قیادت اور امریکی آشیرباد سے پاکستان دشمنوں کا پراپیگنڈہ چھوٹے چھوٹے مسائل کو ابھار کر سی پیک کے سارے منصوبے کیلئے خطرہ بن سکتا ہے۔ اگر گلگت بلتستان کے عوام کیلئے نہیں تو کم ازکم سی پیک کیلئے ہی سہی پاکستانی حکومت کو چاہیے کہ وہ فوری طور پر معاملات کو درست کرنے کی کوشش کرے اور الحاق کے معاملے کو حل کرے۔ ورنہ کل تک شاید بہت دیر ہوجائے۔

(بشکریہ مشرق)

مذہب ذاتی معاملہ ہے

واجد شمس الحسن

پاکستانی آرمی چیف جنرل باجوہ پاکستانی تاریخ کے پہلے فوجی سربراہ ہیں جنہوں نے الفاظ کے ہیر پھیر کے بغیر بڑے واضح طور پر کہا ہے کہ مذہب 'ذاتی معاملہ' ہے۔اس سے پہلے کسی آرمی چیف میں اتنی واضح بات کہنے کی صلاحیت نہیں تھی۔جنرل باجوہ نے ہمیں وہ سچائی بتائی ہے جسے کہنے کی ضرورت تھی اور جس سے ہمیں وقتی طور پر اس نظریہ پاکستان کی یاد آ گئی ہے جو ہم تک ہمارے بانی قائداعظم محمد علی جناح نے پہنچایا تھا۔بلاشبہ جنرل باجوہ نے جو کچھ کہا وہ وقت کی ضرورت تھی خاص طور پر ایک ایسے ماحول میں جو فوج کے ایک سابق کیپٹن، سابق وزیراعظم کے داماد اور عدالتی سزا یافتہ ممتاز قادری کے ساتھ وابستگی رکھنے والے شخص نے پیدا کیا ہے۔کیپٹن (ریٹائرڈ) صفدر نے قومی اسمبلی کے فلور پر ہیرو بننے کیلئے جو کچھ بھی کہا وہ اصل میں پاگل پن پھیلانے کا ایک سوچا سمجھا منصوبہ تھا جو ان کے خیال میں شریف خاندان کو میگا کرپشن کے گناہوں کی قیمت چکانے سے بچا سکتا تھا۔لیکن اس کی خواہش تو آسان ہے مگر عملی جامہ پہنانا مشکل۔زیادہ تر سیاستدان جانتے ہیں کہ قائداعظم پاکستان کو ایک سیکولر جمہوریہ بنانا چاہتے تھے جہاں مذہب بہت نجی اور ذاتی نوعیت کا معاملہ ہوتا ہے لیکن ہم یہ کہنے سے ڈرتے ہیں کیونکہ اس پر ان مذہبی انتہاپسندوں کی طرف سے متشدد ردعمل سامنے آ سکتا ہے جنہوں نے جنرل ضیاالحق کی مذہبی ذہنیت کی وجہ سے ملک کے سب سے اہم ادارے کو کسی طرح یرغمال بنا رکھا ہے۔بدقسمتی سے پی پی پی اور اے این پی کے لیڈروں کو چھوڑ کر کوئی بھی ان الفاظ کو دوہرانے کی ہمت نہیں کر سکتا جو جنرل باجوہ نے حال ہی میں ایک سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے کہے۔اس خطاب میں انہوں نے اور باتوں کے علاوہ ملکی معیشت کی خراب حالت کا بھی تذکرہ کیا۔وہ اس بات پر سراہے جانے کے مستحق ہیں کہ انہوں نے بڑی بے خوفی سے مذہب کو ذاتی معاملہ قرار دیا۔لیکن یہ کافی نہیں ہے۔انہیں خطرناک عناصر کی برین واشنگ کر کے قائداعظم اور ان لاکھوں لوگوں کی خدمت کرنا ہوگی جنہوں نے تقسیم کے بعد اپنے چولہوں اور گھروں کو خیر باد کہا اور وطن کیلئے اپنا خون اور جانیں قربان کیں۔یہ خطرناک عناصر بھلے ہی اقلیت میں ہوں لیکن یہ لوگ تکفیری ہٹ دھرمی کی ضیا ذہنیت سے بری طرح متاثر ہیں۔جب تک اس برائی کو ہمیشہ کیلئے دفن نہیں کر دیا جاتا اور مذہب کو سیاسی طاقت کی بیساکھی بنانے کی اجازت دینے سے انکار نہیں کیا جاتا تب تک ہم پاکستان کو اس کے ناگزیر انجام سے نہیں بچا سکتے۔

اپنے قیام کے ابتدائی دنوں میں پاکستان کی پنجابی اسٹیبلشمنٹ نے کبھی جناح کے سیکولر اور جمہوری نظریے کی مخالفت نہیں کی جس کی بنیاد پر وہ ایک سماجی فلاحی ریاست کی عمارت کھڑی کرنا چاہتے تھے۔لیکن اس نظریے کو بعد میں آہستہ آہستہ بدل کر ساری ریاست کو فوجی چھاؤنی میں بدل دیا گیا اور یہ کام جماعت اسلامی اور احرار جیسی مذہبی جماعتوں کے ساتھ مل کر کیا گیا جنہوں نے قیام پاکستان کی مخالفت کی تھی اور قائداعظم کو کافراعظم کہا تھا۔ریکارڈ کی درستگی اور ایک مثال قائم کرنے کیلئے ہمیں انگریزوں سے ہی سبق سیکھ لینا چاہیے۔

مذہب کو ذاتی معاملہ قرار دینا ہی امن، ترقی اور خوشحالی کی جانب قدم بڑھانے کی کنجی ہے۔ضیا نے قائداعظم کے سیکولر، لبرل اور ترقی پسند ملک کو ہائی جیک کر کے پاکستان کو انتہائی شدید نقصان پہنچایا۔

انہوں نے آلیور کروم ویل کا ڈھانچہ قبر سے نکال کر اسے لندن کے عین وسط میں لٹکا دیا تھا تاکہ ایسے عزائم رکھنے والے دیگر لوگوں کو عبرت ہو۔مذہب کو ذاتی معاملہ قرار دینا ہی امن، ترقی اور خوشحالی کی جانب قدم بڑھانے کی کنجی ہے۔ضیا نے قائداعظم کے سیکولر، لبرل اور ترقی پسند ملک کو ہائی جیک کر کے پاکستان کو انتہائی شدید نقصان پہنچایا۔انہیں کسی طرح یقین ہو گیا تھا کہ انہیں پاکستان کو سلفی، تکفیری وہابی ریاست میں بدلنے کیلئے خدا کی طرف سے منتخب کیا گیا ہے۔اگر خدائی مداخلت سے ان کا اقتدار ختم نہ ہوتا تو شاید وہ اس سمت بھی بہت آگے چلے جاتے۔جنرل ضیا نے تاریخ کے ساتھ کھیلا، آئین کو خراب کیا اور ایسا غلط اخلاقی نظام نافذ کیا جو ان کی نظر میں اسلام تھا۔اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہم قوم ہیں نہ ہی ایک مقصد رکھنے والے لوگ۔جنرل ضیا کی سب سے بڑی دھوکہ دہی یہ تھی کہ انہوں نے الیکشن میں دھاندلی کے خلاف چلنے والی پی این اے کی تحریک کو نظام مصطفی کے نفاذ کی تحریک میں بدل ڈالا۔لیکن اس وقت کوئی نہیں جانتا تھا کہ تحریک میں شامل ملا تو ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنے پر بھی تیار نہیں تھے. بیس سے بھی کم نشستوں پر پیدا ہونے والے انتخابی تنازعے کو ان کی آئی ایس آئی نے ایک متشدد مہم میں تبدیل کر دیا بالکل ایسے ہی جیسے سی آئی اے نے ایرانی وزیراعظم ڈاکٹر مصدق کے خلاف تحریک چلائی تھی۔واضح طور پر انتخابی دھاندلی کے ڈرامے کا ایک ہی مقصد تھا کہ پاکستان کے مقبول وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو کا تختہ الٹ دیا جائے۔اگر ایسا نہ ہوتا تو جنرل ضیا امریکی سفارتخانے کے سیاسی قونصلر آرنلڈ رافیل (وہ امریکی سفیر جو ان کے ساتھ طیارے کے حادثے میں ہلاک ہوئے) سے ملاقات کے فوری بعد حکومت کا تختہ کیوں الٹتے جبکہ پانچ جولائی انیس سو ستتر کو پیپلز پارٹی اور پی این اے کے درمیان نئے الیکشن کے معاہدے پر دستخط ہونے والے تھے۔جنرل ضیا نے پاکستان کے ساتھ کوئی اچھائی نہیں کی۔انہوں نے بھٹو کے عدالتی قتل کے ذریعے معاشرے میں دراڑیں ڈالیں اور اسے تقسیم کیا۔ان کے حکم پر چار پنجابی ججوں نے دباؤ میں آ کر انہیں سزا سنا دی جبکہ تین چھوٹے صوبوں کے ججوں نے انہیں کیس کے میرٹ کی بنیاد پر رہا کر دیا۔بھٹو کو ابدی نیند سلانے کے باوجود بھی ضیا اس شخص کا مقابلہ نہیں کر سکا جو اپنی قبر سے حکومت کرتا رہا۔

ذوالفقار علی بھٹو کی طاقت کو تقسیم کرنے کیلئے ضیا نے نسلی اور فرقہ وارانہ گروہ پیدا کئے، یہ ایک ایسی لعنت ہے جو آج بھی پاکستان کو اندر ہی اندر گھن کی طرح کھائے جا رہی ہے۔ان کی ہٹ دھرمی کی خطرناک وراثت نے تمام شعبوں اور اداروں کے لوگوں کو اپنے سحر میں جکڑ لیا ہے اس سے قطع نظر کہ وہ سول ہیں یا غیر سول۔خدا کا شکر ہے کہ پی پی پی اور اے این پی اب بھی قائداعظم کے سیکولر نظریات کے علمبردار ہیں جبکہ جماعت اسلامی، جے یو آئی (ف)، مسلم لیگ (ن) اور پی ٹی آئی طالبان جیسے کرداروں کی حامی اور ہمدرد ہیں وہ بھی زیادہ تر پنجاب میں۔یہ امر افسوسناک ہے کہ مذہبی انتہاپسندوں کی طرف سے ملکی بقا کو درپیش خطرات کا پورا ادراک ہونے کے باوجود مسلم لیگ (ن)، جماعت اسلامی، جے یو آئی (ف) اور پی ٹی آئی میں اتنی ہمت یا اخلاقی جرات نہیں ہے کہ وہ قائداعظم اور جنرل باجوہ کے اس اعلان کی توثیق کر سکیں کہ مذہب ایک نجی معاملہ ہے۔میری خواہش اور دعا ہے کہ ایک ایسا وقت آئے جب سیاسی مقاصد کیلئے مذہب کے استعمال پر پابندی لگا دی جائے۔اگرچہ زیادہ تر سیاستدان مذہب سے فائدہ اٹھانے میں ذرا بھی نہیں ہچکچاتے لیکن مذہب کا تازہ ترین غلط استعمال اس وقت ہوا جب پی ٹی آئی کے لیڈر عمران خان نے اپنے بھاری ہتھیاروں سے لیس سیکیورٹی گارڈز کو لعل شہباز قلندر کے مزار میں داخل ہونے کی اجازت نہ دینے کے مسئلے کو پہاڑ بنا دیا۔انہوں نے دعوی کیا کہ سندھ حکومت نے انہیں مزار کے اندر دعا مانگنے سے روکا ہے۔وہ بھول گئے کہ 'عرس' کی کوریج کیلئے بہت سے ٹی وی چینلز موجود تھے اور جب وہ احتجاج کر رہے تھے تو ٹی وی کیمروں کے ذریعے لوگ دیکھ رہے تھے کہ پی ٹی آئی کے رہنما شاہ محمود قریشی اور عارف علوی مزار کے اندر ہی موجود ہیں۔ (بشکریہ جنگ)

خودکشی کے واقعات

مختلف اخبارات میں شائع ہونے والی خبروں اور جہد حق کے نامہ نگاروں کی جانب سے بھجوائی گئی رپورٹوں کے مطابق 24 ستمبر سے 21 اکتوبر تک کے دوران ملک بھر میں 184 افراد نے خودکشی کی۔ خودکشی کرنے والوں میں 72 خواتین شامل تھیں۔ اسی عرصہ کے دوران 165 افراد نے خودکشی کرنے کی کوشش کی جنھیں بروقت طبی امداد دے کر بچا لیا گیا۔ اقدام خودکشی کرنے والوں میں 56 خواتین شامل ہیں۔ اعداد وشمار کے مطابق خودکشی کرنے والوں میں 144 افراد نے گھریلو جھگڑوں ومسائل سے تنگ آ کر اور 6 نے معاشی تنگدستی سے مجبور ہو کر خودکشی کی۔

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
24 ستمبر	ارم	خاتون	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	نہر میں کود کر	پیپلز کالونی، گوجرانوالہ	ـ	نوائے وقت
24 ستمبر	وارث	ـ	33 برس	ـ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	خود کو جلا کر	فیصل آباد	ـ	نوائے وقت
24 ستمبر	امجد	ـ	35 برس	ـ	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	تاندلیانوالہ	ـ	نوائے وقت
24 ستمبر	سعدیہ	خاتون	16 برس	ـ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	چک 280 رب، فیصل آباد	ـ	نوائے وقت
24 ستمبر	ـ	خاتون	ـ	شادی شدہ	ـ	زہرخورانی	میانوالی	ـ	نوائے وقت
24 ستمبر	عدیل	مرد	ـ	ـ	ـ	زہرخورانی	میانوالی	ـ	نوائے وقت
24 ستمبر	دانش کلیم	مرد	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	چک 47 ایم بی	ـ	دنیا
24 ستمبر	کشور	خاتون	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	جوہرآباد	ـ	دنیا
24 ستمبر	محمد حنیف	مرد	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گوجرہ کے محلہ شریف پورہ	ـ	دنیا
24 ستمبر	سعدیہ گلزار	خاتون	10 برس	ـ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	گوجرہ	ـ	ایکسپریس ٹرائی بیون
24 ستمبر	اکرم	مرد	50 برس	ـ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	کامونکی	ـ	نیوز
25 ستمبر	احمد	مرد	15 برس	ـ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	فیصل آباد	ـ	ایکسپریس ٹرائی بیون
25 ستمبر	خالد جمیل	مرد	40 برس	ـ	ـ	ـ	فیصل آباد	ـ	ایکسپریس ٹرائی بیون
25 ستمبر	تنویر شفیق	مرد	18 برس	ـ	ـ	ـ	سرگودھا روڈ، فیصل آباد	ـ	ایکسپریس ٹرائی بیون
25 ستمبر	عظمیٰ بی بی	خاتون	21 برس	ـ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	خان بیلہ	ـ	دنیا
25 ستمبر	ـ	مرد	55 برس	غیر شادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	گاؤں رستم، مردان	درج	آج
26 ستمبر	نعمت اللہ	مرد	27 برس	ـ	ـ	خود کو گولی مار کر	سمبٹ مٹہ، سوات	درج	آج
26 ستمبر	نائلہ	خاتون	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	ـ	ٹوبہ ٹیک سنگھ	ـ	دی نیوز
26 ستمبر	ام فیصل	مرد	ـ	ـ	ـ	پھندا لے کر	رودالہ	ـ	دی نیوز
27 ستمبر	کرامت اللہ	مرد	35 برس	غیر شادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	پھندا لے کر	تودہ خزانہ، پشاور	درج	آج
27 ستمبر	خان بانو	خاتون	25 برس	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	بستی درکھانوالی، ڈی آئی خان	درج	آج
27 ستمبر	محمد رمضان	مرد	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	خود کو جلا کر	حاجی کگن، قصور	ـ	جنگ
27 ستمبر	نائلہ بی بی	خاتون	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مار کر	مناواں، لاہور	ـ	جنگ
27 ستمبر	امام بخش	مرد	ـ	ـ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	رسولپور	ـ	جنگ
27 ستمبر	مہرین	خاتون	37 برس	ـ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	رحیم یار خان	ـ	جنگ
27 ستمبر	ـ	خاتون	ـ	ـ	ـ	زہرخورانی	بہادر والا	ـ	جنگ
27 ستمبر	کنزا	بچی	10 برس	ـ	ـ	زہرخورانی	جلال پور پیروالا	ـ	جنگ
27 ستمبر	ـ	خاتون	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	گلا دبا کر	ٹوبہ ٹیک سنگھ	ـ	جنگ
27 ستمبر	ـ	خاتون	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مار کر	ٹوبہ ٹیک سنگھ	ـ	جنگ
27 ستمبر	بشارت	مرد	ـ	ـ	غربت سے دلبرداشتہ ہو کر	زہرخورانی	رائیونڈ، لاہرو	ـ	نوائے وقت
27 ستمبر	آمنہ	خاتون	ـ	ـ	ـ	زہرخورانی	رائیونڈ، لاہور	ـ	نوائے وقت
28 ستمبر	کومل	خاتون	18 برس	ـ	ـ	زہرخورانی	لاہور	ـ	نئی بات

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
28 ستمبر	عابدہ بی بی	خاتون	ـ	ـ	بیماری سے دلبرداشتہ ہوکر	زہرخورانی	کوٹ رادھا کشن، قصور	ـ	دنیا
28 ستمبر	فرحان	مرد	18برس	ـ	پسند کی شادی نہ ہونے پر	زہرخورانی	فرید ٹاؤن، ساہیوال	ـ	دنیا
28 ستمبر	خان لکا ڈینو	مرد	26برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندالے کر	گوٹھ لس واسی کلوئی ضلع بدین	ـ ـ	کاوش اخبار
28 ستمبر	شمیم بی بی	خاتون	34برس	ـ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	نواں کوٹ، لاہور	ـ	پاکستان
28 ستمبر	ـ	مرد	60برس	ـ	ـ	زہرخورانی	ٹبی سٹی، لاہور	ـ	جنگ
28 ستمبر	عامر	مرد	22برس	ـ	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مارکر	حافظ آباد	ـ	جنگ
28 ستمبر	لعل گل	مرد	95برس	شادی شدہ	ـ	خودکو گولی مارکر	سرڈھیری، چارسدہ	درج	آج
29 ستمبر	رضوانہ	خاتون	30برس	ـ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	چک 47 ک ب، سمبڑیال، فیصل آباد	ـ	نوائے وقت
29 ستمبر	نبیلہ	خاتون	25برس	ـ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	چک 497 گ ب، ماموں کانجن	ـ	نوائے وقت
29 ستمبر	وقار مسیح	مرد	24برس	ـ	پسند کی شادی نہ ہونے پر	ـ	سمبڑیال، فیصل آباد	ـ	نوائے وقت
29 ستمبر	صابو پالاری	مرد	50برس	شادی شدہ	ـ	پھندالے کر	تھانہ بولا خان ضلع جامشورو	ـ ـ	کاوش اخبار
29 ستمبر	ست بائی	خاتون	80برس	شادی شدہ	ذہنی معذوری	پھندالے کر	گوٹھ جڑیو خاصخیلی ضلع میرپورخاص	ـ ـ	کاوش اخبار
29 ستمبر	کاشف خاصخیلی	بچہ	17برس	ـ ـ ـ	ـ	پھندالے کر	گوٹھ سچیڈینو۔ اکری چوڑگی ضلع	ـ ـ	عوامی آواز اخبار
29 ستمبر	افضل خان	مرد	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	دریا میں کودکر	شب قدر، چارسدہ	ـ	ڈان
29 ستمبر	سیال خان	مرد	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مارکر	شب قدر، چارسدہ	ـ	ڈان
29 ستمبر	جمیلہ	خاتون	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مارکر	شب قدر، چارسدہ	ـ	ڈان
29 ستمبر	انتخاب	مرد	14برس	غیرشادی شدہ	ـ	خودکو گولی مارکر	برلن تنگی، چارسدہ	درج	آج
29 ستمبر	خکلہ عالمگیر	خاتون	24برس	شادی شدہ	ـ	خودکو گولی مارکر	بشیر آباد، پشاور	درج	آج
30 ستمبر	ثمرین بی بی	خاتون	22برس	ـ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	شب قدر، چارشدہ	ـ ـ	دنیا
30 ستمبر	سونیا بی بی	خاتون	22 س	ـ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	کوٹ مٹھن	ـ	دنیا
30 ستمبر	عاصمہ بی بی	خاتون	18برس	ـ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	کوٹ مٹھن	ـ	دنیا
30 ستمبر	زاہدہ بی بی	خاتون	45 س	ـ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	صادق آباد	ـ	دنیا
30 ستمبر	عائشہ	خاتون	18برس	ـ	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مارکر	ظفروال	ـ	جنگ
30 ستمبر	ڈوڑی میگھواڑ	خاتون	ـ ـ	شادی شدہ	گھریلو تشدد	کنوئیں میں کودکر	گوٹھ کیتاری۔ چھاچھرو ضلع تھرپارکر	ـ ـ	کاوش اخبار
30 ستمبر	حق نواز سومرو	مرد	ـ ـ	ـ ـ ـ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	ڈکن ضلع لاڑکانہ	ـ ـ	عوامی آواز اخبار
30 ستمبر	شاہین	خاتون	25برس	شادی شدہ	ـ	زہرخورانی	لالیاں	ـ	جنگ
30 ستمبر	خدیجہ بی بی	خاتون	10برس	ـ	گھریلو جھگڑا	ـ	فیصل آباد	ـ	ایکسپریس ٹریبون
30 ستمبر	عبدالرحمان	مرد	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	ہارون آباد	ـ	جنگ
یکم اکتوبر	رمان	مرد	ـ	ـ	ـ	خودکو جلاکر	فاطمہ خیل، شبقدر، چارسدہ	درج	آج
یکم اکتوبر	ہوش محمد جوکیو	مرد	30برس	ـ ـ ـ	بیروزگاری سے دلبرداشتہ	خودی سوزی	گوٹھ قابل جوکیو ضلع بدین	ـ ـ	کاوش اخبار
یکم اکتوبر	حرمت ہنگورو	خاتون	50برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	نہر میں کودکر	رانپور ضلع خیرپور	ـ ـ	کاوش اخبار
یکم اکتوبر	کنول بی بی	خاتون	18برس	ـ	گھریلو جھگڑا	پھندالے کر	جلال آباد، جھنگ	ـ	نوائے وقت
3اکتوبر	شعیب	مرد	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مارکر	باب قدیم، نوشہرہ	درج	آج
3اکتوبر	زینت	خاتون	32برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	قصور	ـ	نوائے وقت
3اکتوبر	صادق	ـ	ـ	ـ	ـ	زہرخورانی	شرقپور روڈ، فیض پور	ـ	نوائے وقت
3اکتوبر	یاسر	بچہ	13برس	ـ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گاؤں بیدیاں، لاہور	ـ	نوائے وقت

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
3اکتوبر	امتیاز	مرد	ـ	ـ	ـ	خودکو گولی مارکر	جھل چکیاں، لاہور	ـ	ایکسپریس ٹریبون
3اکتوبر	ـ	خاتون	ـ	ـ	ـ	خودکو گولی مارکر	اقبال شاہ گاؤں، لاہور	ـ	ایکسپریس ٹریبون
3اکتوبر	ـ	مرد	ـ	ـ	ـ	ـ	قصور	ـ	جنگ
4اکتوبر	نادیہ	خاتون	20برس	ـ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	قصور	ـ	نوائے وقت
4اکتوبر	سیمی	خاتون	25برس	ـ	گھریلو جھگڑا	پھندالے کر	قصور	ـ	نوائے وقت
4اکتوبر	عامر عباس	مرد	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	ـ	چنیوٹ	ـ	نوائے وقت
4اکتوبر	ـ	مرد	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	قلعہ سیف اللہ	ـ	نوائے وقت
4اکتوبر	امروکولہی	مرد	30برس	شادی شدہ	بیروزگاری	پھندالے کر	گوٹھ کیول کولہی ضلع ٹنڈوالہیار	ـــ	کاوش اخبار
4اکتوبر	محمد حنیف	مرد	15برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مارکر	گاؤں لکھرا، ڈی آئی خان	درج	آج
4اکتوبر	نصراللہ	مرد	22برس	غیرشادی شدہ	ـ	زہرخورانی	لاڑ پہاڑپور، ڈی آئی خان	درج	آج
4اکتوبر	آسیہ	خاتون	ـ	غیرشادی شدہ	ـ	پھندالے کر	محلّہ ملابارو، پشارو	درج	آج
4اکتوبر	ـ	مرد	ـ	ـ	انصاف نہ ملنے پر	خودکو جلاکر	اٹھارہ ہزاری، جھنگ	ـ	دنیا
4اکتوبر	فاطمہ	خاتون	14برس	ـ	گھریلو جھگڑا	ـ	منکیرہ	ـ	نوائے وقت
4اکتوبر	غلام بشیر	مرد	ـ	ـ	ـ	زہرخورانی	ساہیوال	ـ	نوائے وقت
5اکتوبر	ثناء بی بی	خاتون	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	فیروزوالا، شیخوپورہ	ـ	جنگ
5اکتوبر	رضیہ	خاتون	22برس	ـ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	ساہیوال	ـ	نوائے وقت
5اکتوبر	آسو	خاتون	45برس	شادی شدہ	غربت سے دلبرداشتہ	پھندالے کر	دیھ 290۔ٹنڈوجان محمد ضلع میرپورخاص	ـــ	کاوش اخبار
6اکتوبر	انور نذیر مسیح	مرد	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مارکر	ڈھکئی منورشاہ، پشاور	درج	آج
6اکتوبر	شرجیل یونس	مرد	27برس	ـ	مالی حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	فیصل آباد	ـ	ایکسپریس ٹریبون
6اکتوبر	طارق عزیز	مرد	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	فیصل آباد	ـ	ایکسپریس ٹریبون
6اکتوبر	محمد علی	مرد	ـ	ـ	ـ	زہرخورانی	پھولنگر	ـ	ڈان
7اکتوبر	محمد سرور	مرد	70برس	ـ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	نہرمیں کودکر	مانگا، ڈسکہ	ـ	نئی بات
7اکتوبر	سجاد حسین	مرد	22برس	ـ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	دیپالپور، گوجرانوالہ	ـ	دی نیوز
7اکتوبر	زبیر	مرد	25برس	ـ	گھریلو جھگڑا	ـ	حافظ آباد روڈ، گوجرانوالہ	ـ	دی نیوز
7اکتوبر	ـ	خاتون	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	مریدکے	ـ	جنگ
7اکتوبر	غازی سولنگی	بچہ	14برس	ـــ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گوٹھ درمحمد سولنگی۔مہڑ ضلع دادو	ـــ	کاوش اخبار
7اکتوبر	ـ	مرد	ـــ	ـــ	ذہنی معذوری	پھندالے کر	گوٹھ منڑیوچارن۔چھاچھرو ضلع تھرپارکر	ـــ	کاوش اخبار
8اکتوبر	نجمہ	خاتون	25برس	ـ	ـ	زہرخورانی	رحیم یارخان	ـ	جنگ
8اکتوبر	صاحبزادی	خاتون	22برس	ـ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	کندھ کوٹ	ـ	جنگ
8اکتوبر	اعجاز شاہ	مرد	22برس	ـ	گھریلو جھگڑا	گاڑی تلے کودکر	احمد پور شرقیہ	ـ	جنگ
8اکتوبر	محمد قاسم	مرد	25برس	ـ	گھریلو جھگڑا	ـ	سرگودھا	ـ	ایکسپریس ٹریبون
8اکتوبر	ریحان	بچہ	9برس	ـ	ـ	ـ	سرگودھا	ـ	ایکسپریس ٹریبون
8اکتوبر	جمیل	مرد	50برس	ـ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	قصور	ـ	دنیا
8اکتوبر	اسلم	مرد	ـ	ـ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	گارڈن ٹاؤن، لاہور	ـ	دنیا
8اکتوبر	فہد اسرار	مرد	ـ	شادی شدہ	ـ	خودکو گولی مارکر	بہادر کلے پشاور	درج	آج
8اکتوبر	سائین بخش عمرانی	مرد	25برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پستول	تاجو ڈیرو ضلع لاڑکانہ	ـــ	کاوش اخبار

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
9اکتوبر	لیلا بڑرو	خاتون	55برس	شادی شدہ	بیماری سے دلبرداشتہ ہوکر	زہرخورانی	شہدادکوٹ ضلع سانگھڑ	--	کاوش اخبار
9اکتوبر	جمیل	مرد	50برس	-	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	قصور	-	دنیا
9اکتوبر	اسلم	مرد	-	-	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	گارڈن ٹاؤن، لاہور	-	دنیا
9اکتوبر	ثوبیہ	خاتون	-	-	گھریلو جھگڑا	-	کیتھن کلاں، چونیاں	-	دنیا
9اکتوبر	غفار احمد	مرد	29برس	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	چک 118-9، ساہیوال	-	دنیا
9اکتوبر	عبدالغفور	مرد	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	ساہیوال	-	دنیا
9اکتوبر	ثنا	خاتون	-	-	-	پھندالے کر	لیاقت آباد، کراچی		دنیا
9اکتوبر	لیلیٰ	خاتون	55برس	-	بیماری سے دلبرداشتہ ہوکر	زہرخورانی	شہدادپور		دنیا
9اکتوبر	آمنہ بی بی	خاتون	18برس	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گڈو، سندھ		دنیا
9اکتوبر	علی رضا	مرد	18برس	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	فیصل آباد		دنیا
10اکتوبر	صاحبزادہ	مرد	50برس	-	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	خودکو جلاکر	بادامی باغ، لاہور	-	نوائے وقت
10اکتوبر	آسیہ بی بی	خاتون	-	-	ذہنی معذوری	خودکو جلاکر	نوشہرہ ورکاں	-	نوائے وقت
10اکتوبر	سحرش	خاتون	17برس	-	-	زہرخورانی	فیصل آباد	-	نوائے وقت
10اکتوبر	خاتون بیگم	خاتون	30برس	-	-	پھندالے کر	نورمحلّہ، دینہ	-	نوائے وقت
10اکتوبر	-	خاتون	-	-	-	نہر میں کودکر	ساہیوال	-	جنگ
10اکتوبر	اللہ رکھی	خاتون	-	-	گھریلو جھگڑا	نہر میں کودکر	ساہیوال	-	جنگ
10اکتوبر	محمد جمیل	مرد	26برس	-	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	راجن پور	-	جنگ
11اکتوبر	شفقت رسول	مرد	-	-	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	خودکو گولی مارکر	عارف والا	-	جنگ
11اکتوبر	-	مرد	19برس	-	پسند کی شادی نہ ہونے پر	زہرخورانی	کوٹ خواجہ سعید، فضل پور	-	جنگ
11اکتوبر	عشرت سلطانہ	خاتون	22برس	-	گھریلو جھگڑا	پھندالے کر	منصور آباد، اوکاڑہ	-	جنگ
11اکتوبر	رمضانہ بی بی		-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	اوکاڑہ	-	جنگ
11اکتوبر	وسیم مصطفیٰ	مرد	-	-	-	خودکو گولی مارکر	کلفٹن، کراچی	-	جنگ
11اکتوبر	عمر	مرد	22برس	-	-	زہرخورانی	کوٹ خواجہ سعید، لاہور	-	جنگ
11اکتوبر	غلام مصطفیٰ	مرد	19برس	-	گھریلو جھگڑا	پھندالے کر	شاہ رکن عالم، ملتان	-	جنگ
11اکتوبر	-	مرد	26برس	-	-	-	گلشن راوی، لاہور	-	جنگ
11اکتوبر	یاسمین بی بی		-	-	-	نہر میں کودکر	پنڈی بھٹیاں	-	جنگ
11اکتوبر	اعجاز	مرد	32برس	-	-	زہرخورانی	فیصل آباد	-	جنگ
11اکتوبر	ولی اللہ پتافی	مرد	25برس	---	ذہنی مریض	نہر میں کودکر	نسیم نگر ضلع حیدرآباد	--	کاوش اخبار
11اکتوبر	وسیم	مرد	30برس	-	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	فیصل آباد	-	نوائے وقت
11اکتوبر	کائنات	خاتون	19برس	-	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	فیصل آباد	-	نوائے وقت
11اکتوبر	عروسہ	خاتون	24برس	-	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	فیصل آباد	-	نوائے وقت
12اکتوبر	پریموں بھیل	مرد	--	---	بیماری سے دلبرداشتہ	پھندالے کر	گوٹھ ابن جوتڑ۔ اسلام کوٹ ضلع تھرپارکر	-	کاوش اخبار
12اکتوبر	حفیظاں	خاتون	-	-	-	زہرخورانی	ساہیوال	-	نوائے وقت
12اکتوبر	فاروق	مرد	-	-	-	زہرخورانی	ساہیوال	-	نوائے وقت
12اکتوبر	زاہد	مرد	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	حافظ آباد	-	نوائے وقت
12اکتوبر	سہیل احمد	مرد	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	جلالپور بھٹیاں	-	جنگ

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
13اکتوبر	رومانہ	خاتون	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	ـ	شاہدرہ، لاہور	ـ	ایکسپریس ٹریبون
13اکتوبر	عثمان	مرد	15برس	ـ	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	کامونکی	ـ	ایکسپریس ٹریبون
13اکتوبر	مبارک احمد	مرد	ـ	ـ	ذہنی معذوری	خودکو گولی مارکر	کامونکی	ـ	ایکسپریس ٹریبون
13اکتوبر	ارسلان	مرد	ـ	ـ	پسند کی شادی نہ ہونے پر	خودکو گولی مارکر	بھائی پھیرو	ـ	جنگ
15اکتوبر	افتخار احمد	مرد	56برس	ـ	ذہنی معذوری	خودکو گولی مارکر	کامونکی	ـ	جنگ
15اکتوبر	ـ	خاتون	ـ	ـ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	فیروزوالا	ـ	نوائے وقت
15اکتوبر	عارف	مرد	20برس	ـ	ـ	نہر میں کود کر	فیصل آباد	ـ	نوائے وقت
15اکتوبر	خالد محمود	مرد	ـ	ـ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	خودکو گولی مارکر	سیالکوٹ	ـ	نوائے وقت
15اکتوبر	علی	مرد	ـ	غیرشادی شدہ	ـ	خودکو گولی مارکر	امڑا میر آباد، چارسدہ	درج	آج
16اکتوبر	مہتاب رسول	خاتون	22برس	ـ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	ـ	فیصل آباد	ـ	نئی بات
16اکتوبر	سلیم	مرد	17برس	ـ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	فیصل آباد	ـ	نئی بات
16اکتوبر	نذیر احمد	مرد	19برس	ـ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	پھندا لے کر	فیصل آباد	ـ	نئی بات
16اکتوبر	شکیلہ	خاتون	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	فیصل آباد	ـ	نئی بات
16اکتوبر	نذیر	مرد	34برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	ساہیوال	ـ	نوائے وقت
16اکتوبر	حمید علی	مرد	19 س	ـ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	جھنگ	ـ	نوائے وقت
16اکتوبر	محمد اعظم	مرد	ـ	ـ	پسند کی شادی نہ ہونے پر	خودکو گولی مارکر	رینالہ خورد	ـ	نوائے وقت
16اکتوبر	امیر حمزہ	مرد	21برس	ـ	ذہنی معذوری	پھندا لے کر	رینالہ خورد	ـ	جنگ
16اکتوبر	لیاقت	مرد	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	ـ	کبیروالا چوک، مخدوم پور	ـ	جنگ
16اکتوبر	عبدالصمد	مرد	23برس	شادی شدہ	ـ	خودکو گولی مارکر	متنی شریکرہ، پشاور	درج	آج
17اکتوبر	صائمہ نوناری	خاتون	ـــ	غیرشادی شدہ	پسند کی شادی نہ ہونے کیوجہ	کالا پتھر	ضلع لاڑکانہ	ـــ	کاوش اخبار
17اکتوبر	سجاد حسین	مرد	20برس	ــــ	بیماری سے دلبرداشتہ	پستول	گوٹھ گل جتوئی ضلع جیکب آباد	ـــ	کاوش اخبار
17اکتوبر	ـ	مرد	60برس	ـ	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	راولپنڈی	ـ	ایکسپریس ٹریبون
17اکتوبر	ـ	مرد	20برس	ـ	ذہنی معذوری	پھندا لے کر	سنگھ ماموں کانجن	ـ	نوائے وقت
17اکتوبر	مرد	ـ	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	وار برٹن۔آدم پور	ـ	نوائے وقت
18اکتوبر	وقاص احمد	مرد	ـ	ـ	ـ	ـ	سیالکوٹ	ـ	دی نیوز
18اکتوبر	ساجدہ بی بی	خاتون	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	تھانہ نارنگ منڈی، فیصل آباد	ـ	نوائے وقت
18اکتوبر	ـ	مرد	18برس	ـ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	فیصل آباد	ـ	نوائے وقت
19اکتوبر	نبیلہ	خاتون	ـ	ـ	غربت سے دلبرداشتہ ہوکر	زہرخورانی	سبزہ زار، لاہور	ـ	جنگ
19اکتوبر	حشمت حسین	مرد	25برس	ـ	بیماری سے دلبرداشتہ ہوکر	زہرخورانی	رحیم یارخان	ـ	جنگ
19اکتوبر	محمد ارشد	مرد	45برس	ـ	ـ	زہرخورانی	صادق آباد	ـ	جنگ
19اکتوبر	قیصر	مرد	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	سرائے سدھو، شکر ووالہ	ـ	جنگ
19اکتوبر	فرزانہ	خاتون	24برس	ـ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	فیصل آباد	ـ	دنیا
19اکتوبر	زرینہ بی بی	خاتون	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	کوٹلہ، باقر شاہ	ـ	دنیا
19اکتوبر	ناہید بی بی	خاتون	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	میاں چنوں	ـ	دنیا
19اکتوبر	سمیع اللہ	مرد	24برس	ـ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	میاں چنوں	ـ	نوائے وقت
19اکتوبر	نور بخت کوری	خاتون	15برس	ــــ	گھریلو جھگڑا	پستول	گوٹھ الہرکیو ضلع نواب شاہ	ـــ	کاوش اخبار

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
19اکتوبر	ساجد کوری	مرد	22برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	تیزاب	طالب المولی کالونی ہالاضلع مٹیاری	--	کاوش اخبار
19اکتوبر	گوپال چند	مرد	--	---	گھریلو جھگڑا	پھندا لگا کر	گوٹھ راجچند کنری۔ پتھورو ضلع عمرکوٹ	--	کاوش اخبار
20اکتوبر	آفاق	مرد	16برس	غیرشادی شدہ	۔	۔	کاکشال، پشاور	درج	آج
20اکتوبر	ویلوکوہلی	خاتون	25برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	ناصرآباڈ۔ کنری ضلع عمرکوٹ	--	کاوش اخبار
20اکتوبر	عبدالمنان	بچہ	14برس	---	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	گوٹھ مورانی۔ لکی غلام شاہ ضلع شکارپور	--	عوامی آواز اخبار
20اکتوبر	زاہد	مرد	25برس	۔	۔	زہرخورانی	کاہنہ، لاہور	۔	جنگ
20اکتوبر	امانت	مرد	۔	۔	۔	زہرخورانی	مریدوالا	۔	جنگ
20اکتوبر	عائشہ بی بی	خاتون	20برس	۔	۔	زہرخورانی	مانگا منڈی، لاہور	۔	نیوز

اقدام خودکشی:

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
22ستمبر	زہرہ بی بی	خاتون	18برس	۔	۔	۔	گھوٹکی	۔	خبریں ملتان
22ستمبر	مہوش بی بی	خاتون	20برس	۔	۔	۔	شیخ واہن، رحیم یارخان	۔	خبریں ملتان
22ستمبر	سجانی	مرد	19برس	۔	۔	۔	بھونگ شریف، رحیم یارخان	۔	خبریں ملتان
22ستمبر	رمیش	مرد	22برس	۔	۔	۔	چک 123، رحیم یارخان	۔	خبریں ملتان
22ستمبر	بشیراحمد	مرد	22برس	۔	۔	۔	بلوشاہ، رحیم یارخان	۔	خبریں ملتان
22ستمبر	صغیراحمد	مرد	25برس	۔	۔	۔	بستی سراج، رحیم یارخان	۔	خبریں ملتان
22ستمبر	منیراحمد	مرد	55برس	۔	۔	۔	خانپور، رحیم یارخان	۔	خبریں ملتان
24ستمبر	رفیق	مرد	19برس	غیرشادی شدہ	۔	خودکوگولی مارکر	خوازہ خیلہ، بینگورہ، سوات	درج	ایکسپریس
24ستمبر	رابعہ	خاتون	۔	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکوجلاکر	کھیالی، گوجرانوالہ	۔	نوائے وقت
24ستمبر	شہناز	خاتون	17برس	غیرشادی شدہ	۔	۔	قادرواہ پل، رحیم یارخان	۔	جنگ ملتان
24ستمبر	عاصمہ	خاتون	18برس	غیرشادی شدہ	۔	۔	چک 30، رحیم یارخان	۔	جنگ ملتان
24ستمبر	آسیہ	خاتون	20برس	غیرشادی شدہ	۔	۔	خانپور، رحیم یارخان	۔	جنگ ملتان
24ستمبر	مائی دولت	خاتون	22برس	شادی شدہ	۔	۔	میرپور ماتھیلو	۔	جنگ ملتان
24ستمبر	عظمیٰ	خاتون	28برس	شادی شدہ	۔	۔	آدم صحابہ، رحیم یارخان	۔	جنگ ملتان
24ستمبر	حسینہ	خاتون	37برس	شادی شدہ	۔	۔	نواں کوٹ، رحیم یارخان	۔	جنگ ملتان
24ستمبر	مہرمائی	خاتون	55برس	شادی شدہ	۔	۔	کوٹ سمابہ، رحیم یارخان	۔	جنگ ملتان
24ستمبر	شاہ جہاں	خاتون	18برس	غیرشادی شدہ	۔	۔	آبادپور، رحیم یارخان	۔	جنگ ملتان
24ستمبر	شفاءمحمد	مرد	19برس	غیرشادی شدہ	۔	۔	سردارگڑھ، رحیم یارخان	۔	جنگ ملتان
24ستمبر	نورحسین	مرد	30برس	شادی شدہ	۔	۔	جمالدین والی، رحیم یارخان	۔	جنگ ملتان
24ستمبر	واجدعلی	مرد	32برس	شادی شدہ	۔	۔	کشمور، رحیم یارخان	۔	جنگ ملتان
25ستمبر	ارشاد	مرد	20برس	۔	گھریلو جھگڑا	خودکوجلاکر	زیریں چوٹیں	۔	دنیا
25ستمبر	عاصمہ ارم	خاتون	۔	۔	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گرین ٹاؤن، شاہدرہ	۔	دنیا
25ستمبر	حنابی بی	خاتون	۔	۔	۔	زہرخورانی	خانپور	۔	دنیا
25ستمبر	محمودسلطان	مرد	۔	۔	۔	زہرخورانی	خانپور	۔	دنیا

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
25ستمبر	-	خاتون	19برس	-	-	زہرخورانی	تونسہ شریف	-	دنیا
25ستمبر	ش	خاتون	-	-	-	-	ماڈل ٹاؤن، لاہور	-	ایکسپریس ٹریبون
25ستمبر	اصغر	مرد	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	ہارون آباد	-	دی نیوز
26ستمبر	امام زادی	خاتون	--	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	غلام بروہی۔خانپور ضلع	--	کاوش اخبار
27ستمبر	روزینہ	خاتون	20برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گوٹھ جان محمد ضلع سانگھڑ	--	عوامی آواز اخبار
27ستمبر	کوثر	خاتون	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	لودھراں	-	جنگ
27ستمبر	نمرہ	خاتون	25برس	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	لودھراں	-	جنگ
27ستمبر	نسیم	بچی	13برس	-	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	لودھراں	-	جنگ
27ستمبر	نزاکت علی	مرد	18برس	-		زہرخورانی	بہادروالا	-	جنگ
27ستمبر	جاوید	مرد	-	-	غربت سے دلبرداشتہ ہوکر	زہرخورانی	جلال پور	-	جنگ
28ستمبر	بختاور بی بی	خاتون	20برس	غیرشادی شدہ	غربت سے دلبرداشتہ ہوکر	زہرخورانی	رنگپورشالی پہاڑپور، ڈی آئی خان	درج	آج
28ستمبر	علی رضا	بچہ	13برس	---	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	چانڈکا ضلع لاڑکانہ	--	عوامی آواز اخبار
28ستمبر	شہناز بی بی	خاتون	-	-	گھریلو جھگڑا	خودکوجلاکر	کوٹ لکھپت، لاہور	-	نئی بات
28ستمبر	نسیم	خاتون	16برس	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	سمبڑیال	-	نئی بات
29ستمبر	صوبا کگرانی	خاتون	--	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکوزخمی کرکے	گوٹھ مٹھو کگرانی۔ نوں دیرو ضلع لاڑکانہ	--	کاوش اخبار
29ستمبر	رانجھن لاکو	بچہ	14برس	---	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گوٹھ صدیق لاکو۔کنڈیارو ضلع نوشہروفیروز	--	کاوش اخبار
29ستمبر	زوجہ عباس	خاتون	-	-	-	زہرخورانی	قلعہ دیدار سنگھ	-	نئی بات
30ستمبر	عبدالعزیز شر	مرد	--	---	-	زہرخورانی	سیٹھا رجہ ضلع خیرپور	--	کاوش اخبار
30ستمبر	خالد	مرد	-	-	بیروزگاری سے دلبرداشتہ	خودکوجلاکر	گلشن راوی	-	نوائے وقت
یکم اکتوبر	محمد بلال	مرد	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	کامونکی	-	نوائے وقت
3اکتوبر	ذکا احمد	مرد	-	-	-	-	کامونکی	-	نوائے وقت
3اکتوبر	صادق حسین	مرد	-	-	-	-	کامونکی	-	نوائے وقت
3اکتوبر	فیاض احمد	س	-	-	-	-	کامونکی	-	نوائے وقت
3اکتوبر	انعام الحق	مرد	-	-	-	-	کامونکی	-	نوائے وقت
3اکتوبر	ارشاد علی	مرد	-	-	-	-	کامونکی	-	نوائے وقت
3اکتوبر	شکیل	مرد	22برس	-	پسند کی شادی نہ ہونے پر	-	ڈسکہ	-	نئی بات
3اکتوبر	مہناز بی بی	خاتون	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	قصور	-	جنگ
3اکتوبر	نسرین بی بی	خاتون	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	قصور	-	جنگ
3اکتوبر	شرم مائی	خاتون	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	فیروزوالا	-	جنگ
3اکتوبر	ذ	مرد	--	غیرشادی شدہ	پسند کی شادی نہ ہونے کیوجہ	زہرخورانی	گوٹھ ڈوتھرودل۔ننگرپارکر ضلع تھرپارکر	--	کاوش اخبار
3اکتوبر	ڈ	خاتون	--	غیرشادی شدہ	پسند کی شادی نہ ہونے کیوجہ	زہرخورانی	گوٹھ ڈوتھرودل۔ننگرپارکر ضلع تھرپارکر	--	کاوش اخبار
4اکتوبر	اویس	مرد	22برس	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	ڈجکوٹ	-	نئی بات
4اکتوبر	محسود خان	مرد	15برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	فتح موڑ تحصیل پروا، ڈی آئی خان	درج	آج
4اکتوبر	شائلہ	خاتون	18برس	---	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گوٹھ عرضی بکڑو ضلع سانگھڑ	--	کاوش اخبار
4اکتوبر	منظور حسین	مرد	--	---	غربت سے دلبرداشتہ	نہر میں کودکر	ضلع خیرپور	--	کاوش اخبار
4اکتوبر	ب	مرد	--	---	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گوٹھ پکارادن۔بھان سیدآباد ضلع دادو	--	کاوش اخبار

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
4اکتوبر	فیاض حسین جانوری	مرد	20برس	---	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گوٹھ صدوری جانوری ضلع خیرپور	--	کاوش اخبار
5اکتوبر	شعیب	مرد	-	-	-	خودکو جلا کر	گوجرانوالہ	-	جنگ
5اکتوبر	عدیل	مرد	22برس	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	کاموکی	-	جنگ
5اکتوبر	کاشف	مرد	28برس	-	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	کاموکی	-	جنگ
5اکتوبر	ح	خاتون	16برس	غیرشادی شدہ	پسند کی شادی نہ ہونے کیوجہ	پھندا لے کر	گوٹھ بابو محمد حسین جٹ۔کنری ضلع عمرکوٹ	--	کاوش اخبار
5اکتوبر	جمنا میگھواڑ	خاتون	26برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	کنوئیں میں کود کر	پانجا کالونی۔مٹھی ضلع تھرپارکر	--	کاوش اخبار
5اکتوبر	اریشا	خاتون	20برس	---	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	طور کالونی۔ٹنڈو آدم ضلع سانگھڑ	--	کاوش اخبار
6اکتوبر	ثنااللہ کھڑو	مرد	16برس	---	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	کھمبٹ ضلع خیرپور	--	عوامی آواز اخبار
7اکتوبر	دلیپ کمار	مرد	23برس	---	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گوٹھ بابو خان ملوکانی۔ٹنڈو آدم ضلع سانگھڑ	--	کاوش اخبار
7اکتوبر	رمیز حسین	مرد	20برس	---	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گوٹھ ارباب جمالی۔ٹنڈو آدم ضلع سانگھڑ	--	کاوش اخبار
7اکتوبر	ویرجی کولہی	مرد	25برس	---	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گوٹھ محمد شریف جروار ضلع میرپورخاص	--	عوامی آواز اخبار
7اکتوبر	شنزا	خاتون	25برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	نہر میں کود کر	ہڈی مل کوٹری ضلع جامشورو	--	عوامی آواز اخبار
8اکتوبر	رخسانہ شیخ	خاتون	--	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گوٹھ ماہوٹہ ضلع لاڑکانہ	--	کاوش اخبار
8اکتوبر	ممتاز ملانو	مرد	--	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گوٹھ ملانو۔پیرجو گوٹھ ضلع خیرپور	--	کاوش اخبار
8اکتوبر	رمضان کھوسو	مرد	--	---	بیماری سے دلبرداشتہ	پھندا لے کر	سلور موری۔جھڈو ضلع میرپورخاص	--	کاوش اخبار
8اکتوبر	شعیب علی سومرو	مرد	--	---	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گوٹھ ٹھارو۔ڈکن ضلع لاڑکانہ	--	عوامی آواز اخبار
9اکتوبر	کلثوم بی بی	خاتون	-	-	-	-	کوتوالی، گوجرانوالہ	-	ڈان
9اکتوبر	رابعہ بی بی	خاتون	-	-	-	-	گڈو، سندھ	-	جنگ
9اکتوبر	لعل بخش	مرد	-	-	-	-	گڈو، سندھ	-	جنگ
9اکتوبر	محمد اکبر	مرد	-	-	-	-	گڈو، سندھ	-	جنگ
9اکتوبر	وقار احمد	مرد	-	-	-	-	گڈو، سندھ	-	جنگ
9اکتوبر	دھنہ جی	مرد	-	-	-	-	گڈو، سندھ	-	جنگ
9اکتوبر	-	مرد	-	-	-	-	گڈو، سندھ	-	جنگ
10اکتوبر	احسان اللہ	مرد	-	-	-	-	گڈو، سندھ	-	جنگ
10اکتوبر	احسان اللہ	مرد	-	-	-	-	پنڈی بھٹیاں	-	جنگ
9اکتوبر	سلمی کانڈرو	خاتون	18برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	سحرش نگر۔قاسم آباد ضلع حیدرآباد	--	کاوش اخبار
10اکتوبر	رضا محمد منگھار	مرد	28برس	---	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	تھانہ بولا خان ضلع جامشورو	--	کاوش اخبار
10اکتوبر	شمع	مرد	45برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	جام نواز علی۔نئوں آباد ضلع سانگھڑ	--	کاوش اخبار
12اکتوبر	منور خاتون	خاتون	--	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	پرانہ گڈ۔ڈوکری ضلع لاڑکانہ	--	کاوش اخبار
12اکتوبر	راشد کھوکھر	مرد	--	---	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	نظرپاڑہ ضلع لاڑکانہ	--	کاوش اخبار
13اکتوبر	شبانہ بی بی	خاتون	-	-	-	-	رحیم یار خان	-	جنگ
13اکتوبر	محمد سلمان	مرد	-	-	-	-	رحیم یار خان	-	جنگ
13اکتوبر	محمد رفیق	مرد	-	-	-	-	رحیم یار خان	-	جنگ
13اکتوبر	عبدالجبار	مرد	-	-	-	-	رحیم یار خان	-	جنگ
14اکتوبر	کیمی کولہی	خاتون	50برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گوٹھ لالا رام۔ڈگری ضلع میرپورخاص	--	عوامی آواز اخبار
14اکتوبر	سلیم مگسی	مرد	--	---	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	ضلع لاڑکانہ	--	عوامی آواز اخبار

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
15اکتوبر	سجاول	مرد	19برس	---	-	زہرخورانی	گوٹھ خاکوجان ضلع میرپورخاص	--	عوامی آوازاخبار
15اکتوبر	خداڈینو	مرد	22برس	---	-	زہرخورانی	گوٹھ بچل چانگ ضلع میرپورخاص	--	عوامی آوازاخبار
16اکتوبر	-	خاتون	-	-	گھریلوجھگڑا	زہرخورانی	اسلام آباد	-	جنگ
16اکتوبر	ظہیرعباس مگسی	مرد	26برس	---	گھریلوجھگڑا	خودکوزخمی کرکے	ریلوے روڈضلع بدین	--	کاوش اخبار
17اکتوبر	نبیلہ	خاتون	-	-	گھریلوجھگڑا	زہرخورانی	گوجرانوالہ	-	جنگ
17اکتوبر	مومن خان	مرد	-	غیرشادی شدہ	-	خودکوگولی مارکر	کسٹم چوک پشتہ خرہ، پشاور	درج	ایکسپریس
17اکتوبر	لیاقت علی	مرد	40برس	شادی شدہ	گھریلوجھگڑا	زہرخورانی	گوٹھ نوہ موری۔ٹنڈوآدم ضلع سانگھڑ	--	کاوش اخبار
17اکتوبر	رشیداں	خاتون	25برس	---	گھریلوجھگڑا	زہرخورانی	گوٹھ پیرانوپتن۔چونڈکوضلع خیرپور	--	کاوش اخبار
17اکتوبر	فوزیہ	خاتون	30برس	شادی شدہ	گھریلوجھگڑا	-	ضلع جیکب آباد	--	کاوش اخبار
18اکتوبر	-	-	25برس	-	گھریلوجھگڑا	زہرخورانی	ماموں کانجن	-	جنگ
18اکتوبر	-	مرد	22برس	-	گھریلوجھگڑا	زہرخورانی	چنیوٹ	-	نئی بات
18اکتوبر	امجد	مرد	22برس	-	گھریلوجھگڑا	زہرخورانی	لاہورروڈ، رشیدآباد	-	نئی بات
18اکتوبر	عبدالسعید مالک	بچہ	14برس	---	گھریلوجھگڑا	زہرخورانی	نوں آبادضلع سانگھڑ	--	کاوش اخبار
18اکتوبر	گلفام	مرد	24برس	---	گھریلوجھگڑا	زہرخورانی	بہادرپورکالونی ضلع لاڑکانہ	--	کاوش اخبار
18اکتوبر	میڈم تنیو	خاتون	--	---	گھریلوجھگڑا	زہرخورانی	لعلورائنک ضلع لاڑکانہ	--	کاوش اخبار
18اکتوبر	اختیارچانڈیو	خاتون	--	---	گھریلو پریشانی	زہرخورانی	گوٹھ رئیس پنھوضلع لاڑکانہ	--	کاوش اخبار
19اکتوبر	کنیزہ بی بی	خاتون	-	-	-	-	لاہور	-	جنگ
19اکتوبر	رشیداں بی بی	خاتون	-	-	-	-	لاہور	-	جنگ
19اکتوبر	نسیم بی بی	خاتون	-	-	-	-	لاہور	-	جنگ
19اکتوبر	صائمہ کلہوڑو	خاتون	--	شادی شدہ	گھریلوجھگڑا	زہرخورانی	گوٹھ بھوروکلہوڑوضلع لاڑکانہ	--	کاوش اخبار
19اکتوبر	صائمہ شیخ	خاتون	--	شادی شدہ	گھریلوجھگڑا	زہرخورانی	گوٹھ فتح پورضلع لاڑکانہ	--	کاوش اخبار
19اکتوبر	ثمینہ	خاتون	20برس	غیرشادی شدہ	گھریلوجھگڑا	زہرخورانی	گوٹھ عارب خاصخیلی۔ٹنڈوآدم ضلع سانگھڑ	--	کاوش اخبار
19اکتوبر	سلیم شیخ	مرد	--	شادی شدہ	گھریلوجھگڑا	زہرخورانی	مدیجی ضلع لاڑکانہ	--	کاوش اخبار
19اکتوبر	واجدبرڑو	مرد	28برس	---	گھریلوجھگڑا	-	گوٹھ بچل برڑو۔مبارکپورضلع	--	عوامی آوازاخبار
19اکتوبر	اشفاق احمد	مرد	-	-	-	-	لاہور	-	جنگ
19اکتوبر	جاویداحمد	مرد	-	-	-	-	لاہور	-	جنگ
19اکتوبر	اظہر	مرد	-	-	-	-	لاہور	-	جنگ
19اکتوبر	نذیراحمد	مرد	-	-	-	-	لاہور	-	جنگ
20اکتوبر	ہارون	مرد	-	-	-	-	سنٹرل جیل، پشاور	درج	آج
20اکتوبر	ابراہیم	مرد	-	غیرشادی شدہ	گھریلوجھگڑا	خودکوگولی مارکر	لالہ زارکالونی، یونیورسٹی، پشاور	درج	ایکسپریس
20اکتوبر	صدوری	خاتون	40برس	شادی شدہ	گھریلوجھگڑا	زہرخورانی	گوٹھ مرزاخاصخیلی۔ٹنڈوآدم ضلع سانگھڑ	--	کاوش اخبار
20اکتوبر	گوری	خاتون	--	---	گھریلوجھگڑا	زہرخورانی	ٹنڈوآدم ضلع سانگھڑ	--	کاوش اخبار
20اکتوبر	مراداں بی بی	خاتون	-	-	-	-	لاہور	-	جنگ
20اکتوبر	ایازاحمد	مرد	-	-	-	-	لاہور	-	جنگ
20اکتوبر	بشیراحمد	مرد	-	-	-	-	لاہور	-	جنگ

انسانی حقوق کا عالمی منشور

10 دسمبر 1948ء کو اقوام عالم نے انسانی حقوق کا مندرجہ ذیل عالمی منشور منظور کیا

دفعہ - 1	تمام انسان آزاد اور حقوق وعزت کے اعتبار سے برابر پیدا ہوئے ہیں۔ انھیں ضمیر اور عقل ودیعت ہوئی ہے۔ انہیں ایک دوسرے کے ساتھ بھائی چارے کا سلوک کرنا چاہیے۔
دفعہ -2	ہر شخص ان تمام آزادیوں اور حقوق کا مستحق ہے جو اس اعلان میں بیان کیے گئے ہیں اور اس حق پر نسل، رنگ، جنس، زبان، مذہب اور سیاسی تفریق کا یا کسی قسم کے عقیدے، قومیت، معاشرے، دولت یا خاندانی حیثیت وغیرہ کا کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ اس کے علاوہ کسی بھی شخص کے ساتھ اس کے علاقے یا ملک کی، سیاسی، عملی یا بین الاقوامی حیثیت کی بناء پر کوئی امتیازی سلوک نہیں کیا جائے گا، خواہ وہ ملک یا علاقہ آزاد ہو یا تولیتی ہو یا غیر مختار ہو یا اقدار اعلٰی کے لحاظ سے کسی اور بندش کا پابند ہو۔
دفعہ - 3	ہر شخص کو اپنی آزادی، زندگی اور تحفظ کا حق ہے۔
دفعہ - 4	کوئی شخص، غلام یا لونڈی بنا کر نہ رکھا جا سکے گا۔ غلامی اور بردہ فروشی، چاہے اس کی کوئی بھی شکل ہو، ممنوع ہوگی۔
دفعہ - 5	کسی شخص کو جسمانی اذیت، یا ظالمانہ انسانیت سوز، یا ذلت آمیز سزا نہیں دی جائے گی۔
دفعہ - 6	ہر شخص کا حق ہے کہ ہر جگہ اس کی قانونی حیثیت کو تسلیم کیا جائے۔
دفعہ - 7	قانون کی نظر میں سب برابر ہیں اور سب بغیر کسی تفریق کے قانون کے اندر امان پانے کے برابر کے حق دار ہیں۔ اس اعلان کی خلاف ورزی میں جو بھی تفریق کی جائے یا جس تفریق کی بھی ترغیب دی جائے، اس سے بچاؤ کے سب برابر کے حقدار ہیں۔
دفعہ - 8	ہر شخص کو ان فعال کے خلاف جو دستور یا قانون میں دیے ہوئے بنیادی حقوق کی نفی کرتے ہوں، بااختیار قومی عدالتوں سے موثر طریقے سے چارہ جوئی کرنے کا حق ہے۔
دفعہ - 9	کسی شخص کو من مانے طور پر گرفتار، نظر بند، یا جلاوطن نہیں کیا جائے گا۔
دفعہ - 10	ہر شخص کو یکساں طور پر حق حاصل ہے کہ اس کے حقوق وفرائض کے تعین یا اس کے خلاف کسی عائد کردہ جرم کے فیصلے کے بارے میں اسے ایک آزاد اور غیر جانب دار عدالت میں کھلی اور منصفانہ سماعت کا موقع ملے۔
دفعہ - 11	(1) ایسے ہر شخص کو جس پر کوئی فوجداری الزام عاید کیا جائے، اس وقت تک بے گناہ شمار کیے جانے کا حق ہے جب تک کہ اس پر کھلی عدالت میں قانون کے مطابق جرم ثابت نہ ہو جائے اور اسے اپنی صفائی پیش کرنے کا پورا موقع اور تمام ضمانتیں نہ دی جا سکی ہوں۔ (2) کسی شخص کو کسی ایسے فعل یا فروگزاشت کی بناء پر جو ارتکاب کے وقت قومی یا بین الاقوامی قانون کے اندر تعزیری جرم شمار نہیں کیا جاتا تھا، کسی تعزیری جرم میں ماخوذ نہیں کیا جائے گا، اور نہ ہی اسے کوئی ایسی سزا دی جائے گی جو جرم کے ارتکاب کے وقت کی مقرر کردہ سزا سے زائد ہو۔
دفعہ - 12	کسی شخص کی نجی زندگی، خانگی زندگی، گھر بار، خط وکتابت میں من مانے طریقے پر مداخلت نہ کی جائے اور نہ ہی اس کی عزت اور نیک نامی پر حملے کیے جائیں گے۔ ہر شخص کو ایسے حملے یا مداخلت سے قانونی تحفظ کا حق ہے۔
دفعہ - 13	(1) ہر شخص کو اپنی ریاست کی حدود کے اندر نقل وحرکت کرنے اور کہیں بھی سکونت اختیار کرنے کی آزادی کا حق ہے۔ (2) ہر شخص کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ کسی ملک سے چلا جائے چاہے یہ ملک اس کا اپنا ہو اور اسی طرح اسے اپنے ملک میں واپس آ جانے کا بھی حق ہے۔
دفعہ - 14	(1) ہر شخص کو عقیدے کی بنا پر ایذا رسانی سے بچنے کے لیے دوسرے ملکوں میں پناہ حاصل کرنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کا حق ہے۔ (2) یہ حق ان عدالتی کاروائیوں سے بچنے کے لیے استعمال میں نہیں کیا جا سکتا جو خالصتاً غیر سیاسی جرائم یا ایسے افعال کی وجہ سے عمل میں آتی ہیں جو اقوام متحدہ کے مقاصد اور اصولوں کے خلاف ہیں۔
دفعہ - 15	(1) ہر شخص کو قومیت کا حق ہے۔ (2) کوئی شخص محض من مانے طور پر قومیت سے محروم نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی اس کو اپنی قومیت تبدیل کرنے کا حق دینے سے انکار کیا جائے گا۔
دفعہ - 16	(1) بالغ مردوں اور عورتوں کو بغیر ایسی پابندی کے جو نسل، قومیت، یا مذہب کی بنا پر لگائی جائے شادی بیاہ کرنے اور گھر بسانے کا حق ہے۔ مردوں اور عورتوں کو نکاح، ازدواجی زندگی اور نکاح کو فسخ کرنے کے معاملے میں برابر کے حقوق حاصل ہیں۔ (2) نکاح فریقین کی پوری آزادی اور رضامندی سے ہوگا۔ (3) خاندان، معاشرے کی فطری اور بنیادی اکائی ہے اور وہ معاشرے اور ریاست دونوں کی طرف سے حفاظت کا حقدار ہے۔
دفعہ - 17	(1) ہر انسان کو تنہا یا دوسروں سے مل کر جائیداد رکھنے کا حق ہے۔ (2) کسی شخص کو زبردستی اس کی جائیداد سے محروم نہیں کیا جائے گا۔
دفعہ - 18	ہر انسان کو آزادی فکر، آزادی ضمیر اور آزادی مذہب کا پورا حق ہے۔ اس حق میں مذہب اور عقیدے کو تبدیل کرنے اور اجتمائی یا انفرادی طور پر خاموشی یا کھلے بندوں اپنے عقیدے کی تبلیغ، اس پر عمل، اور اس کی عبادات اور رسومات پوری کرنے کی آزادی بھی شامل ہے۔
دفعہ - 19	ہر شخص کو اپنی رائے رکھنے اور اظہار رائے کی آزادی کا حق حاصل ہے۔ اس حق میں یہ امر بھی شامل ہے کہ وہ آزادی کے ساتھ اور بلا کسی قسم کی مداخلت کے اپنی رائے پر قائم رہے اور جس ذریعے سے چاہے اور ملکی سرحدوں کے حائل ہوئے بغیر معلومات اور خیالات کا حصول اور ان کی ترسیل کرے۔
دفعہ - 20	(1) ہر شخص کو پر امن طریقے سے ملنے جلنے اور انجمنیں قائم کرنے کی آزادی کا حق ہے۔ (2) کسی شخص کو کسی انجمن میں شامل ہونے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔
دفعہ - 21	(ا) ہر شخص کو اپنے ملک کی حکومت میں براہ راست یا آزادانہ طور پر منتخب کیے ہوئے نمائندوں کے ذریعے حصہ لینے کا حق ہے۔ (2) ہر شخص کو اپنے ملک میں سرکاری ملازمت حاصل کرنے کا برابر کا حق ہے۔ (3) عوام کی مرضی حکومت کے اقتدار کی بنیاد ہوگی۔ یہ مرضی وقتاً فوقتاً ایسے حقیقی انتخابات کے ذریعے ظاہر کی جائے گی جو عام اور مساوی رائے دہندگی کی بنیاد پر ہوں گے اور جو خفیہ ووٹ یا اس کے مماثل کسی دوسرے آزادانہ طریقہ رائے دہندگی کے مطابق عمل میں آئیں گے۔
دفعہ - 22	معاشرے کے رکن کی حیثیت سے ہر شخص کو معاشرتی تحفظ کا حق حاصل ہے اور یہ حق بھی وہ ملک کے نظام اور وسائل کے مطابق قومی کوشش اور بین الاقوامی تعاون سے ایسے اقتصادی، معاشرتی اور ثقافتی حقوق کو عملاً حاصل کرے، جو اس کی عزت اور شخصیت کی آزادانہ نشوونما کے لیے لازم ہیں۔
دفعہ - 23	(1) ہر شخص کو کام کاج، روزگار کے آزادانہ انتخاب، کام کاج کی مناسب ومعقول شرائط اور بے روزگاری کے خلاف تحفظ کا حق ہے۔ (2) ہر شخص کو کسی تفریق کے بغیر مساوی کام کے لیے مساوی معاوضے کا حق ہے۔ (3) ہر شخص جو کام کرتا ہے وہ ایسے مناسب ومعقول مشاہرے کا حق رکھتا ہے جو خود اس کے اور اس کے اہل وعیال کے لیے باعزت زندگی کا ضامن ہو اور جس میں اگر ضروری ہو تو معاشرتی تحفظ کے دوسرے ذریعوں سے اضافہ کیا جا سکے۔ (4) ہر شخص کو اپنے مفاد کے بچاؤ کے لیے تجارتی انجمنیں، (ٹریڈ یونین) قائم کرنے اور اس میں شریک ہونے کا حق حاصل ہے۔
دفعہ - 24	ہر شخص کو آرام اور فرصت کا حق ہے جس میں کام کے گھنٹوں کی حد بندی اور تنخواہ کے ساتھ مقررہ وقفوں پر تعطیلات میں شامل ہیں۔
دفعہ - 25	(1) ہر شخص کو اپنی اور اپنے اہل وعیال کی صحت اور فلاح وبہبود کے لیے مناسب معیار زندگی کا حق ہے جس میں خوراک، پوشاک، مکان اور علاج کی سہولتیں اور دوسری ضروری معاشرتی مراعات، اور بیروزگاری، بیماری، معذوری، بیوگی، بڑھاپا اور ان حالات میں روزگار سے محرومی جو اس کے قبضۂ قدرت سے باہر ہوں، کے خلاف تحفظ کا حق شامل ہے۔ (2) زچہ اور بچہ خاص توجہ اور امداد کے حق دار ہیں۔ تمام بچے خواہ وہ شادی کے بغیر پیدا ہوئے ہوں یا شادی کے بعد، معاشرتی تحفظ سے یکساں طور پر مستفید ہوں گے۔
دفعہ - 26	(1) ہر شخص کو تعلیم کا حق ہے۔ تعلیم کم سے کم ابتدائی اور بنیادی درجوں میں مفت ہوگی۔ ابتدائی تعلیم لازمی ہوگی۔ فنی اور پیشہ ورانہ تعلیم حاصل کرنے کا عام انتظام کیا جائے گا اور لیاقت کی بنا پر اعلٰی تعلیم حاصل کرنا سب کے لیے مساوی طور پر ممکن ہوگا۔ (2) تعلیم کا مقصد انسانی شخصیت کی پوری نشوونما ہوگا اور وہ انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے احترام میں اضافہ کرنے کا ذریعہ ہوگی۔ وہ تمام قوموں اور نسلی یا مذہبی گروہوں کے درمیان باہمی مفاہمت، رواداری اور دوستی کو ترقی دے گی اور امن کو برقرار رکھنے کے لیے اقوام متحدہ کی سرگرمیوں کو آگے بڑھائے گی۔ (3) والدین کو اس بات کے تصفیہ کا اولین حق ہے کہ ان کے بچوں کو کس قسم کی تعلیم دی جائے گی۔
دفعہ - 27	(1) ہر شخص کو قوم کی ثقافتی زندگی میں آزادانہ حصہ لینے، فنون لطیفہ سے مستفید ہونے اور سائنس کی ترقی اور اس کے فوائد میں شرکت کا حق حاصل ہے۔ (2) ہر شخص کو حق حاصل ہے کہ اس کے ان اخلاقی اور مادی مفادات کا تحفظ کیا جائے جو اسے ایسی سائنسی، فنی یا ادبی تصنیف سے، جس کا وہ مصنف ہے، حاصل ہوتے ہیں
دفعہ - 28	ہر شخص ایسے معاشرتی اور بین الاقوامی نظام کا حقدار ہے جس میں وہ تمام آزادیاں اور حقوق حاصل ہو سکیں جو اس اعلان میں شامل ہیں۔
دفعہ - 29	(1) ہر شخص پر معاشرے کے حق ہیں کیونکہ معاشرے میں رہ کر اس کی شخصیت کی آزادانہ اور پوری نشوونما ممکن ہے۔ (2) اپنی آزادیوں اور حقوق سے فائدہ اٹھانے میں ہر شخص صرف ایسی حدود کا پابند ہوگا جو دوسروں کی آزادیوں اور حقوق کو تسلیم کرانے اور ان کا احترام کرانے کی غرض سے اور ایک جمہوری نظام میں اخلاق، امن عامہ اور عام فلاح وبہبود کے مناسب لوازمات کو پورا کرنے کے لیے قانون کی طرف سے عائد کی گئی ہوں۔ (3) یہ حقوق اور آزادیاں کسی حالت میں بھی اقوام متحدہ کے مقاصد اور اصولوں کے خلاف عمل میں نہیں لائی جا سکتیں۔
دفعہ - 30	اس اعلان کی کسی چیز سے کوئی ایسی بات مراد نہیں لی جا سکتی جس سے کسی ملک، گروہ یا شخص کو کسی ایسی سرگرمی میں مصروف ہونے یا کسی ایسے کام کو انجام دینے کا حق پیدا ہو جس کا منشا ان حقوق اور آزادیوں کی نفی ہو جو یہاں پیش کی گئی ہیں۔

20 اکتوبر، لاہور: عالمی انسانی حقوق کے حوالے سے پاکستان کی کارکردگی پر میڈیا بریفنگ کا اہتمام کیا گیا

29 اکتوبر، لاہور کنٹری کلب، مرید کے
انسانی حقوق کی تنظیم فریڈرک ناؤمن فاؤنڈیشن پاکستان
نے آئی۔اے۔رحمان صاحب کے اعزاز میں ایک
تقریب کا اہتمام کیا جہاں اُنہیں
انسانی حقوق کے ایک اعلیٰ ایوارڈ سے نوازا گیا

پبلشر: ندیم فاضل: پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق
"ایوان جمہور" 107۔ ٹیپو بلاک، نیوگارڈن ٹاؤن، لاہور
فون: 35864994-35838341 فیکس: 35883582
ای میل hrcp@hrcp-web.org ویب سائٹ: www.hrcp-web.org
پرنٹر: مکتبہ جدیدپریس، 14ایمپرس، لاہور Registered No. LRL-15